تربیتِ اولاد

اور

فرائضِ والدین

حجۃ الاسلام

علامہ سید محمد زکی باقری مدظلہ

MBA

محفوظ بک ایجنسی

امام بارگاہ شاہ نجف مارٹن روڈ کراچی

Tel : 412 4286 - 491 7823 Fax : 431 2882

Email : anisco@cyber.net.pk

تربیت اولاد
اور
فرائضِ والدین

مجموعہ تقاریر عشرۂ محرم ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۰۰۱ء
(محفل مرتضیٰ، پی ای سی ایچ سوسائٹی)

مولانا سیّد محمد زکی باقری مدظلہ العالی

مرتّب: اے ایچ رضوی

ناشر

محفوظ بک ایجنسی
مارٹن روڈ کراچی
Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk
محفوظ MBA

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	تربیت اولاد اور فرائضِ والدین
مقرر	:	مولانا سیّد محمد زکی باقری صاحب مدظلہ العالی
مرتبہ	:	اے۔ایچ۔رضوی
تحریر و تزئین	:	سیّد فیضیاب علی رضوی
اشاعتِ اوّل	:	فروری ۲۰۰۴ء
تعداد	:	۱۰۰۰
بدلِ اشتراک	:	مجلد ۔/۱۵۰ غیر مجلد ۔/۱۲۵

ناشر

محفوظ MBA

محفوظ بک ایجنسی ✿ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

عرض ناشر

مولانا زکی باقری صاحب دام مجدہ کی ذات و الاصفات دنیائے خطابت میں تعارف سے بے نیاز ہے۔ مکتب اہلبیتؑ کا وہ کون سا فرد ہے جو اُردو اور انگریزی کے اس نامور خطیب کا معترف و مداح نہ ہو۔ مغرب سے مشرق تک کے مومنین کے پسندیدہ ذاکر ہیں جو اپنی خطابت سے مومنین کے دل پر دستک دیتے ہیں اور علم دین کا دیا جلا کر اس مضطرب مومن کو مطمئن کر دیتے ہیں، ان کی خطابت میں مقصدیت کی للکار ہے اور حق کی آواز بھی جس سے ہر دیندار سامع مطمئن ہو جاتا ہے اور راہ مستقیم کی جانب چل پڑتا ہے۔

آج دنیا کی ہر مہذب و متمدن قوم اپنی نئی نسل کی تربیت کے لیے کوشاں اور ان کے مستقبل سے ہراساں ہے۔ مغربی ثقافت نے خود مغربی معاشرہ کو مجروح و متاثر کیا ہے ان کی قوم کے مادر پدر آزاد بچے اپنے معاشرہ کے لیے سوحانِ روح بن گئے ہیں اور ہم ہیں کہ اس دم توڑتی تہذیب کی اتباع کو زندگی کا حاصل قرار دے رہے ہیں۔

جب ہم کسی بچے کی صحیح تربیت کرنا چاہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم تربیت و پرورش کے مختلف پہلوؤں کو پوری طرح پیش نظر رکھیں اور ایسی کتابیں شائع کریں جو

والدین کے لیے گائیڈ بک ثابت ہوں۔ اُردو زبانوں میں نہ بچوں کے ادب پر کچھ لکھا گیا ہے نہ بچوں کی تربیت کے لیے کچھ لکھا گیا ہے اس سلسلے میں ہمارا دامن بالکل خالی ہے ظاہر ہے کہ اس کے نقصانات بھی صدیوں پر محیط ہوں گے۔

گزشتہ چند دہائیوں میں ہی اس کے مضمرات سامنے آنے لگے ہیں۔ چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہوگئی ہے بیٹا باپ کی منزلت اور ماں کی عظمت سے ناواقف ہوگیا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری بچوں پر عائد نہیں ہوتی، اس میں ماں باپ کا بھی قصور ہے۔ اساتذۂ کرام خطباءِ وعلماءِ عظام کا بھی اس جرم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔

میں عالی جناب مولانا زکی باقری صاحب قبلہ کا مرہون منت ہوں کہ انہوں نے اس ذمہ داری کو محسوس کیا اور تربیت والدین پر معرکتہ الآرا عشرہ پڑھ کر خطباء ومومنین کو سوچنے پر مجبور کردیا کہ مجلسیں اس طرح بھی پڑھی اور سنی جاسکتی ہیں۔

میرے لیے یہ انتہائی مسرت وشرف کا مقام ہے کہ میں دنیائے شیعت کے معروف خطیب کے قابل ذکر اور مقصد کے لحاظ سے اس سے بھی زیادہ قابل ذکر عشرہ کی طباعت و اشاعت کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اور آئندہ مولانا موصوف کے تعاون سے ان کی تقاریر کے مزید مجموعے شائع کئے جائیں گے۔

قارئین سے التماس ہے کہ اگر طباعت میں کوئی غلطی رہ گئی ہوتو اس کی نشاندہی کردیں تاکہ آئیندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کردی جائے۔

شکر گزار

اے ایچ رضوی

ادارہ محفوظ بک ایجنسی

مولانا زکی باقری کا ایک فکری عشرہ

حجتہ الاسلام مولانا سیّد حسن ظفر نقوی

مولانا زکی باقری صاحب کا شمار اُردو کے ان معدودے چند خطباء میں ہوتا ہے جو بامقصد خطابت کی وجہ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تقاریر میں سامعین کے لیے ایک پیغام اور ایک نصیحت و مواعظہ ہوتا ہے جو منبر کا حق ہے۔ فاضل دانشور کا مقصد اولاد کے وجود سے متعلق تمام پہلوؤں کی تعلیمات اہلبیتؑ کے مطابق پرورش ہے چونکہ ایک کمسن بچے کے وجود کے مختلف پہلو اور متعدد سمتیں ہیں اس لیے انہی مختلف سمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہی ان کی کماحقہ پرورش و تربیت ہوسکتی ہے۔

مولانا زکی باقری دام مجدہ ایک مذہبی اسکالر ہیں اور ایک مدت سے مغرب میں رہائش پذیری ہیں وہ مغربی بطن سے پیدا ہونے والے مہلک عوارض سے بخوبی واقف ہیں اور مغربی معاشرہ میں اولاد کی تربیت کے فقدان کے نتائج سے بخوبی آشنا ہیں۔

بچوں کی وہ آغوش جہاں سے تربیت کا آغاز ہوتا ہے وہ خود آزادی کے نام پر اتنی گمراہ ہوچکی ہے کہ اب خود اس کی اصلاح کی ضرورت ہے وہ بچوں کی تربیت کیا کرے گی۔ مغرب کی عورت اپنے معاشرے میں مردوں کی ذمہ داریوں کا توازن قائم نہیں رکھ

سکی اور قوم کے بنیادی مسائل کو حل کرنے کا شعور اپنے اندر پیدا نہیں کر سکی لہٰذا وہ وقت کے نامحسوس تھپیڑوں سے تاراج ہوتی جارہی ہے۔

مولانا موصوف کی دانش نگاہی اور ادراک کی صلاحیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا انہوں نے مغربی معاشرہ میں عریانیت فحاشیت، دھوکہ دہی، جھوٹ، فریب، مکاری، بے حیائی کو بڑے قریب سے دیکھا ہے اور ان خرابیوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے معاشرہ کی پیروی کرنے والے مسلمانوں اور خصوصاً عامتہ المومنین کی توجہ اولاد کی تربیت کی جانب مبذول کرائی ہے۔ انہوں نے اپنے ملفوظات و خطابات میں اولاد کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ اس کی عقلی تربیت پر بھی زور دیا ہے۔ بچے کے فکر و شعور اور فہم و ادراک کی سطح کو بلند کرنے کے علاوہ رائے طلب امور و معاملات میں صحیح اور منطقی سوچ بچار کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے عقلی تربیت ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی اخلاقی تربیت پر بھی زور دیا ہے تاکہ بچے کو اچھی اور اعلیٰ صفات کا حامل بنایا جاسکے، جب ایک معاشرہ کے افراد جسم و روح اور عقل کے لحاظ سے صحیح و سالم ہوں گے تو وہ معاشرہ یقیناً ترقی و پیشرفت حاصل کرے گا اور خود کو ہر طرح کے انحرافات سے محفوظ رکھے گا۔

تربیت کی ذمہ داری اور وظیفہ یہ ہے کہ افراد کی روحانی سلامتی کی حفاظت کی جائے، انسان کو اس چیز کا اہل بنایا جائے کہ وہ گہرے احساس و شعور کا حامل نظر آئے تاکہ اولاد اپنے گھر، اپنے خاندان اور اپنے معاشرے کے ساتھ مناسب ہم آہنگی پیدا کر سکے اور گھر ہی وہ مرکز ہے جہاں بچوں کی اخلاقی صحت کا سنگ بنیاد رکھا جاتا ہے اور اس کا مرکزی کردار اس کی ماں اور اس کا باپ ہے جو اگر خود بے تربیت ہوں گے اور اسلام کی تعلیمات و محمد و آل محمد علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ سے بے خبر ہوں گے، مغرب زدہ ہوں گے تو وہ اپنی اولاد کی تربیت صحیح اسلامی خطوط پر کیسے کر سکتے ہیں۔

مولانا زکی باقی صاحب نے انتہائی غیر محسوس طریقے سے تربیتی عوامل پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ انسان کی تربیت سے مراد انہی عوامل کو اس فرد کے مفاد کی طرف متوجہ کرنا

ہے یا پھر بسا اوقات تربیت کا مقصد ان عوامل کے غلط اثرات میں کمی پیدا کرنا بھی ہوسکتا ہے ان تربیتی عوامل میں سرفہرست والدین پھر گھر اور خاندان ہے۔

انسان پر اس کے گھر اور خاندان کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ لامحدود ہیں بلکہ اس ضمن میں کہا جاسکتا ہے کہ ہر فرد کی تربیت کی بنیاد گھر سے ہی شروع ہوتی ہے چنانچہ وہ ماحول جو بچے کو نفسیاتی طور پر فراہم کیا جاتا ہے، وہ وسائل جن کے ذریعے بچے کی نفسیاتی ضروریات مہیا ہوتی ہے، نیز وہ مواقع جو بچے کو اس کی فطری خواہشات اور رجحانات کو پورا کرنے کے لیے اسے فراہم کیے جاتے ہیں ان سب کا بچے کی نشوونما پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ گھر ہی وہ مرکز ہے جہاں بچوں کی اخلاقی صحت کا سنگ بنیاد رکھا جاتا ہے۔

یہ سب ایسے موضوعات ہیں جن کے متعلق بہت سے سطحی علم رکھنے والوں کے بقول مجلس کے موضوعات نہیں ہیں تو پھر ان قطعی اہم موضوعات کو عامۃ المومنین کے گوش گزار کیسے کیا جائے؟ ہمارے یہاں سمعی علم زیادہ متعارف ہے اور پھر علم کا رزق ہمارے یہاں تقسیم ہی مجالس میں ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے بچوں کی تربیت ہی نہیں کریں گے تو اچھے عزادار کیسے پیدا ہوں گے۔ اچھے عزادار پیدا کرنے کے لیے تربیت ضروری ہے۔

یہ مولانا زکی باقری کی خطابت کا کمال ہے کہ وہ خشک سے خشک موضوع کو سموم و صبا بنا دیتے ہیں جو سامعین کے حسن سماعت میں اضافہ کرتے ہیں مجھے اُمید ہے کہ مولانا موصوف کی یہ کتاب حلقہ اہل نظر میں پذیرائی حاصل کرے گی۔

مولانا زکی باقری......
ایک روشن فکر اور بالغ نظر خطیب

آل محمد رزمی

معاشرتی برائیوں اور زندگی کی ناہمواریوں کو گرامی قدر مولانا زکی باقری صاحب خوب جانتے ہیں اور انہیں پہچانتے بھی ہیں انہیں اس بات کا احساس ہے کہ خطابت عبادت کے دائرے سے نکل کر سمعی تعیش تک آ گئی ہے ۔ لہٰذا ہوا کہ اس رُخ کو بدلنا انتہائی ضروری ہے اور منبر کو ایک بار پھر با مقصد خطابت کی سمت موڑنا واجب ہی نہیں بلکہ اوجب ہوگیا ہے۔ اکثر خطیب قومی مسائل کے بارے میں اظہار خیال کرنے کو مشکل عمل قرار دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ عمل بہت سے خطباء کے لیے مشکل ہو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ خطباء خود آ گاہ نہیں ہیں اور وہ اپنی ذات کو اپنے فرائض یا مسئولیت سے الگ دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں جب کہ میری نظر میں اپنی ذات اور ذمہ داریوں کا احساس و عرفان کائنات کا عرفان ہے۔

خطیب ہمارے معاشرہ کا صورت گر ہے اور خطابت ایک اہم مسئولیت نعمت اور

مذہبی حدود کے اندر بہترین عبادت ہے جس کا مقصد خوشنودی خدا و محمد و آل محمد علیہم السلام ہے نہ کہ خوشنودی عوام اسلامی خطابت میں ان تمام امور کا لحاظ ضروری ہے جو ایک واعظ، عالم، خطیب، ذاکر، مبلّغ، پیغام رساں، مصلح اور معلم کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اس حوالے سے مولانا زکی باقری صاحب ایک ذمہ دار خطیب ہیں اور اپنی خطیبانہ مسئولیت سے بخوبی واقف ہیں۔ خطابت میں ان کا انداز و اسلوب بہت سادہ و دلکش، زبان شیریں و فصیح، لہجہ نرم ہے۔ انہی خوبیوں نے انہیں کراچی میں حیرت انگیز محبوبیت بخشی ہے۔

مولانا محترم کی تقاریر کا مجموعہ ''تربیت اولاد اور فرائض والدین'' کے نام سے منظر عام پر آرہا ہے جس میں آپ نے معاشرہ کے اہم ترین موضوع کو اپنا سرنامہ کلام بنایا ہے۔ شعور فردا یعنی نئی نسل کی تربیت کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انسان اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوکر نہ صرف اپنی زندگی بسر کرتا ہے بلکہ اپنی گفتار و رفتار کو بھی اپنے ماحول اور معاشرے میں پائے جانے والے کرداروں کے مطابق ڈھالنے کی سعی کرتا ہے۔ اولاد کی تربیت کا پہلا مرکز اس کا گھر ہے کیوں کہ تمام تر اعلیٰ اخلاقی اقدار وسچائی وغیرہ سے لگاؤ، جھوٹ اور غلط باتوں سے نفرت، دوسروں کے ساتھ تعاون کرنے میں دلچسپی، اپنے ہم جنسوں سے انس ومحبت اور آخر کار اچھی خصلتوں اور طور طریقوں کو اپنانا، جب کہ برائیوں اور رسوا کن امور کے خلاف جدوجہد اور ایسے ہی دیگر امور و معاملات کے بارے میں بچہ سب کچھ اپنے گھر کے ماحول سے سیکھتا ہے۔

بچے کے فکری اور ذہنی ڈھانچے کی تعمیر وسلامتی کے لئے سماعتی ذرائع جیسے مختلف الفاظ وعبارات، قصّے کہانیاں جو بچوں کو سنائے جاتے ہیں یا پھر مشاہداتی وسائل وغیرہ کے ذریعے بچہ جو کہانیاں سنتا اور دیکھتا ہے یہ سب چیزیں مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ ان میں ایک مؤثر کردار ہماری مجالس کا ہے جہاں بچہ بہت چھوٹی عمر سے ماں باپ کے ساتھ جانے لگتا ہے۔

ہمارے بزرگ خطباء اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ مجالس سہل ہوں تا کہ بچے بھی سمجھ لیں لیکن اب ایسا نہیں ہوتا بلکہ گوئٹے، فلپ ہٹی اور نطشے کو اس انداز سے پیش کیا

جاتا ہے جیسے یہ ہماری Ideal شخصتیں ہوں اور ہمارے لیے حجت ہوں۔قرانی قصص اب ہمارے خطباء کے نزدیک قصہ پارینہ بن چکے ہیں بلکہ Out of Date ہوچکے ہیں۔

مولانا زکی باقری صاحب دام مجدہ نے اپنی تقاریر میں اس بات کی امکانی کوشش کی ہے کہ قوم کو اولاد کی تربیت کی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں اور انہیں غلط قسم کے ماحول اور ایسے اثرات سے دور رکھیں جو خاندان کی ذلت و رسوائی کا باعث بنتے ہیں۔بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کے لیے مدارس اور درسگاہوں کا انتخاب بھی ضروری ہے کیوں کہ اکثر بگاڑ اسکولوں سے پیدا ہوتا ہے۔چاہیئے کہ ایسے اسکول کا انتخاب کیا جائے جہاں بچے کو تربیتی ماحول فراہم کیا جارہا ہو۔

مولانا زکی باقری صاحب نے خطابت میں حقیقت وصداقت کا جو پہلو اختیار کیا ہے۔ہمیں یقین ہے کہ ہمارے دیگر خطباء میں بھی اسی طرح سچ بات کہنے کا حوصلہ پیدا ہوگا مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام خطیب ایسے ہیں حجتہ الاسلام مولانا سیّد جان علی شاہ کاظمی مدظلہ العالی، حجتہ الاسلام مولانا سیّد حسن ظفر نقوی دام مجدہ اور متعدد علمائے کرام و خطبائے عظام Honesty of Purpose کے تحت خطابت کی اس پر خار وادی میں محوسفر ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ ان چند علماء وخطباء کی وجہ سے خطابت کی تاریخ شرمندہ نہ ہوگی بلکہ سُرخرو ہوگی، وہ اپنے عہد خطابت کے گواہ ہیں ان کا ضمیر جاگ رہا ہے، وہ قوم کی صحیح عکاسی کررہے ہیں اور مومنین کو محمد و آل محمد علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی دعوت دے رہے ہیں اور ان ذوات مقدسہ سے اپنی وفاداریوں کے نشے میں سرشار نظر آتے ہیں۔

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مولانا زکی باقری صاحب ایک واضح Commitment کے خطیب ہونے کے ناطے قوم کے امانت دار قرار پائیں گے اور نئی نسل کی تربیت اور قوم کو نکھارنے،سنوارنے مہذب و مذہبی بنانے میں بھرپور کردار ادا کریں گے۔

قابل ذکر و مبارک باد ہیں ادارہ محفوظ بک ایجنسی کے محترم سیّد عنایت حسین رضوی جو معیاری کتابوں کی اشاعت کے ذریعہ ادبی و مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مجلس اول

اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان اللعین الرجیم۔
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا و ماکنا لنھتدی لولاان ھدانا اللّٰہ لقد جائت رسل ربنا بالحق و الصلوٰۃ و السلام علی نبی الامی المکی المدنی القرشی الھاشمی الخاتم لماسبق و الفاتح لما الغلق۔ المعلن الحق بالحق ابی القاسم محمد و آلہ الطیبن الطاھرین المعصومین المظلومین الغر المیامین المنتجبین الذین اذھب اللّٰہ عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا۔ ورحمۃ اللّٰہ علی محبّیھم و لعنۃ اللّٰہ علیٰ اعدائھم اجمعین اما بعد فقد قال اللّٰہ و ھوا اصدق القائلین و قولہ الحق۔
بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم و اذقال لقمٰن لابنہ وھو یعظہ یا بُنَیّ لاتشرک باللّٰہ ط ان الشرک لظلم عظیم۔ (سورہ لقمان آیت ۱۳)

گفتگو کا آغاز ہے اور ہماری گفتگو بہت ہی اہم اور ضروری topic پر ہے اور یہ ایسا topic نہیں ہے جسے ایک سال سن کر فراموش کر دینا ہے بلکہ اس پر آپ سب کو بہت سا work کرنا ہے۔

اور اس میں educators ،parents اور مدرسین کا involvement بہت زیادہ ہے، اور یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ہماری بحث تربیت اولاد پر ہے Dicipline of the children ۔اور یہ مسئلہ اس لئے بھی اہم ہے کہ بچے ہر سال پیدا ہوتے ہیں اور ہر سال اور ہر لمحہ بالغ ہورہے ہیں۔ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ ایک سال پیدا ہوئے اور اگلے سال نہیں۔

ان مجالس میں آپ کو صرف اشارے ملیں گے اور جیسا کہ میں نے پچھلے سال کہا تھا کہ ان اشاروں سے فائدہ اٹھا کر آپ کو گھر میں Homework کرنا پڑتا ہے۔ ہر کام مولوی نہیں کرے گا۔ ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دس دن مجلسوں میں شریک ہوگئے الحمدللہ بڑا کام کیا۔ جی نہیں بلکہ یہ حرکت (پرآمادہ کرنے) کی جگہ ہے۔حرکت کی تعریف آپ کو یہاں سے ملے گی لیکن تمام عمر حرکت میں رہنا آپ کا کام ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں تو میں last century کی عظیم شخصیت اور ہجری کلینڈر کی بڑی شخصیت امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ کے اس جملے سے شروع کرنا چاہتا ہوں

''یکے از صدمھائے کہ از قدرت ھائے بزرگ خوردیم ہمینِ صدمنہ
شخصیت بودے انھا کوشش کردند از ما شخصیت ما بگیرند۔''

بڑی قوتوں سے جو سب سے بڑا نقصان ہمیں ہوا وہ یہ کہ انہوں نے ہم سے ہماری شخصیت کو چھین لیا ہے۔ اس کو میں اقبالؔ کی شاعری کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ اقبالؔ کو امام خمینی کے ساتھ میں اس لئے پیش کررہا ہوں کہ آپ کو ان مجلسوں کی اہمیت کا اندازہ ہوجائے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

یہاں قران کی اہم فلاسفی کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قران اپنے followers کو شخصیت دینا چاہتا ہے۔ ان کو سوسائٹی کو lead کرنا چاہئے They

should be the leaders اور وہ لوگ دنیا کو بتائیں کہ زندگی گزارنے کا سلیقہ کیا ہے۔ دنیا ہمیں نہ بتائے کہ زندگی گزارنے کا طریقہ کیا ہے۔

امام خمینی نے بتایا کہ دنیا کی بڑی قوتوں نے ہم سے ہماری شخصیتوں کو لے لیا۔ انہوں نے کہاں سے شروع کیا؟ ہمارے پانچ سال کے بچے کو اسکولوں میں لیا۔ اپنی مرضی کے مطابق اسے پڑھایا اور جب بچہ ہمارے پاس آیا تو بچہ ہمارا تھا شخصیت ان کی تھی۔

یہاں آج مجھے آ کر جو خوشی ہوئی ہے وہ اس اسکول کو دیکھ کر جو آپ کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ بچے کی تربیت ہمارے ہاتھوں میں ہونی چاہئے مگر ہم فخر کرتے ہیں کہ ہمارا بچہ فلاں مونٹیسری میں پڑھ رہا ہے، انگلش میں بات کرتا ہے۔

مجھے تکلیف ہوتی ہے جب سنتا ہوں کہ باقری صاحب Comes from Canada، بہت اچھے مولوی ہیں۔ کبھی کبھی انگلش بھی بولتے ہیں۔ ارے بھائی انگلش بولنے کا علم سے تعلق نہیں ہے۔ language کچھ اور ہے، علم کچھ اور ہے۔ اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے کا ذریعہ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

آغا خمینی کسی بھی مسئلہ کو فارسی کے علاوہ کسی زبان میں بیان نہیں کرتے تھے۔ دنیا بھر میں ان کے اقوال کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوتا تھا۔ ان کا قول زبان کا محتاج نہیں تھا۔ Idealogy زبان کی محتاج نہیں ہوتی، فکر زبان کی محتاج نہیں ہوتی، understanding، language کبھی زبان کی محتاج نہیں ہوتی۔

میں ان شاء اللہ گفتگو کروں گا کہ تربیت کب شروع کرنی چاہئے۔ میں نے جب تحقیق شروع کی تو بہت افسوس ہوا کہ تربیتِ اولاد پر صرف دو تین کتابیں اردو میں دستیاب تھیں۔ ایک مولانا ابن حسن نجفی صاحب کی کتاب اصولِ تربیت۔ چھوٹی سی کتاب ہے یہیں پاکستان میں چھپی ہے۔ اصولی باتیں ہیں۔ مختصر کتاب ہے لیکن ان کی کوشش قابل داد ہے۔ بقیہ فارسی زبان سے ترجمہ ہوا ہے دو تین کتابیں ہی ہیں۔ اور آپ کو تعجب

ہوگا جب میں نے ریسرچ کرنا شروع کیا اس موضوع سے متعلق اور لائبریری جا کر کمپیوٹر پر ہاتھ لگایا تو امریکن رائٹرز نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں تربیت اولاد سے متعلق۔ تو آپ دیکھئے کہ ترقی کہاں ہوتی ہے! Hundred of books۔ جو لوگ psychologist ہیں انہوں نے بچوں کی سائیکولوجی سے متعلق لکھا ہے۔ ماہرینِ تعلیم نے تعلیم کے متعلق لکھا ہے۔ سائیکاٹرسٹ نے لکھا ہے کہ شریر بچوں کو کیسے سنبھالنا چاہئے۔

جب تحقیق کے لئے میں نکلا تو ڈر رہا تھا کہ میں دس مجلسیں پڑھ بھی سکوں گا یا نہیں۔ لیکن جب میں نے مواد کو جمع کیا تو پتہ چلا کہ تیس چالیس مجلسیں ہو سکتی ہیں۔ اور یہ بھی میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ مجلسیں guideline کا کام دیں گی۔

اگر ایک معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ آگے بڑھے تو بچوں پر کام کرے۔ plain pages ہیں ان پر جو چاہئے لکھ دیجئے۔ اگر شہادت لکھی تو شہید ہو جائیں گے۔ اگر آپ نے امانت لکھی تو امین ہو جائیں گے۔ علم لکھ دیا تو عالم ہو جائیں گے۔ آپ کے دستِ مبارک پر ان کی صفحۂ ہستی کھلی ہوئی ہے۔ ذمہ داری آپ کی ہے کہ لکھیں تو کیا لکھیں۔

کتنا بہترین موقع ہے یہ تذکرہ شہادتِ امام حسینؑ، یہ انقلابِ کربلا کہ اس کے بہانے ہم بہت سی چیزیں سیکھتے ہیں۔ یہ درسگاہِ اسلام ہے، یہ education کا بہترین سسٹم ہے۔ اس میں Age group نہیں ہے۔ کلاسوں میں جب جاتے ہیں تو وہ Age group کے مطابق ہوتی ہیں۔ منبر پر عالم کی مشکل یہ ہوتی ہے کہ اس کا مجمع Age group میں تقسیم نہیں ہوتا۔ اگر تقسیم ہو جائے تو بہت آسان ہو جائے پڑھانا۔ ہر Age کا یہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس لئے ہماری ذمہ داری ہے کہ وہ باتیں کریں جن سے بوڑھا بھی فائدہ اٹھا سکے، جوان بھی فائدہ اٹھا سکے، بچہ بھی فائدہ اٹھا سکے۔ کوئی gender کی بھی قید نہیں ہے۔ یہ انقلابِ کربلا ہم سب کی تربیت کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ شائد فلسفہ مجلسِ حسینؑ یہی ہے۔

تو آج سے کام کی باتیں شروع کریں۔ تربیت کا آغاز کب سے؟

اولین چیز جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ کام جو بچے کو بری تربیت سے روک رہے ہیں، جب تک ہم اس کے reverse کو نہیں سمجھیں گے ہم تربیت نہیں کرسکیں گے۔ دیکھئے اسلام ایک ایسا دین ہے جو فکری، منطقی، logical ہے۔ Two plus three is equal to five چار یا چھ کبھی نہیں ہوسکتے۔

اسلام کہتا ہے کہ اگر تم توحید کو سمجھنا چاہتے ہو تو اس وقت سمجھ میں آئے گی جب تم شرک کو سمجھ لو گے۔ اگر شرک کو سمجھ لیا تو توحید کو سمجھنے میں مشکل نہیں ہوگی۔ تو آپ کا کلمہ کیا ہے۔ لا الہ۔ نہیں ہے کوئی۔ یہ نہیں ہے کوئی کا چکر کیا ہے؟ بہت سیدھا جملہ ہے کہ نہیں ہے کوئی مگر ایک۔ کیا کہنا چاہتا ہے پروردگار؟

ہم سے بچے پوچھتے ہیں یورپ میں کہ مولانا کہہ دیجئے۔ There is one god یہ نہیں ہے کیوں کہہ رہے ہیں آپ؟ یہی تو فلسفہ ہے جب تک اس "نہیں" کا اقرار نہیں کرو گے وہ سمجھ میں آنے والا نہیں ہے، اسی طرح بچے کی تربیت سے پہلے مجھے یہ دیکھنا ہے کہ میرے اس بچے کو گود میں لینے والا کون ہے۔ جب تک میں اس کو نہیں سمجھوں گا میں اپنے بچے کی تربیت نہیں کرسکوں گا۔ بچہ شرارت کررہا ہے۔ ماں نے سوچا کہ میں کارٹون دکھلا کر بچے کو بہلالوں۔ ایک گھنٹہ تک TV کے سامنے بچے کو بٹھا کر آپ نے سمجھا کہ سکون ہوگیا۔ بچہ خاموش ہے۔ نہیں آپ نے بچے کو جو دینا تھا وہ نہیں دیا۔

میں نے دو تین سال پہلے اشارہ کیا تھا کہ Western scholars نے TV کی بربادیوں کے متعلق اسٹڈی کی ہے ان کا کہنا ہے کہ بچپنے سے جوان ہونے تک ایک بچہ پینتیس ہزار murder دیکھتا ہے، اور ستر ہزار Minor crimes دیکھتا ہے۔ اب خون بہتے دیکھنا اسے کسی صدمے سے دوچار نہیں کرتا۔ اب اسے کربلا سمجھ میں نہیں آتی ہے ہم سے پوچھتے ہیں کہ مولانا آج کے نوجوان روتے کیوں نہیں؟ اس لئے نہیں روتے

کہ آپ نے ان کے احساسات کو مار دیا ہے، اور ان کے احساسات کو جگانے کا کوئی ذریعہ اختیار نہیں کیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ تربیت کی مخالف sources کو سمجھ جاؤ تو تربیت میں آسانی ہوتی چلی جائیگی۔

حضرت لقمان کو مفسرین نے پیغمبر بھی کہا ہے لیکن اکثر کی رائے یہی ہے کہ He was a wise man. حکمت کی باتیں کرنے والے بہت ہوشیار آدمی تھے۔ اپنے بچے کو نصیحت کرتے ہیں تو پروردگار لقمان کی نصیحت کو قران میں جگہ دیتا ہے۔

''واذ قال لقمٰن لابنه وهو يعظه يا بنيّ لا تشرك o بالله ان الشرك لظلم عظيم o'' پہلا سبق جو دے رہے ہیں لقمان۔ عجیب و غریب طریقہ ہے اور کتنا پیارا طریقہ ہے۔ واذقال لقمٰن لابنه (اے محمدؐ) یاد کرو لقمان نے اپنے بچے کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے، explain کرتے ہوئے یہ کہا تھا: اے میرے بیٹے۔ دیکھئے طریقہ کتنا پیارا ہے۔ ہماری بھی approach یہی ہونی چاہئے: میرے لعل، میری آنکھیں، میرے دل۔

حدیثِ کساء میں آپ نہیں سنا کرتے ہیں؟ امامِ حسنؑ آ کر سلام کرتے ہیں۔

اسلام علیکِ یا اماہ۔

اور اماں نے جواب دیا: وعلیک السلام یا قرة عینی و ثمرة فوادی اے میری آنکھوں کے نور، اے میرے دل کے میوے۔

اگر یہ طریقہ ہوگا تو پھر جو چاہیں سبق دے سکیں گے۔ اگر باپ یا ماں محبت کے لہجے میں بچے سے گفتگو کرنے لگیں تو بچے میں ہدایت کے آثار نمودار ہونے لگیں گے۔ ہدایت اس پر اثر کرے گی۔

حضرت لقمان کہتے ہیں۔ 'یا بنیّ لا تشرک بالله' اے میرے بیٹے خدا کی قسم شرک نہیں کرو، خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

'ان الشرک لظلم عظیم' شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

پہلا درس جو انسانیت کو دینا چاہئے وہ توحید کا درس ہے، شرک سے بچانے کا درس ہے۔ صرف بت کو سامنے رکھ کر پوجا کرنے کا نام ہی شرک نہیں ہے بلکہ انسان کا اپنی زندگی میں دو Idealogies کو اپنا لینا بھی شرک ہے۔ دو افکار کو اپنی زندگی پر لاد لینا بھی شرک ہے۔ ایک اسلامی آئیڈیالوجی ہے ایک دنیاوی آئیڈیالوجی ہے۔ دنیاوی آئیڈیالوجی کو اپنا کر زندگی بسر کرنا غلط ہے۔

''دیکھئے مولانا! میں ایک بزنس مین ہوں اتنا گاڑھا مسلمان نہیں ہوں''۔

''ارے بھائی اسلام میں گاڑھا اور پتلا کہاں سے شروع ہوا میں آج تک نہیں سمجھ پایا''۔

''مولانا آپ جیسا مسلمان نہیں ہوں''۔

''تو بھائی مولوی کا اسلام اور ہے آپ کا اسلام اور ہے؟''

رسول اللہؐ تو معاشرہ میں رہا کرتے تھے۔ کبھی معاشرہ سے ہٹ کر زندگی نہیں گزاری، کبھی سوسائٹی سے نہیں ہٹے، معاشرہ کا فرد بن کر ہدایت کی ہے۔ مولوی بھی فردِ جامعہ (معاشرہ) ہے chritianity میں کیا کیا گیا۔ state اور religion کو جدا کر دیا گیا۔ گناہ کرتے رہے۔ پھر کھڑکی کے پاس گئے جس کے ادھر پادری بیٹھا ہوا ہے۔ کہا: میں نے یہ گناہ کیا، یہ گناہ کیا۔ اس نے کہا: میں نے بخش دیا۔

وہ بخشنے والا بیوقوف، یہ ماننے والا بیوقوف۔

مجھ جیسا انسان جس نے نہ جانے خود بھی کتنے گناہ کئے ہوں گے اس سے جا کر کہا جا رہا ہے کہ میں نے یہ یہ گناہ کئے۔ وہ کہہ رہا ہے: کوئی بات نہیں تم عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانو تمہارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ہوا کیا کہ انسانوں نے ہدایت کو اتنا اتارا اتنا نیچے کیا کہ اپنے برابر لے آئے۔

معنئ شرک دو خدا کو ماننا ہے۔ خدا کا بیٹا مان لینا نہیں ہے۔ معنئ شرک کیا ہے جہاں مزہ آئے اس کو لے لینا جہاں مزہ نہیں آئے اسے چھوڑ دینا۔ پانچ منٹ نماز پڑھ کر

بڑا سکون ہوتا ہے۔ خمس وزکوٰۃ۔ یہ مولویوں کے چکر ہیں۔ جہاں دینے کا مسئلہ ہے اس کا ہم سے تعلق نہیں ہے۔ نماز بہت اچھی چیز ہے۔ دینا تھوڑی ہے کچھ!

قران ان کی بات دہراتا ہے '' نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ '' (سورۂ نساء آیت ۱۵۰) ہم کچھ پر ایمان لاتے ہیں کچھ پر ایمان نہیں لاتے۔ میں مثال دیتا ہوں اسے اچھی طرح یاد رکھئے۔ ایک شخص یہاں داخل ہوتا ہے چیر پھاند کر آگے آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ دو چار منٹ بعد اٹھ کر واپس چلا جاتا ہے۔ پھر دو منٹ کے بعد آتا ہے پورے مجمع کو چیر پھاڑ کے آگے آجاتا ہے، دو منٹ کے بعد پھر چلا جاتا ہے۔

آپ کا reaction کیا ہوگا؟ آپ اس کے ساتھ کیا کریں گے یا یہ سمجھیں گے بے چارہ عقل سے معذور ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ یا اگر آپ اسے سمجھتے ہیں کہ عقلمند ہے تو اس سے کہیں گے: اے بھائی یا پورے آجاؤ یا پورے چلے جاؤ۔ اسلام یہی کہتا ہے کہ اگر اللہ کا تم نے نام لیا ہے تو یا پورے (دین میں) آجاؤ یا پورے (دین سے) چلے جاؤ۔

تو کس کو cheat کر رہے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم Whome they are cheating? اپنے آپ کو۔ کسی کو یہ دھوکہ دے سکتے ہیں؟۔ نہیں۔ یہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔

سب سے پہلے جو درس ماں باپ کو بچے کو دینا ہے وہ توحید کا درس ہے۔ شرک بچے کو نہیں سکھانا ہے۔ ہم کس طرح بچے کو شرک سکھاتے ہیں؟ اسلام کہتا ہے کہ سچ بولو ہم بچے کو سکھاتے ہیں جھوٹ بولو۔ '' ارے مولانا ہم نے کبھی بچے کو جھوٹ بولنا نہیں سکھایا!'' سکھایا تو نہیں لیکن عمل ایسا کیا کہ وہ جھوٹ بولنے لگا۔ کون سا عمل؟ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ بیٹے نے ٹیلی فون اٹھایا باپ کی طرف دیکھا۔ باپ نے کہا: میں نہیں ہوں۔ بچہ سیدھا سادھا اس نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا چنانچہ ٹیلی فون پر کہا: بابا کہہ رہے ہیں کہ وہ نہیں ہیں۔

تو کس نے سکھایا بچے کو جھوٹ؟۔فطرت میں جھوٹ نہیں ہے۔فطرت میں بزدلی نہیں ہے۔ یہ ماں باپ ہیں جو بچے کو بزدل بنادیتے ہیں۔ یہ ماں باپ ہیں جو بچے کو جھوٹا بنادیتے ہیں، یہ ماں باپ ہیں جو بچے کو فطرت سے ہٹا دیتے ہیں۔ وہ شجیع بھی ہوتا ہے، وہ عالم بھی ہوتا ہے، وہ قوی بھی ہوتا ہے، وہ بہادر بھی ہوتا ہے۔

(اب سمجھئے کہ ابو طالب کون تھے؟)

یا بنیّ لا تشرک باللّٰہ ان الشرک لظلم عظیم ' سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ حضرت لقمان کے بہت سے قصے آپ نے سنے ہوں گے یہ قصہ کیونکہ میرے topic سے related ہے اس لئے بیان کررہا ہوں۔ کسی قصے کو میں یوں ہی بیان نہیں کرتا اس کے پیچھے ایک درس بھی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان سفر پر نکلے۔ اس زمانے میں سواری یا گدھا ہوتا تھا یا خچر۔ دونوں باپ بیٹے سوار ہوگئے۔ (بیٹے کو سبق بھی دینا تھا) آگے بڑھے ایک قافلہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا کہ کتنے بے رحم باپ بیٹے ہیں کہ ایک سواری پر دونوں سوار ہیں۔لقمان نے کہا: بیٹا سنا تم نے! کہا: ہاں۔تو کیا کرنا چاہئے۔کہا: بیٹا تم اتر جاؤ میں بیٹھا رہوں گا۔

بیٹا مہار کو تھامے ہوئے چل پڑا۔ دوسرا قافلہ ملا۔ انہوں نے کہا: کتنا بے رحم باپ ہے کہ خود سوار ہے اور بیٹا پیدل چل رہا ہے۔لقمان نے کہا: بیٹا سنا تم نے! کہا: ہاں۔ اب کیا کرنا ہے۔ بیٹے کو سوار کرادیا اور خود پیدل چلنے لگے۔ تیسرا قافلہ ملا۔ انہوں نے کہا: اس بچے میں تو اخلاق ہی نہیں ہے۔خود بیٹھا ہوا ہے اور ضعیف باپ پیدل چل رہا ہے۔کہا: بیٹا سنا! کہا: ہاں سن لیا۔تو اب کیا راستہ ہے؟ ۔کہا: اب یہی ہے کہ ہم دونوں پیدل چلیں۔ چنانچہ سواری کی مہار تھام کر پیدل چلنے لگے۔

ایک اور قافلہ ملا۔ انہوں نے کہا: ان سے زیادہ بیوقوف ہم نے نہیں دیکھے کہ سواری ہے اور پیدل چل رہے ہیں۔ کہا: بیٹا سن لیا! کہا: ہاں اب کیا راستہ ہے؟ کہا: ایک ہی راستہ ہے کہ اس گدھے کے پیروں کو باندھو اور اٹھالو۔ چنانچہ اس طرح چلے۔

ایک اور قافلہ ملا اور اس نے کہا: ایسے بیوقوف دنیا میں نہیں دیکھے جو سواری کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ تو کیا کریں؟ یہاں حضرت لقمان نے رک کر بچے کو سمجھایا کہ سفر سے پہلے منزل کا تعین کرو کہ کہاں جانا ہے۔ پھر جس راستے سے جانا ہے اس کا تعین کرو۔ پھر جس طرح جانا ہے اس کا تعین کرو اور پھر یہ نہ دیکھو کہ یہ کیا کہتے ہیں اور وہ کیا کہتے ہیں۔

تو تربیت اولاد کب شروع کرنی چاہئے؟ اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان کی تربیت کے عوامل تین ہیں Factors of dicipline۔ پہلا عامل توارث یعنی Inheritance۔ Inheritance کیا ہے۔ ڈاکٹر پوچھتے ہیں ذیابیطس جو آپ کو شروع ہوئی ہے کیا آپ کے والد کو تھی؟۔ ارے بھئی بیماری مجھے ہے والد سے کیا تعلق ہے؟ کہا: تعلق ہے اس لئے کہ genes وہاں پر کام کر رہے ہیں۔ کہا: والدہ کو ہے؟

تو جس طرح جسمانی بیماریاں والدین سے آ رہی ہیں، روحانی بیماریاں بھی والدین سے آ رہی ہیں۔ ابھی میں رمضان کے بعد آیت اللہ سیستانی کے پاس تھا۔ آج کل آپ کو معلوم ہے کہ genetic engineering کی بات ہو رہی ہے۔ انسان کہاں کہاں کام کر رہا ہے۔ ترکاریوں پر کام کر رہا ہے۔ یہ ٹماٹر سڑتا کیوں ہے؟ تو ایسا بنائیں کہ سڑے نہیں۔ وہ کامیاب ہو رہے ہیں۔ دماغ سڑ جائے لیکن ٹماٹر نہ سڑے۔

کردار خراب ہو جائے لیکن vegetable خراب نہ ہوں۔ اسی طرح genetic engineering میں یہ بات ہو رہی ہے کہ genes سے ان Worms کو نکال دیں جو بیماری کو آگے بڑھاتے ہیں۔ کیا ہوگا؟ لیبارٹری میں دیکھیں گے کہ یہ worm ذیابیطس کو بڑھاتا ہے اسے نکال دو۔ وہ دن آ چکے ہیں۔ میں نے آغا سے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی اشکال نہیں ہے۔

اگر بیماریوں کو نکالا جا رہا ہے، لیکن genetic engineering میں ایک خطرناک چیز لی جا رہی ہے کہ کسی کا حسن لیا، کسی کی شجاعت لی، کسی کی سخاوت لی، تو یہ

حرام ہے۔ بیماریاں نکال دیں یہ صحیح ہے لیکن مختلف لوگوں کی صفات ایک جگہ جمع کردی جائیں یہ اخلاق کے خلاف ہے۔ اس میں وراثت کا مسئلہ بھی ہے۔

اگر میڈیکل laboratories میں بیماریوں کو نکالا جاسکتا ہے تو روح کی بیماریوں کو نکالنے کی laboratories کیا ہیں؟

وراثت کیا ہے؟ تاریخ کہتی ہے کہ فاطمہ زہرؑا دنیا سے گئیں تو مولا خود مالک ہیں سلونی ''سلونی قبل ان تفقدونی'' کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن professionalism کو باقی رکھنے کے لئے مولانا نے عقیلؓ سے consult کیا: بھیا! مجھے ایک ایسا بیٹا چاہئے جو میرے حسینؑ کی مدد کرے۔

کیا کہہ رہے ہیں مولائے کائنات؟ ایک قوی بیٹے کی ضرورت ہے۔ مولا خود واقف ہیں لیکن اس سے consult کررہے ہیں جو geneology کا ماسٹر تھا، علمِ انسانیت سے واقف تھا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عرب گھوڑوں کی geneology سے بھی واقف تھے۔ اس گھوڑے کا باپ کون تھا، دادا کون تھا، کہاں کہاں جیتے، یہ سب جانتے تھے۔ اب عرب خود کو بھی بھول گئے۔ یہ خبر ہم نے سنی تھی کہ دوبئ کے ایک شیخ نے دس ملین میں ایک گھوڑا خریدا اور اس کے پالنے کے لئے ایک صاحب لندن سے آئے۔ ارے بھئی! پالنے والے کو بھی باہر سے بلا رہے ہیں۔ یہ تو آپ کی اپنی چیز تھی! (بہرحال ایک درد تھا جو بیان کردیا)

تو مولائے کائنات چاہ رہے ہیں کہ gene میری زندگی میں effect کرے۔ تاریخ کہتی ہے ایک مرتبہ عقیلؓ نے نام دیا حضرت ام البنینؑ کا۔ جن کا نام بھی فاطمہ تھا اور وہ ایک بہادر خاندان سے تھیں۔ تو پتہ چلا کہ تربیت اولاد بچے کے پیدا ہونے کے بعد نہیں ہے بلکہ بچے کے پیدا ہونے سے پہلے ہے۔

(آپ لوگ پریشان ہوگئے! بچے تو پیدا ہوچکے۔ اب کوئی چانس نہیں رہا۔ نہیں

اب بھی موقع ہے۔ دوسری شادی کر لیجئے!)

وراثت بہت اہم چیز ہے۔ لیکن پورا فیکٹر نہیں ہے۔ تربیت کے ذریعے انسان وراثت کے اثرات کو بھی بدل سکتا ہے۔

یزید کس کا بیٹا؟ معاویہ کا بیٹا۔ معاویہ کس کا بیٹا؟۔ ابوسفیان کا بیٹا۔ ابوسفیان کس کا بیٹا؟ حرب کا بیٹا۔ شجرہ خبیثہ کا بیٹا شجرہ خبیثہ۔ اس میں اچھائیاں نہیں آ سکتیں۔ یزید کے بیٹے کا نام پھر معاویہ۔ اب اس پر کہاں سے اچھا اثر پڑا۔ تاریخ نے تلاش کیا ہے۔ تخت پر آنے کے بعد سب سے پہلا خطبہ اس نے دیا کہ یہ حق اہلبیت کا ہے، مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ارے بھئی اس نے یہ بات کیسے کہہ دی؟ تو (تحقیق پر) پتہ چلا کہ اس کا ایک دوست تھا جو محبِ اہلبیت تھا۔ ایک دوست کی دوستی نے نسلوں کی برائیوں کو ختم کر دیا۔ کبھی ناامید مت ہوئیے۔ آج بھی جو بچہ میری گود میں ہے یا میرے ساتھ چل رہا ہے اس کی رہنمائی ہو سکتی ہے اگر میں اپنی ذمہ داری کو سمجھوں۔ ذمہ داری کیا ہے کہ یہ بچے امانت ہیں ہمارے پاس۔ جب ان امانتوں کو لیجئے تو بہت ہوشیار رہیئے۔

شادی کرنا واجب ہے یا سنت؟۔ (لوگ ڈر رہے ہیں کہ کیا کہیں) النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی' نکاح سنت موکدہ ہے بہت زیادہ force ہے کہ تم شادی کرو۔

واجب نہیں ہے۔ تو یہ نہ سوچیں کہ واجب نہیں تو شادی کیوں کریں کیونکہ ' اکثر اھل النار العزّاب'، جہنم میں اکثریت bachelors کی ہوگی۔ اسلام کتنا پیارا مذہب ہے! شادی کردار کے بچاؤ کے لئے ہے۔ لیکن واجب نہیں ہے۔ واجب کب ہوتی ہے؟ جب انسان کو حرام کا خوف ہو جائے۔ کونسا انسان ہے جس کو حرام کا ڈر نہ ہو؟

میں ان دنوں دو بہت اہم subjects پر کام کر رہا ہوں ایک بچوں کی تربیت اور ایک family life۔

اچھا اب دوسرا سوال شادی تو کرلی۔ لیکن کیا بچے پیدا کرنا واجب ہے؟ کسی جوڑے نے شادی کی لیکن plan کیا کہ ابھی بچے پیدا نہیں کریں گے۔ آج کل بہت سے لوگ اس سوچ کے ہیں۔ Western countries میں کہتے ہیں کہ بچے کیوں رکھیں ''کُتا'' کیوں نہ رکھیں؟

یہ بتایا جاتا ہے کہ نیویارک میں pets پر جو خرچ ہوتا ہے ایک سال میں وہ اتنا ہوتا ہے کہ Third world countries کا پورا سال کا بجٹ پورا ہوسکتا ہے۔فخر یہ بتاتے ہیں کہ میرا ''کُتا'' یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔

میرے دادا سے اگر بزرگ حضرات واقف ہوں وہ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا جو لوگ اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کرتے خدا ان کو ''کُتوں'' کی خدمت پر لگا دیتا ہے۔

تو شادی کرنا واجب نہیں ہے، بچے پیدا کرنا واجب نہیں ہے، لیکن بچہ پیدا ہونے کے بعد بچے کی تربیت واجب ہے۔ بچہ آپ کا ہے لیکن حقیقتاً وہ خدا کی طرف سے ایک امانت ہے۔ فضائل کا ایک رخ آ گیا ہے تو سنتے جایئے۔

نوزائیدہ کو لوگ کہتے ہیں معصوم ہے، ایک سال کا ہوگیا کہہ رہے ہیں معصوم ہے، دو سال کا ہوگیا کہہ رہے ہیں معصوم ہے، چار سال کا ہوگیا کہہ رہے ہیں معصوم ہے، پانچ سال کا ہوگیا اب کہتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں۔ اس کی عصمت کو لُوٹا کس نے ہے؟

بس یہ چیلنج خدا نے دیا تھا کہ میں تم کو معصوم دے رہا ہوں، اس کو معصوم ہی لوٹا دینا۔ آدمؑ تم آؤ، نوحؑ تم آؤ، ابراہیمؑ تم آؤ، موسیٰؑ تم آؤ، آدمؑ نے کہا: پروردگار میرا بیٹا غائب ہے۔ نوحؑ نے کہا: میرا بیٹا غائب ہے، میری بیوی غائب ہے۔ موسیٰؑ نے کہا: پروردگار! یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا میری اولاد ہی نہیں ہے۔ ایک مرتبہ فاطمہ زہراؑ آگے بڑھیں۔ پروردگار یہ میں کروں گی معصوم گود میں لوں گی معصوم ہی واپس کروں گی۔

ھم فاطمه و ابوھا و بعلھا و بنوھا۔ وہ فاطمہؑ ہے، فاطمہؑ کے بابا ہیں۔ اللہ رے مرکزِ تعارف! اب باپ سے بیٹی کا نہیں بلکہ بیٹی سے باپ کا تعارف کرایا جارہا

ہے۔ وہ فاطمہؑ ہیں، ان کے بابا ہیں، ان کے شوہر ہیں، ان کے بچے ہیں۔

تو فاطمہؑ نے معصوم گود میں لیا اور معصوم ہی (خدا کے) حوالے کیا۔

دو عصمتیں ہیں۔ ایک قہری، جبری، فطری عصمت۔ فرشتہ معصوم ہے گناہ کر ہی نہیں سکتا اس لئے معصوم ہے۔ یہ جبری عصمت ہے۔ دوسری عصمت ہے اختیاری کہ گناہ کر سکتا ہے لیکن نہیں کرتا۔ تو ہمارے رسولؐ اور ائمہ کو گناہ پر اختیار تھا لیکن نہیں کیا اس لئے معصوم کہلائے۔ اسی طرح اگر ہم میں سے کوئی شخص گناہ سے بچے گا تو وہ percentage wise معصوم ہوسکتا ہے۔

جھوٹ نہیں بولا جھوٹ سے معصوم، دعا نہیں کی دعا سے معصوم، زنا نہیں کیا زنا سے معصوم تو part میں کوئی بھی معصوم ہوسکتا ہے لیکن فاطمہؑ مکمل معصوم ہیں۔ اس لئے اگر کسی کو عصمت کا کردار اپنانا ہے تو فاطمہؑ کے گھر کی طرف جائے۔

آپ کے سامنے عرض کیا گیا کہ شادی کرنا واجب نہیں ہے۔ شادی کے بعد بچے پیدا کرنا واجب نہیں ہے لیکن جب بچہ پیدا ہوجائے تو اس کی تربیت کرنا واجب ہے۔ واجب سے کیا مراد ہے؟ مثلاً نماز واجب ہے۔ تو اللہ اکبر کہا اور نماز شروع کردی کہ نماز واجب ہے۔ نہ وضو، نہ طہارت!

نہیں بلکہ جسم بھی طاہر ہو، لباس بھی طاہر ہو، مقامِ نماز بھی غصبی نہ ہو، پاک ہو، سجدہ گاہ پاک ہو، پہلے وضو کریں پھر اللہ کی قربت کی نیت کریں۔ واجب کے prefaces بھی واجب ہوتے ہیں۔

تربیت واجب ہے اس کے prefaces کیا ہیں؟ prefeces پیدائش کے بعد نہیں ہیں پیدائش سے پہلے ہیں۔

پاکستان میں ''تہذیب الاسلام'' کے نام سے جو کتاب چھپی ہے۔ تھوڑی بہت معلومات اس میں ہیں اس کا انگلش میں بھی translation ہوگیا ہے۔ اس میں شادی کے بعد husband and wife کے تعلقات کا chapter دیکھئے، اسے پڑھئے،

اسے ignore مت کیجئے۔ اس لئے کہ جو اس کا خیال کرے گا اس کی نسلوں میں طہارت ہی طہارت ہوگی۔

تو coclusion ہماری آج کی گفتگو کا یہ ہے کہ تربیت اولاد بہت اہم ہے۔ یہ بچے ہمارے ہاتھوں میں معصوم ہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ان بچوں کی معاشرہ میں صحیح تعلیم و تربیت ہو سکے۔ اس کے لئے نمونے ہمیں ذاتِ پروردگار نے اہلبیت علیہم السلام کی شکلوں میں دیئے ہیں تا کہ ان کے مطابق ہم عمل کر سکیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ گھر میں آپ نماز پڑھتے ہیں ایک دو سال کا بچہ آتا ہے تسبیح اپنے گلے میں ڈال لیتا ہے سجدہ گاہ اٹھاتا ہے اس پر سجدہ کرتا ہے۔ ایک عالم اپنا قصہ سنا رہے تھے۔ نماز کے لئے مُصلّہ بچھایا۔ ایک بچہ کھیلتا ہوا آیا اور کہنے لگا What kind of exercise is this? بچہ اگر بچپنے سے دیکھ رہا ہے کہ باپ نماز پڑھ رہا ہے، روزے رکھ رہا ہے تو بچہ تسبیح سے کھیلے گا، سجدہ گاہ سے کھیلے گا۔ لیکن اگر باپ مثلاً تاش سے کھیل رہا ہے تو بچہ بھی تاش کھیلے گا۔ اس کی کیا غلطی؟ وہ تو وہی کھیلے گا جو گھر والے کھیل رہے تھے۔ فاطمہؑ تیرا گھر ایسا گھر تھا جہاں بچے کس کس چیز سے کھیلے ہیں کوئی تسبیح سے، کوئی عبادت سے، کوئی روزے سے، کوئی شہادت سے۔ یہ بچے شہادت سے اس طرح کھیل چکے ہیں کہ ان کو پرواہ نہیں ہے کہ موت ان پر آپڑتی ہے یا یہ موت پر جا پڑتے ہیں۔

یہ خلاصہ ہے تربیت کا۔ فاطمہؑ نے ایسی تربیت حسینؑ کی کردی تھی کہ کبھی باطل کے سامنے سر کو نہ جھکانا۔ گھر لٹتا ہے تو لٹ جائے۔ دیکھو میرا دروازہ جلایا گیا میں نے حق کو چھوڑا؟ میرے پہلو پر ضرب لگائی گئی، میں نے حق کو چھوڑا؟ بیٹا حق پر ثابت قدم رہو۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ فاطمہؑ زہرا جو کبھی باہر نہیں نکلی تھیں اپنے حق کے لئے باہر نکلیں۔ نہیں بلکہ اسلام کے لئے باہر نکلیں۔ فاطمہؑ کے گھر پر آ کر کہا گیا کہ علیؑ کو ہمارے حوالے کردو۔ Fatema was the first defender of Wilayat-e-Ali فاطمہؑ کہتی ہیں کہ نہیں میں علیؑ کو تمہارے حوالے نہیں کروں گی۔ کہا

گیا کہ ہم اس گھر کو آگ لگا دیں گے۔ فاطمہؑ نے کہا: تمہیں نہیں معلوم کہ اس گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔

بتلانا چاہ رہی ہیں کہ یہ لوگ انسان بھی نہیں ہیں۔ دیکھئے چھوٹے چھوٹے بچوں کا تذکرہ کررہی ہیں۔ چھوٹے بچوں کے ذکر سے بڑے بڑے ظالم بھی رک جاتے ہیں۔ لیکن آنے والے کہتے کہ ہیں تو ہوا کریں۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ فاطمہ زہراؑ دروازے کے پیچھے اور ان کے پیچھے دیوار۔

جو بزرگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ پہلے دروازے آج کل کے دروازے کی طرح نہیں ہوتے تھے۔ بڑی بڑی کیلیں دروازوں میں ہوتی تھیں۔ آنے والے نے پیر سے اس دروازے کو دھکیلا۔ تاریخ کے الفاظ ہیں فعصروھا۔ عصر نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ تو دروازے اور دیوار کے درمیان گویا فاطمہؑ کو نچوڑ دیا گیا۔ بابا کہہ کر فاطمہؑ نے ایک چیخ بلند کی اور بیہوش ہو گئیں۔

خدا کسی گھر میں ماں باپ کو بیمار نہ کرے، ماں باپ بیمار ہوتے ہیں تو بچے ان کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں۔ حسینؑ کہہ رہے ہیں: اٹھیے اماں! زینبؑ و ام کلثومؑ کہہ رہی ہیں: آنکھیں کھولئے اماں!۔

کچھ دیر بعد فاطمہ زہرا آنکھیں کھولتی ہیں۔ ابھی محسن کی شہادت ہوئی ہے، خواتین جانتی ہیں کہ یہ کتنا مشکل کا اور تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے۔ لیکن آنکھیں کھولتے ہی کہتی ہیں۔ بیٹا بتاؤ تمہارے بابا کہاں ہیں؟

بچوں نے کہا: بابا کی گردن میں رسی ڈال کر لے گئے ہیں۔

پوچھا: کہاں لے گئے۔

بچوں نے کہا: مسجد کی طرف۔

سلمانؓ ناقل ہیں کہ فاطمہؑ نے حسنؑ و حسینؑ کا سہارا لیا۔ وہ دن میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ لرزتی کانپتی فاطمہؑ مسجد پہنچیں اور کہتی جارہی تھیں 'خلّوا ابالحسن، خلّوا

اباالحسن۔ ابوالحسن کو چھوڑ دو ابوالحسن کو چھوڑ دو۔ ورنہ میں بال کھول دوں گی۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ اتنا جملہ کہنا تھا کہ مسجد کی دیواریں زمین کو چھوڑ کر اتنی بلند ہوگئیں کہ ایک انسان ان کے نیچے سے گزر سکتا تھا۔

علیؑ آگے بڑھے اور کہا: بنتِ رسولؐ ابھی وقت نہیں آیا ہے ہاتھوں کو روک لو۔

میں کہوں گا کہ فاطمہؑ نے صرف یہ کہا تھا کہ میں بالوں کو کھول دوں گی کہ زلزلہ آ گیا تھا۔ مدینے کے در و دیوار لرزنے لگے تھے۔ ہائے زینبؑ کی چادر چھنتی ہے۔ زینبؑ مدینہ کا رخ کرتی ہے: نانا!

الا لعنت اللہ علیٰ قوم الظالمین، فسیعلمون الذین ظلموا ای منقلبِ ینقلبون۔

مجلس دوم

ہماری گفتگو تربیت اولاد سے متعلق ہے۔ میں نے اس موضوع کی اہمیت کے متعلق کچھ گزارشات کل کی مجلس میں پیش کی تھیں۔ یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ اتنا زمانہ گزر گیا ہر مرتبہ ایک نیا لمحہ آ رہا ہے ایک نیا دور آ رہا ہے اسی طرح سے ہر مرتبہ ہر لمحہ ایک نئی نسل آ رہی ہے اسی لئے ہر زمانے کی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے تربیت بھی زمانے کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔ اسلام نے بچوں کی تربیت کے اصول معین کر دیئے ہیں اور یہ کہ Guidelines کیا ہیں، خطوط کیا ہیں۔

اب Followers پر ہے کہ وہ ان guidelines پر عمل کریں یا نہ کریں اور کل میں نے عرض کیا تھا کہ یہ موضوع صرف منبر کی حد تک محدود نہیں ہونا چاہئے۔ اس میں جماعت کے کرتا دھرتا، Educationist اور جو لوگ ٹیچرز ہیں، پروفیسرز ہیں، ہر سال سیمینار کے ذریعے اور جو بھی ذرائع ہیں انہیں استعمال کرتے ہوئے ان نوجوان لوگوں کو جنہوں نے ابھی ابھی شادیاں کی ہیں، جن کے بچے ہونے جا رہے ہیں ان کو تربیت دیں اور یہ سلسلہ اگر مسلسل قائم رہے گا تو پندرہ سال بعد نیا Revolution آئے گا۔ ان شاء اللہ!

Western Scholar کا ایک جملہ سن لیجئے، بڑا عجیب و غریب جملہ ہے۔ جب کبھی کسی بچے کی شرارت کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کیسے ماں باپ ہیں کہ بچے کو تمیز نہیں سکھائی۔ غلط ہے۔ ہم نے ماں باپ کو کب سکھایا ہے کہ بچے کو سکھائیں کہ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے۔ ماں باپ کو کبھی بٹھایا ہے، سمجھایا ہے کہ بچوں کی تربیت کیسے ہونی چاہیئے؟ غذا کے متعلق بتایا ہے کہ کیا غذا دینی چاہیئے بچوں کو؟ Nutrititious غذا کیا ہے؟

ہمیں کچھ نہیں معلوم ہر بار ایک نئی نسل آرہی ہے۔ وہ معصوم بچے جو ہمارے پاس آرہے ہیں جس طرح ہم نے ہوا کو polluted کردیا ہے اس طرح ان بچوں کے minds کو بھی pollute کررہے ہیں۔ جس طرح سے کراچی کی ہوا خراب ہورہی ہے اس طرح سے بچوں کے ذہن بھی خراب ہورہے ہیں۔ تو blame نہ بچوں پر ہے نہ ماں باپ پر ہے۔ blame سارے social structure پر ہے' ساری society پر ہے۔

صرف اسلام کہنے سے اسلام نہیں آتا۔ اسلام کو زمانے کے لحاظ سے سمجھنا ہے اور مسلسل سمجھنا ہے۔ اسی لئے generation gape کا تصور اسلام میں نہیں ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ جب ہم باتیں کریں گے اور بہت سی چیزیں آپس میں سیکھیں گے اور میں خواہش کرتا ہوں کہ جو لوگ اس لائن میں ہیں' ٹیچرز ہیں ان سے request ہے میری کہ ان تقاریر کو بہت توجہ سے سنیں۔ نہ صرف سنیں بلکہ مجھے بھی feed back دیں۔

میں نے پورا ایک مہینہ دبئی میں بچوں کی تربیت سے متعلق مجلسیں پڑھی ہیں اور اگر کسی نے وہ سنی ہیں تو اس مرتبہ جو میری reserch ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ آج چار پانچ سال بعد میں خود تھوڑا سا mature ہوا ہوں۔ میں نے خود تحقیق میں تھوڑا سا اضافہ کیا ہے جو آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ حضرات مجالس کو درس گاہ حسینی سمجھ کر وہ علوم لے کر جائیں گے جو آئندہ نسلوں کے لئے فائدہ مند ہوں گے۔

کل کی مجلس کا میرا ایک جملہ یہ تھا کہ شادی کرنا واجب نہیں ہے اور شادی کے بعد بچوں کا پیدا کرنا واجب نہیں ہے لیکن بچے جیسے ہی پیدا ہوگئے ان کی تربیت کرنا واجب ہے۔

"النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی"۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ نکاح میری سنت میں سے ہے اور جس نے اس سے رغبت نہیں کی، اسے follow نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ highly recommended ہے، بہت زیادہ تاکید ہے شادی کرنے کی اگر انسان میں اپنے کو control کرنے کی قدرت ہے تو واجب نہیں کہ شادی کرے۔

اس کی فلاسفی کیا ہے مجھے اس میں جانا نہیں ہے۔ اس لئے کہ میرا موضوع وہ نہیں ہے۔ لیکن میرا اشارہ یہ ہے کہ شادی حرام کے خوف پر واجب ہوگی خود واجب نہیں ہے۔ اگر حرام کا خوف لاحق ہوجائے تو شادی واجب ہوجائیگی۔ (تو وہ کون انسان ہے جسے خوفِ حرام نہ ہو۔ بہتر ہے کہ جوان جلد سے جلد شادی کریں)۔

تو شادی واجب نہیں ہے اور شادی کے بعد بچوں کا پیدا کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ لیکن بچے کی پیدائش کے بعد اس کی تعلیم، اس کی تربیت، اس کا تغذیہ یہ سب والدین پر واجب ہے۔ تو کتنا اہم ہے یہ مسئلہ۔ ان شاء اللہ آئیندہ میں روایتوں اور حدیثوں کو آپ کے سامنے پیش کرنے کے بعد بتاؤں گا کہ اکیس برس تک ماں باپ پر فرض ہے کہ بچے کی تربیت کریں۔ ۲۱ سال کے بعد حدیث یہ کہتی ہے کہ اگر وہ بچہ گناہ کرے گا تو ماں باپ پر blame نہیں ہے لیکن اس سے پہلے اگر وہ بچہ کوئی گناہ کریگا ماں باپ are responsible۔

روز قیامت ماں باپ مسئول ہیں۔ حدیث میں ہے۔ بعض لوگوں کے اعمال نامہ میں ایسے ایسے گناہ لکھے ہوں گے جو انہوں نے نہیں کئے ہیں تو وہ بارگاہِ پروردگار میں آواز دیں گے۔ پروردگار ہم نے یہ گناہ کیا ہی نہیں ہے we never committed

this sin' تو نے یہ گناہ ہمارے نامۂ اعمال میں لگادیا ہے۔ یہ جھوٹ تو نے لگادیا گیا ہے' یہ دھوکہ بازی تو نے لگادی ہے' میں نے زندگی میں کبھی یہ کیا ہی نہیں ہے۔ آوازِ قدرت آئے گی تو نے نہیں کیا ہے تیرے بیٹے نے کیا ہے یا تیری بیٹی نے کیا ہے۔

تربیت اولاد کی اہمیت کو سمجھئے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں بچہ آ گیا بس! کھلونا بنا رہے ہیں کھیل رہے ہیں اور اسے سکھاتے پڑھاتے کچھ نہیں ہیں۔ اسی لئے مولا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام روحی وارواحنالہ الفدا کیسے اچھے مولا ہیں اور کونسی guidance ہے جو انہوں نے نہ بتائی ہو۔ مولا نے فرمایا کہ بچے کا پہلا حق the first right of the child کیا ہے' کہ اس کو صحیح نام دیں۔

آج کل فلمی دنیا اتنی ترقی کر گئی ہے کہ ماڈل بننا ہمارے پاس فیشن ہے اور فلمی ناموں کا رکھنا بھی فیشن ہوگیا ہے میں نے کئی مرتبہ سنا ہے اور میں اس سلسلے میں serious ہوتا ہوں۔ پوچھتا ہوں بچی کا نام کیا ہے؟۔ مولانا! نتاشا نتاشا''۔ میں نے کہا یہ تماشا کیا ہے۔ کبھی آپ نے ڈکشنری میں دیکھا معنیٰ کیا ہیں۔

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیں ملتا ہے کہ آپ اسلام کی ابتدائی زندگی میں ناموں کو پوچھا کرتے تھے اور عرب کے غلط ناموں کو بدل دیتے تھے۔ اب ہسٹری میں کن کن کے نام بدلے ان کا تذکرہ بھی ہے۔ تو پہلا فرض ہے ماں باپ کا نام دینا۔

میں ایک تبلیغی دورے میں ساؤتھ امریکہ گیا تھا۔ آپ نے نام سنا ہوگا ایک گھانا ہے ایک گیانا Gayana۔ ساؤتھ امریکہ میں ہے وہاں ماشاء اللہ ایک لڑکا ہے اس نے چار پانچ سو شیعہ کردیئے ہیں۔ تبلیغ کا کام ہے وہاں جب میں گفتگو کرنے لگا تو ایک نوجوان لڑکے سے پوچھا کیا نام ہے تمہارا کہنے لگا غُسل علی۔ نام جیسے ہی میں نے سنا میرے بھی لبوں پر مسکراہٹ آ گئی جیسے آپ کے آئی۔ تو کہنے لگا ?Is it wrong میں نے کہا نہیں غلط نہیں تمہیں اس کا معنیٰ نہیں معلوم۔ وہ سمجھا عربی لفظ ہے اس لئے نام رکھ

لینا چاہئیے۔ ہمارے ہاں بھی ہوتا ہے کہ آواز سے ملاتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ملا دیتے ہیں۔ میں نے کہا غسل کا معنی ہے shower۔ شاور نہانے کو کہتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ غسل جسے آپ سوچ رہے ہیں۔ کوئی بھی نہانا ہوسکتا ہے۔ میں نے اس نوجوان کا نام رکھا طاہر۔ کہ کب تک شاور میں رہو گے باہر نکلو۔

ہمارے پاس کتاب اہلبیت کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اہلبیت جیسے گھرانے کی عورتیں رکھتے ہوئے کسی اور گھرانے کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ علیؑ جیسا نام نہیں ہے فاطمہؑ جیسا نام نہیں ہے۔ سکینہؑ جیسا نام نہیں ہے۔ زینبؑ جیسا نام نہیں ہے۔ مولا امام حسینؑ کے تین بیٹوں کے نام علیؑ ہیں۔

علیؑ اصغر، علیؑ اکبر، علیؑ اوسط دو فاطمہؑ ہیں فاطمہ صغراؑ، فاطمہؑ کبرا۔

دیکھئے نام مسلسل Repeat ہورہے ہیں۔ Repeat ہونے سے گھبرانا نہیں ہے۔ جس گھر میں فاطمہؑ ہو اس کا اثر کیا ہوگا۔ جس گھر میں سکینہؑ ہو اس کا اثر کیا ہوگا اور نام کو بگاڑیئے بھی نہیں۔ سکینہؑ کو سکّو مت پکاریئے۔ فاطمہ کو فطّو نہ پکاریئے۔ پورے نام کے ساتھ پکاریئے۔ اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔

تو پہلی ذمہ داری ماں باپ کا صحیح نام دینا ہے۔ یہ نہ دیکھیں کہ کراچی میں کون بہترین series چل رہی ہے۔ اس میں ہیروئین کا نام کیا ہے۔ بیٹی بنے گی تو وہی ہیروئین بنے گی۔ آپ کی بیٹی سکینہؑ کی فاطمہؑ کی سیرت لینے والی نہیں ہے۔ پہلے بگاڑنے والے آپ ہیں۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

اگر پہلی ہی اینٹ ٹیڑھی رکھ دی جائے تو دیوار جب بلند ہوگی تو ٹیڑھی ہی ہوگی۔ اس لئے اسلام نے کہا کہ نام صحیح دو۔ معنی دار نام دو۔ نام بامعنی و بامفہوم ہو۔

دوسرا فرض مولا نے یہ بتایا کہ قران کی تعلیم دو۔ ہمارے پاس بہت بڑا شو ہوتا ہے کہ مولانا بسم اللہ خوانی ہے بچے کی۔ بڑی پارٹی ہوتی ہے لڈو بنتے ہیں اور انہیں مولوی

صاحب اور بچے کے سامنے رکھ دیتے ہیں پھر بسم اللہ پڑھائی جاتی ہے **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقرا باسم ربک الذی خلق۔** اور اس کے بعد ان لڈوؤں کا نام بھی مالم یعلم کے لڈو رکھے ہیں۔ اسی سورہ کی آیت ہے۔ **علم الانسان مالم یعلم۔**

بڑا شور ہے کہ آج بچے کی بسم اللہ ہے۔

مناؤ جشن بہاراں اس احتیاط کے ساتھ
تمہارے اپنے دیئے سے کسی کا گھر نہ جلے

خوشی مناتے ہوئے بھی بہت محتاط رہئیے۔ فاطمہ زہراؑ محفل میں زیور پہن کر نہیں گئیں۔ کسی نے کہا: میسر ہے تو کیوں نہ پہنا فرمایا: ممکن ہے محفل میں کسی بہن کے پاس یہ زیور نہ ہو۔

بچے کی برتھ ڈے کر رہا ہوں میں، بچے کی بسم اللہ کر رہا ہوں۔ کئی تو ایسے ہوں گے جو اس دن بچے کو لقمہ بھی نہیں دے پاتے۔ میں خوش ہو رہا ہوں۔ دیکھئے ہوشیار رہئے۔ sensetive بنئے۔ اسلام sensetiveness کا نام ہے، احساس کے زندہ رکھنے کا نام اسلام ہے۔

استاد صاحب بیٹھے پڑھانے کے لئے کہا: بیٹا الف۔ بیٹا پڑھتا ہی نہیں۔ سب سمجھا رہے ہیں کہ بیٹا الف کہو۔ بیٹا خاموش۔ جیسے کسی شادی کے موقع پر دلہن خاموش۔ آخر میں باپ نے ڈانٹ کر کہا کہتے کیوں نہیں۔ اس نے کہا: مجھے معلوم ہے آج کہہ رہے ہو الف کہو، کل کہو گے ''ب'' بھی کہو۔ تو نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ الف ہی نہیں کہوں گا تاکہ ''ب'' کی نوبت آئے۔

ہم لوگ بھی ایسے مسلمان ہیں کہ الف ہی نہیں کہنا چاہتے۔ educate ہی نہیں کرنا چاہتے اپنے آپ کو۔ مولانا ذرا دور ہی رہیں تو اچھا ہے اس لئے کہ زیادہ معلومات کا، مطلب زیادہ ذمہ داری۔

تو مولا نے کیا کہا؟ پہلا فرض ماں باپ کا یہ ہے کہ اسے صحیح نام دیں۔ دوسرا حق یہ

ہے کہ اسے قران کی تعلیم دیں۔ ''میرا بچہ بہترین انگلش بولتا ہے۔ بہترین کانونٹ میں رہتا ہے۔ قران بھی پڑھتا ہے۔ مولانا بہترین قران پڑھتا ہے'' ''معلوم بھی ہے قران میں کیا ہے؟'' ۔ ''نہ نہ مولانا البتہ ہم نے اس کی بسم اللہ کے بعد قران ختم کرایا۔ ہمارے بیٹے نے قران ختم کرلیا' ہماری بیٹی نے قران ختم کرلیا۔ ختمِ قران کا جشن ہوا مٹھائی بٹی سب کو بتایا گیا کہ قران ختم ہوگیا''۔

''ارے بھائی قران ختم کہاں ہوتا ہے۔ قران شروع ہوتا ہے۔ قران ابتدا کرتا ہے انسان کی زندگی کی۔'' ختم قران کہتے ہیں۔ یہ ختم قران میں آج تک نہیں سمجھا۔ آپ نے پڑھنے کا سلسلہ ختم کردیا ہے۔ قران ختم نہیں ہوا ہے۔ آپ کی زبان ختم ہوگئی ہے۔

تو تعلیم قران یہ اچھی طرح exponder (غور) کیجئے۔ میں خواہش کرتا ہوں کہ آج جایئے تکیہ سے سر لگایئے اور غور کیجئے کہ مولا کا یہ قول کیا ہے کہ بچوں کو تعلیم قران دو۔ معنی کیا ہیں۔ تعلیم سے مراد صرف رٹنا نہیں ہے۔ ارے بھائی پورا پارہ پڑھ لیجئے اس لئے کہ پورے رمضان میں قران پورا کرنا ہے۔ اب اس طرح پڑھ رہے ہیں کہ نہ سامنے ملاّ کو معلوم ہے نہ پیچھے نمازیوں کو معلوم ہے کہ کیا ہورہا ہے۔ اس لئے کہ پورا جز پورا کرنا ہے۔ پوری نماز تیز سے تیز۔ اور وہی ملاّ کامیاب ہے جو تیزی سے نماز پڑھاتا ہے۔ اسی لئے ہم نے سنا اندھے حافظوں کو کہ نہ ادھر دیکھتے ہیں اور نہ ادھر دیکھتے ہیں۔ ان کا کام ہی پڑھتے چلے جانا ہے۔

قران کہتا ہے لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ (سورہ قیامت آیت ۱۶) اپنی زبان کو جلدی جلدی مت چلا۔ قران تیز پڑھنے کی کتاب نہیں ہے۔ ہر لفظ کو دیکھنا ہے' پرکھنا ہے' apply کرنا ہے زندگی پر اور پھر آگے بڑھنا ہے۔ سیرت رسول اللہ میں ہے کہ رسول اللہ دس آیتوں کی تعلیم دیتے تھے پھر اپنے اصحاب سے کہتے تھے کہ جاؤ انہیں زندگی پر apply کرو۔ پھر دوسروں کو دس آیتوں کی تعلیم دو اور پھر جب پلٹ کر آؤ گے

تو دوسری دس آیتوں کی تعلیم دی جائیگی۔

ہم پورا قران پڑھا دیتے ہیں لیکن نہ الف سے واقف ہیں اور نہ آخری ناس سے واقف ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب قران کے اصول سے ہی واقف نہیں ہیں تو اس پر عمل کہاں سے کریں گے۔ تکلیف ہورہی ہے نا بھئی! اب کہاں نعرے لگیں گے کہاں صلوٰۃ ہوگی۔ اتنے مولانا آئے ہیں اتنے انجکشن تو کسی نے نہیں دیئے۔

کہتے ہیں Islamic education۔ یہ کیا ہے؟ میں آج تک سمجھ نہیں سکا ہوں۔ کہنے لگے۔ مولانا یہ مدرسہ دینی مدرسہ ہے۔ ارے بھئی یہ دینی مدرسہ کیا؟ یہ میرا بچہ جو BA پڑھ رہا ہے BE پڑھ رہا ہے' کیا یہ دینی نہیں ہے؟ اسلام مکمل حیات کا نام ہے جو بھی آپ علم حاصل کررہے ہیں وہ دین ہے۔ اگر اللہ کے لئے حاصل کیا جارہا ہے یعنی ذہن میں یہ ہے کہ اگر میرا بچہ انجینئر بن رہا ہے اللہ کے لئے تو خود اس کا تعلیم کا حاصل کرنا دین ہے۔ اسلام نے روکا نہیں ہے۔ کیسے کیسے راہنما ہیں ہمارے پاس۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ چار ہزار شاگرد تھے چھٹے امام کے They were learned people۔ خالی ایسے ویسے نہیں Ninety subjects پر امام نے درس دیا ہے نوے(90) موضوعات پر۔ آپکا بچہ کہاں جارہا ہے؟ ۔ بچہ جارہا ہے کہیں اور۔ میری خواہش ہے کہ صرف ابتدائی طور پر محفل مرتضیٰ میں جو اسکول چل رہا ہے اسے ہائی اسکول تک بڑھائیں۔ ہائی اسکول سے آگے بڑھائیں۔ تعلیم آپ کا بچہ آپ کے ماحول میں سیکھے گا دوسرے کو سکھانے کے قابل ہوجائیگا۔

Tom, Deck & Harry کبھی اسلام سکھا نہیں سکتے۔ اسلام ایک مومن سکھا سکتا ہے۔ کل میں نے اشارہ کیا تھا۔

یکے از صدمھائے کہ از قدرت ہائے بزرگ خوردیم صدمہ شخصیت بودے۔ امام خمینی رحمت اللہ نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ سب سے بڑا صدمہ جو ہمیں پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری شخصیتوں کو ہم سے چھین لیا گیا۔ کہاں سے؟ اسکولوں سے۔

ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ کلمہ پڑھ رہا ہے' نماز پڑھ رہا ہے جی نہیں اس کی فکر کچھ اور ہے

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

یہ ''تو'' کیا ہے۔ حقیقت میں میرا وجود ساری دنیا کو پتہ چلنا چاہئیے کہ میں کون ہوں۔ مومن reflect کرتا ہے ساری دنیا کو۔ تو اہمیت اس موضوع کی اتنی زیادہ ہے کہ میں نے یہ خواہش کی ہے کہ یہ پوری دس مجلسیں آپ کو نقوش کا کام دیں۔ جیسا کہ سال گذشتہ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ یہ مجلسیں آپ کو تفصیلی باتیں نہیں بتائیں گی صرف آپ کو حرکت میں لائیں گی اور اس حرکت کو آپ نے multiple کر دیا تو آپ کی بھی کامیابی ہے اور میری بھی کامیابی ہے۔

تیسرا فرض یہ ہے کہ بچے کو ادب سکھائیں' اخلاقیات سکھائیں' moral سکھائیں۔ کل ہی میں نے ایک اشارہ کیا تھا کہ تربیت کا آغاز پیدائش سے پہلے سے ہے۔ کتنا پہلے سے ہے اس کے لئے میں دو چیزیں بتاتا ہوں۔ عواملِ تربیت The facts involved in education and discipline of Islam۔ فیکٹر یعنی عوامل۔ کیا فیکٹرز ہیں؟ ۔ دو فیکٹرز ہیں۔ ایک جلی ایک خفی۔ جلی یعنی open factor۔ خفی یعنی hidden factor۔ خفی فیکٹرز کو تین حصوں میں تقسیم کیجئے پہلے حصے کا نام ہے توارث ۔ دوسرے حصے کا نام ہے توفیق' تیسرے کا نام ہے دعا۔

بچے کی تربیت اگر سلسلہ دین سچا ہے تو بہت آسان ہے۔ اسی لئے لڑکی کی تلاش جب کرنے لگئے تو یہ دیکھئے کہ وہ مومنہ ہے کہ نہیں ہے۔ لڑکے کی تلاش جب کیجئے تو یہ دیکھے کہ مومن ہے کہ نہیں۔ یہ تلاش مت کیجئے کہ پیسا (کتنا ہے)۔ اس لئے کہ یہ سب

چیزیں ختم ہونے والی ہیں۔ آپ نے زندگی میں دیکھا ہے کہ جو دولت مند تھے وہ غریب ہو گئے جو غریب تھے وہ دولت مند ہو گئے اس لئے کہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے آج کسی کے پاس ہے کل کسی کے پاس ہے۔ کبھی خدا دے کر امتحان لیتا ہے کبھی نہ دیکر امتحان لیتا ہے۔

تو کبھی status کے چکر میں مت جایئے۔ status کیا ہونا چاہیے۔ ایمان! قران کہتا ہے۔

''ولعبد مومن خیر من مشرک ولو اعجبکم'' (سورہ بقرہ آیت ۲۲۱)

مومن مرد بہتر ہے مشرک سے۔ حالانکہ تمہارے سامنے یہ ہے کہ اس کی بھی آنکھیں ہیں اسکی بھی آنکھیں ہیں۔ اس کا بھی دل ہے اس کا بھی دل ہے۔ اس کے بھی کان ہیں اس کے بھی کان ہیں۔ ظاہری طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ مومن committed ہوتا ہے۔ گھر میں فساد ایمان کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اگر ایمان ہوگا تو فساد نہیں ہوگا۔ اسی لئے اسلام یہ کہتا ہے کہ گھر کی تلاش کرو کہ کس گھر میں (مومن پرورش پا رہے ہیں)۔

آپ زیارت میں کیا پڑھتے ہیں امام حسینؑ . اشھد انک کنت نوراً فی الاصلاب الشامخه والارحام المطھرة میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا وہ نور ہے جو پاک صلبوں اور ماؤں کے طاہر شکموں سے آیا۔ تو پہلا مرحلہ first critarian توارث میں کیا ہے کہ صحیح مومنہ ہو۔ status کو نہ دیکھئے۔ خصوصاً میرے نوجوان' خصوصاً وہ لوگ جنہیں خدا نے بہت کچھ دیا ہے وہ یہ نہ دیکھیں کہ status بچے یا بچی کا کیا ہے۔ نہ۔ بلکہ یہ دیکھیں کہ ایمان میں کتنا ہے۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا کہ اس گھر میں جو بچہ پیدا ہوگا اس کی تربیت میں آسانیاں پیدا ہوں گی۔

دوسرا عامل ہے توفیق۔ جب آپ دیکھتے ہیں کہ بچہ صحیح طور پر اخذ نہیں کر رہا جیسے آپ چاہتے ہیں تو آپ کیا کیجئے:

’’رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی علّی وعلیٰ والدی وان اعمل صالحا ترضاہ و ادخلنی فی عبادک الصالحین‘‘

پروردگار تو نے جو نعمتیں مجھے اور میرے والدین کو دی ہیں ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق دے۔ تو معلوم ہوا کہ صرف اچھی نسل ہو لیکن اللہ کی طرف سے توفیق نہ ہو تو حضرت نوحؑ کے بیٹے جیسا حشر ہوگا۔

حضرت نوحؑ کہہ رہے تھے۔

ارکب معنا۔ میرے ساتھ سوار ہو جا۔

وہ کہہ رہا تھا: ھذا جبل۔ یہ پہاڑی ہے۔

ارے یہ پہاڑی بڑے بڑوں کو غرق کر دیتی ہے۔ ھذا جبل یعنی یہ پہاڑی ہے مجھے بچالے گی۔ آج کے ہمارے ممالک بھی ویسے ہی ہیں۔ یہ امریکہ ہے یہ ہمیں بچالے گا۔ ارے کوئی نہیں بچائے گا۔ اپنے پیروں پر کھڑے رہئے وہ آپ کے غلام بنیں آپ نہیں۔

بیٹا حضرت نوحؑ پیغمبر کا تھا کشتی میں نہیں آیا اور غرق ہوگیا تو پاک گھر سے ہونا اس کی ضمانت نہیں ہے کہ ہدایت یافتہ ہو۔

بار بار بارگاہِ خدا میں دعا کیجئے خاص طور پر میری بہنیں۔ میں نے سالِ گذشتہ اشارہ کیا تھا پچیسویں دعا ہے امام زین العابدین علیہ الصلوۃ والسلام کی صحیفۂ سجادیہ میں۔ اس میں مولا نے اولاد کے لئے دعا کی ہے۔ یہ دعا پڑھئے۔

’’رب جعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا تقبل دعا‘‘ پروردگارا مجھے بھی نمازی بنا میری اولاد کو بھی۔ مجھے بھی نماز قائم کرنے کی توفیق دے میری اولاد کو بھی۔

انسان کی حیات سے توفیق ہٹا دیجئے تو کچھ باقی نہیں رہے گا۔ توفیق کیا ہے؟ Heavenly inspiration اللہ کی طرف سے الہام کا نام۔

ومن یھدالله فما له من مُضل (سورہ زمر آیت ۳۷)

جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرتا۔

آپ اپنے خاندان کے گھر کے لوگوں کو دیکھئے بعض ایسے بچے ہیں جو غلط ماحول میں پلے ہیں، والدین نے رہنمائی نہیں کی ہے لیکن all of a sudden وہ بچے اتنے مذہبی ہوئے ہیں، اتنے energetic ہوئے ہیں اسلام سے متعلق کہ آپ کو تعجب ہوگا اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف سے توفیق ہے، اللہ کی طرف سے ہدایت ہے۔ جہاں بچہ کے لئے آپ تربیت کی کوشش کر رہے ہیں توفیق کی دعا بھی روزانہ مانگیے۔

پروردگار! تو توفیق دے تاکہ یہ میرا بچہ صحیح رہے اور میرے مرنے کے بعد وہ تیری ہی طرف آتا رہے۔

تیسری چیز کیا ہے دعا۔ انسان دعا کے ذریعے بھی اپنے بچوں کے character کو درست رکھ سکتا ہے یہ تین فیکٹرز ہیں جو خفی ہیں، چھپے ہوئے ہیں، نظر نہیں آتے۔

اب آیئے جلی فیکٹر بھی تین ہیں۔ نمبر ون، پہلا فیکٹر بچے کی تربیت میں والدین parents ،دوسرا فیکٹر مدرسہ، تیسرا جامعہ (society)۔

ماں باپ ایسے ہیں کہ انہوں نے پہلے ہی سے احتیاط کی تو بچے کا کام آسانی سے ہوتا چلا جائیگا۔ تو تاریخ یہ کہتی ہے لاالٰہ الااللہ!

شیخ مفید نے خواب میں دیکھا کہ امام حسنؑ و حسینؑ کو لیکر فاطمہؑ زہرا آئی ہیں۔ اب اس شخص کا مقام دیکھئے۔ فاطمہؑ آئی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ شیخ ان کو تعلیم دو۔ گھبرا گئے کہ یہ کیا خواب ہے۔ ممکن ہے کہ اپنے منہ پر طمانچے مارے ہوں کہ پروردگار یہ کیا خواب ہے حسنؑ و حسینؑ مجھ سے سبق لینے کے لئے آئیں؟

ابھی صبح کی نماز ختم ہوئی تھی کہ دق الباب ہوا کسی نے knock کیا door کو۔ دیکھا ایک عورت ہے دو بچوں کو لائی ہے کہ ان بچوں کو پڑھا دو۔ یہ کون ہیں۔ صاحب نہج البلاغہ سید رضی اور ان کے بھائی سید مرتضیٰ۔ دونوں بہت بڑے عالم بنے۔

کیا کہنے ایسی ماں کے اور کیا کہنے ایسے بچوں کے۔ ماں فاطمہؑ کی نمائندگی کر رہی

اور بچے حسنؑ و حسینؑ کی۔ اندازہ لگائیے اور یہ کوئی افسانہ نہیں ہے۔ it is a fact! حقیقت ہے۔کوئی مثل نہیں ہے حقائق ہیں۔ خواب نہیں ہے حقائق ہیں۔ کسی نے بچوں کی والدہ سے پوچھا بچے کیسے اتنے پاک وصاف ہیں حالانکہ ان کے والد کا انتقال بچپنے میں ہو چکا تھا۔ کہا میں نے ان بچوں کو اس وقت تک دودھ نہیں پلایا جب تک وضو نہیں کرلیا۔

کب سے شروع ہوئی تربیت۔ علامہ مجلسی کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے تہذیب الاسلام[1]۔ دیکھئے اس میں صرف جذبات نہیں ہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ بچہ آنے سے پہلے پلان کیجئے۔

حکم خالق ہوا رسول اللہؐ کو کہ چالیس روز تک تم خدیجہ سے جدا ہو جاؤ۔۔ کیا کرو؟ روزہ رکھو، عبادت کرو، چالیس روز، دن بھر روزہ، رات بھر عبادت۔

لا الہ الا اللہ !۔ اصلاب الشامخہ و الارحام المطہرہ۔

چالیس روز کے بعد جبریلؑ آتے ہیں۔ اب جاؤ! ۔نورِ فاطمہؑ کی طہارت کا اندازہ کیجئے۔ ان چیزوں کو ہم صرف جذبات سے نہ لیں۔

جنگ جمل میں تربیت اولاد کے حوالے سے مجھے ایک بات عرض کرنا ہے۔ محمد حنفیہؒ مولا علیؑ کے فرزند ہیں۔ ماں خاندانِ حنفیہ سے تھیں اس لئے محمد حنفیہؒ کہلائے۔ ان کی شجاعت کے بارے میں ہسٹری یہ کہتی ہے کہ کربلا میں اگر تین چار لوگ ہوتے تو پھر کسی کی ضرورت ہی نہیں تھی ایک محمد حنفیہؒ ایک ابوالفضل العباسؑ، ایک عبداللہ ابن جعفرؒ اور ایک امام حسینؑ۔

میں کہتا ہوں کہ کسی کی کیا ضرورت ایک عباسؑ کو اجازت ہی مل جاتی تو کافی تھا۔

محمد حنفیہؒ اتنے طاقت ور تھے کہ ایک مرتبہ مولا علیؑ نے کہا: محمد یہ زرہ جو میں پہنے ہوئے ہوں یہ مجھے تکلیف دے رہی ہے، یہاں کاٹ رہی ہے اسے لوہار کے پاس لے

---

[1] کتاب کا اصل نام ''حلیۃ المتقین'' ہے۔

جاؤ اور کم کرواؤ۔ محمد حنفیہؒ نے پوچھا: بابا کتنا کم کرنا ہے؟ مولا نے بتایا کہ اتنا کم کرنا ہے۔ تو محمد حنفیہؒ نے ہاتھ سے لوہے کو توڑ دیا۔ ہسٹری ہے اتنا قوی آدمی۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں؟۔ جنگ جمل میں مولا نے کہا: جاؤ اس اونٹ پر جو خاتون تشریف فرما ہیں اس اونٹ کے پیروں کو کاٹ دو (پے کرنا کہتے ہیں)۔

جھجکے، نہیں جاسکے۔ پھر کہا جاؤ۔ نہ جاسکے۔ تیسری مرتبہ کہا جاؤ۔ نہیں گئے۔

ایک طرف امام حسنؑ کھڑے ہوئے تھے۔ مولا نے اشارہ کیا بجلی کی طرح امام حسنؑ گئے حملہ کیا۔ مولا نے ایک مرتبہ محمد حنفیہؓ کو دیکھا اور کہا: تیری ماں کے دودھ کا اثر ہے۔

تو حضور یہی فرق ہے حسنؑ اور محمد حنفیہؒ میں۔ حسنؑ کے پاس علیؑ جیسے باپ کا جلال ہے۔ فاطمہؑ جیسی ماں کا جلال ہے۔ عجیب و غریب ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں یہ factors کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتے۔ اہمیت رکھتے ہیں یہ عوامل۔ کس گھرانے سے آئے ہیں؟ کس خاندان سے آئے ہیں؟

ایک شہر میں ایک فیملی سے واقف ہوں میں۔ جنہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ religious ہوں لیکن اس گھر کا ایک بچہ میرے پاس آیا نہ سولانا مجھے قم جانا ہے۔ میں نے کہا بسم اللہ جایئے۔ لیکن تعجب ہوا کہ اس گھرانے میں کیسے؟ جب میں نے تحقیق کی تو دیکھا کہ ان کے آباء و اجداد میں کچھ لوگ تھے جو علماء تھے۔ میں نے تصاویر جو نکال کر دیکھیں تو پتہ چلا تھا کہ ان کے دادا، پردادا عالم تھے۔

اثرات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے اور اپنے نوجوانوں سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ بچوں کی تربیت کا آغاز وہاں سے کیجئے اور اپنی بہنوں سے خواہش کرتا ہوں کہ بچے کو کبھی دنیا کی چیزوں سے نہ بہلائیں۔ بلکہ جو بچہ گود میں قران سنے گا وہ محافظِ قران بنے گا۔

حافظِ قران مت بنیے۔ محافظت قران کیجئے۔ factors ہیں یا نہیں؟!

تو فاطمہ زہراؑ کا گھر ہم سب کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ اور اسی لئے ہم کہتے ہیں فاطمه و ابوها وبعلها و بنوها، کسی اور گھر کی ضرورت نہیں ہے۔ مرکز معلوم ہے اس گھر کی طرف جایئے وہ گھر بتائے گا کہ بچے کی تربیت کس طرح سے کرنی چاہئیے۔ اور وہ گھر بتائے گا کہ کس طرح سے بچے تربیت پاتے ہیں اور یہ عملی تربیت ہے۔

اطلب العلم من المهد الى اللحد۔ علم کو جھولے سے لیکر قبر تک حاصل کرو۔

ارے بھئی جھولے میں کونسا اسکول ہے۔ کہا: جھولے میں اسکول نہیں ہے ماں باپ کا کیریکٹر جھولے پر اثر کر رہا ہے۔ ماں اگر وقت پر نماز پڑھتی ہے۔ بچے پر اثر ہو رہا ہے۔ ماں اگر قران پڑھتی ہے تو بچے پر اثر ہو رہا ہے۔ باپ اگر وقت پر اٹھتا ہے تو بچے پر اثر ہو رہا ہے۔ بچہ فوٹو کاپی ہے ماں باپ کے کردار کی۔ تو بچے کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ ماں باپ کی ذمہ داری کا قصور ہے اگر اس چیز کو ہم سمجھ جائیں تو ہماری آئیندہ نسلیں بہت اچھی ہوسکتی ہیں۔

conclude کروں میں پھر اس چیز کو آگے بڑھانے کی کوشش کرونگا۔ پہلی چیز اس اہمیت کی ہے کہ ہر سال نئے بچے پیدا ہو رہے ہیں ہر سال تربیت کی ضرورت ہے۔ اور تربیت شادی کے بعد نہیں شادی سے پہلے شروع ہوتی ہے۔

تربیت کا آغاز انتخابِ زوج و زوجہ سے ہے۔ اور اس کے لئے اسلام نے معیار مقرر کیا ہے critarion to be spous کس سے شادی کریں اور کیسے شادی کریں۔ اسلام نے بتایا ہے تاکہ آئیندہ پاک نسلیں آئیں۔ اس موضوع کی اہمیت سے متعلق میں ایک جملہ کہوں گا اور قران سے رابطہ دیکر مصائب کی طرف آؤں گا۔ عجیب وغریب چیز ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی ہے ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم آياتک ويعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم (سورہ بقرہ آیت ۱۲۹)

حضرت ابراہیمؑ دعا کر رہے ہیں۔ پروردگار ان لوگوں میں (جو آنے والی نسلوں

میں ہیں)۔ حضرت ابراہیمؑ اور رسول اللہ میں کتنا فاصلہ ہے یہ سوچئے۔ کم از کم تین ہزار سال سے زائد عرصہ۔ دعا کیا کررہے ہیں حضرت ابراہیم پروردگار: ان لوگوں میں ایک ایسے نبی کو بھیج جو تلاوت آیات کرے، کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفسوں کا تزکیہ کرے purification of souls ان کے نفسوں کو پاک کرے۔

اے ابراہیمؑ! ہم تو اگلی نسل کی نہیں سوچتے آپ تین ہزار سال آگے کی سوچ رہے ہیں؟

میں امام محمد باقرؑ کی نسل سے ہوں۔ میرے والد نے جو سلسلہ نسب مجھے دیا ہے اس میں میں 29th son of Imam Muhammad Baqar ہوں۔ کتنے سال ہوگئے تیرہ سو سال Thirteen Hundred Years plus۔ تیرہ سو سال میں انتیس نسلیں۔ تین ہزار سال کے بعد کتنی نسلیں؟۔ اب ذرا فضائل کا رخ بھی دیکھ لیجئے۔ مولا نے لیلتہ الحریر میں کیا کہا: مالکِ اشترتم نے جس کو سامنے دیکھا مار دیا۔ میں نے ستر (۷۰) نسلیں دیکھی۔ کتنے ہزار سال بعد دیکھا علیؑ نے؟! حضرت ابراہیمؑ دعا کررہے ہیں اپنی نسل کے لئے نہیں آئیندہ آنے والی نسلوں کے لئے۔

اسلام کا idea یہی ہے philosophy یہی ہے اگر society میں peace چاہئیے، سکون چاہیئے اس وقت تک سکون حاصل نہیں ہوسکتا human kind میں، انسانوں میں، جب تک کہ ہر گھر میں سکون نہ ہوجائے اور ہر گھر میں اس وقت تک سکون نہیں ہوسکتا جب تک نفسوں کا تزکیہ نہ ہوجائے۔ نفسوں کی صفائی ہے جو انسان کو سکون دیتی ہے۔

گھر میں ریڈیو سکون نہیں دیتا۔ ٹی وی سکون نہیں دیتا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب دو رکعت نماز پڑھ کر اٹھیے۔ دیکھئے دولت سکون آپ کو حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر مستقبل کا خیال رکھتے ہیں تو کربلا کی تاریخ کو بھی ماضی کے آئینے میں دیکھئے اور پھر مستقبل کو دیکھئے تو بات سمجھ میں آجائیگی۔

تاریخ کہتی ہے کہ کربلا کے واقعہ کا تذکرہ کربلا کے واقعہ کے بعد نہیں ہے۔ ہم سے بہت سے نوجوان پوچھتے ہیں کہ مولانا کربلا پر گریہ کو آپ شریعت کے کس حصے میں لگائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ جو عمل رسول اللہؐ نے کردیا وہ سنت۔ کربلا کے واقعہ سے پہلے رسول اللہ نے اس پر گریہ کیا تو سنت رسول ہوا یا نہیں؟

حضرت آدمؑ نے گریہ کیا۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ جب توبہ کی بات آئی تو کہا:

الٰهی بحق محمد وانت محمود و بحق علی وانت اعلیٰ و بحق فاطمه وانت فاطر السموٰت والارض و بحق الحسن وانت المحسن

اور جب جبرئیل نے کہا: بحق حسینؑ تو ایک مرتبہ آدمؑ رونے لگے۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ پوچھا: جبرئیلؑ یہ کس کا نام ہے کہ جس کو سن کر مجھے رونا آ گیا۔

نام حسینؑ میں مظلومیت ہے، کیوں آ گیا یہاں اتنا بڑا مجمع۔ آج چاند رات ہے کس نے حرکت دی ہے آپ کو؟ وہ کونسا خون ہے جو جوش میں آیا ہے؟ کس نے inspire کیا ہے کہ آپ یہاں آئیں؟ کس نے جذبہ دیا ہے کہ آپ یہاں پر آئیں؟ کس نے حرکت دی ہے؟ اللہ رے نام حسینؑ۔ آدمؑ رونے لگتے ہیں تو جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں۔ یہ کون سا نام ہے جس کے ساتھ میرے دل کو ہول آتا ہے، بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں۔

جبرئیلؑ نے کہا: یہ وہ فرزند ہے آخری نبیؐ کا جو تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا میں شہید ہو جائے گا۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ حضرت آدمؑ نے امام حسین پر درود پڑھا اور قاتلین حسینؑ پر لعنت کی۔ اور تاریخ یہ کہتی ہے کہ جب نوحؑ کی کشتی کربلا کی سرزمین کے قریب پہنچی تو منجدھار میں آئی۔ حضرت نوحؑ نے آواز دی: مالک یہ کونسا مقام ہے میرا دل ہول کھا رہا ہے۔ آواز آئی: یہ کربلا ہے۔ یہاں پر تین دن کا بھوکا پیاسا نواسۂ رسول شہید ہو جائے

گا۔

کربلا مسلسل انقلاب کا نام ہے واقعہ کربلا سے پہلے جو اس کا تذکرہ رہا شاید اس میں بھی تربیت کا ایک پہلو ہے ایک عظیم انقلابِ اسلامی کے لئے۔ ایک عظیم جوشیلے حرکت دینے والے انقلاب کی ضرورت تھی۔ وہ حسینؑ کا انقلاب ہے۔ اسی لئے روایتوں میں ہے کہ حسینؑ کے نام میں جو مظلومیت ہے وہ خود ایک مومن کے لئے حرکت کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب محرم کا چاند نظر آتا ہے۔ بیبیاں، عورتیں ہماری نہ کھانے کا خیال ہے نہ کپڑے کا خیال ہے۔ صرف ہائے حسینؑ! ہائے حسینؑ! مظلوم حسینؑ! کہتے ہوئے ان مقامات پر پہنچ جاتی ہیں کہ جہاں پر مجلسِ حسینؑ برپا ہو رہی ہے۔ کیا کہنے اس لئے کہ تربیت کا سلیقہ بھی یہی ہے کہ بچے گود میں رہیں اور سنیں حسینؑ پر کیا گذری، علی اصغرؑ پہ کیا گذری، علی اکبرؑ پر کیا گذری۔

بس برادران عزیز! آیئے کہ فاطمہؑ کو پرسہ دینے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ دل کھول کر کہیے کہ اے فاطمہؑ، اے شہزادی ہمارے آنسو کسی قابل ہیں تو یہ حاضر ہیں۔ ہاں اگر ہماری نجات اس دنیا اور آخرت میں ان آنسوؤں کے طفیل ہو جائے تو کیا کہنے۔

برادران عزیز! کربلا میں ایک تربیت کا پہلو یہ بھی ہے کہ ہم نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ماؤں نے گودیوں سے خالی کر دیا۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں کئی ایسے واقعات ہوئے ہیں جن سے کربلا یاد کی گئی۔ کربلا کو یاد کر کے گریہ کیا گیا۔ روایتیں ہیں کہ امام حسین علیہ السلام رسول اللہ کے ایک زانو پر بیٹھے ہوئے ہیں امام حسنؑ دوسرے زانو پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ کبھی حسنؑ کے منہ کو چومتے ہیں کبھی حسینؑ کے گلے کو چومتے ہیں۔

حسینؑ نے ایک مرتبہ نوٹ کیا اس بات کو کہ نانا کی محبت میں فرق معلوم ہو رہا ہے۔ بھائی کے منہ کو چوم رہے ہیں میرے گلے کو چوم رہے ہیں۔ دوڑتے ہوئے ماں کی خدمت میں آتے ہیں۔ اماں ہم نے نانا سے یہ عجیب فعل دیکھا کہ بھائی کے منہ کو چوما

لیکن میرے گلے کو چوما۔

ماں نے کہا: نانا ہی سے پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے۔ فاطمہؑ بچے کو لئے ہوئے آ گئیں۔ بابا! ایک شکایت ہے حسینؑ کی۔ ایک گلہ ہے۔ یہ پوچھ رہا ہے حسنؑ کے منہ کو آپ نے چوما ہے اس کے گلے کو چوما ہے۔

رسول اللہؐ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلتے ہیں۔ فاطمہؑ کیا کہوں؟ جبرئیلؑ نے یہ بتایا ہے کہ میرا بیٹا حسنؑ زہر سے شہید ہوگا۔ میرا بیٹا حسینؑ تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا کی سرزمین میں شہید کر دیا جائیگا۔

فاطمہؑ ایک مرتبہ پوچھتی ہیں: بابا کوئی خطا ہوگی حسینؑ کی، کوئی غلطی سرزد ہوگی حسینؑ سے؟

فرمایا: فاطمہؑ ایسی بات نہیں ہے بلکہ تیرا بیٹا کربلا کی زمین میں مظلوم شہید ہوگا۔

روایتیں کہتی ہیں ماں نے پوچھا: بابا ایسے موقع پر کیا آپ تشریف فرما ہوں گے۔ کہا: فاطمہؑ نہیں۔ کہا: میں ہوں گی؟ کہا: نہیں۔ کہا: میرا بیٹا حسنؑ ہوگا۔ کہا: نہیں۔ کہا: علی مرتضیٰؑ ہوں گے؟ کہا: نہیں۔

ماں کا دل تھا۔ ماں وہی ہے جو آخر تک بیٹے کی راحت کا خیال رکھے۔ بے اختیار فاطمہؑ نے پوچھا: بابا پھر میرے بیٹے پر رونے والا کون ہوگا؟

فرمایا: فاطمہؑ گھبرانا نہیں ایک قوم آئے گی جس کے بچے تیرے بچوں پر، جس کے جوان تیرے جوانوں پر روئیں گے۔ دیکھئے ہماری خواتین کی جب گودیاں خالی ہوجاتی ہیں تو اپنے بچوں پر نہیں روتیں بلکہ ہائے علی اصغرؑ ہائے پیاسے، ہائے ننھے مجاہد کہتی ہیں۔ اگر کوئی کڑیل جوان جاتا ہے علی اکبرؑ کو یاد کرتے ہیں۔ اگر کوئی بزرگ جاتا ہے، ہائے حسینؑ، پیاسے حسینؑ۔ کرنا بھی یہی چاہیئے۔ ہمارا غم کربلا کے مقابلے میں قطرہ کے مانند ہے۔

قطرہ زمین پر ڈال دیجئے تو ختم ہوجائے گا اگر سمندر میں ڈال دیجئے تو ہمیشہ

کے لئے باقی رہ جائیگا۔ ہمارے مصائب کربلا کے مقابل میں قطرے کے مانند ہیں۔ ہم انہیں مصائب کے فرات میں ڈال دیتے ہیں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں۔ جب بھی برسی آتی ہے حسینؑ کو یاد کرتے ہیں، علی اکبرؑ کو یاد کرتے ہیں۔ فاطمہ زہراؑ آج سے ماتم دار آپ کی خدمت میں آئے ہیں تربیت اولاد سننے کے لئے۔ ہمیں اتنی صلاحیت دیجئے کہ ہم بچوں کی رہنمائی کرسکیں۔ جہاں حسینؑ پر آنسو بہائیں وہاں ہم بچوں کو اتنا تیار کردیں کہ اگر اسلام پر باری آئے تو عونؑ ومحمدؑ کی طرح اپنی جانوں کو دیدیں۔ علی اکبرؑ کی طرح اپنی جانوں کو دیدیں۔ سلام ہو ہمارا تم پر اے کربلا کے شہیدو!

تاریخ کہتی ہے کہ قافلہ کربلا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حسینؑ نے محرم کا چاند دیکھا۔ آواز دی: اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مجھے نہیں معلوم زینبؑ کا کیا حال ہوا ہوگا۔ شاید پوچھا ہو: چاند کو دیکھ کر دعا کی جاتی ہے یہ کلمہ استرجاع کیوں ہے؟ عجب نہیں جواب ملا ہو: اس چاند کو ذرا زینبؑ دیکھ۔ علی اکبرؑ کا سینہ ہے۔ علی اصغرؑ کا گلا ہے۔ عباسؑ کے شانے ہیں ذرا اس چاند کو دیکھ میرا سوکھا گلا ہے۔

السلام علیٰ الحسین و علیٰ اولاد الحسین وعلی اصحاب الحسین وعلی ارواح التی حلت بفنائک علیک منی السلام اللّٰہ ابداء مابقیت بقی ائیل و النھار ولا جعلہ اللّٰہ آخر الھعد منی لزیارتکم السلام علی الحسین و علیٰ علی ابن الحسین و علیٰ اولاد الحسین و علی اصحاب الحسین۔

مجلس سوم

ہماری گفتگو تربیت اولاد Upbringing of the children سے متعلق شروع ہوچکی ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ موضوع بہت اہم ہے۔ اس موضوع کی اہمیت کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر ساری قوم کو بہت زیادہ کام کرنا ہے اور مسلسل کام کرنا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ عوامل تربیت Dicipline کے جو factors ہیں تین ہیں، تین خفی factors ہیں اور تین جلی factors ہیں۔ hidden اور open ۔

- جو hidden factors ہیں وہ ہیں توارث یعنی ماں باپ کے کردار کا اثر۔

حدیث میں آیا۔ اختاروا لنطفکم فان الخال من احدی الضجیعین۔ جب تم شادی کرنے کے لئے نکلو تو تلاش کرو، ڈھونڈو اس لئے کہ کردار کی ایک چھوٹی سی تل بھی دونوں میں سے ایک کی ہے۔ اگر آپ جسم انسانی میں کہیں پر کوئی mark دیکھتے ہیں اس کے پیچھے اس کا biological factor ہے۔ یا وہ mark ماں کے پاس ہے یا باپ کے پاس ہے یا دادا کے پاس ہے یا چچا کے پاس ہے۔ خال کہتے ہیں تل کو۔ اردو میں بھی ہم تل کہتے ہیں۔ حالانکہ چھوٹی سی چیز ہے مگر حسن کو ابھار دیتی ہے اور غلط مقام پر ہو تو انسان اچھا نظر نہیں آئے گا۔

حدیث کہہ رہی ہے کہ جس طرح جسمِ انسانی میں biological factor کی وجہ سے وہ چیز ظاہر ہو رہی ہے اسی طرح کردار بھی ظاہر ہوگا۔ اگر میرا بچہ اس طرح سے behave کر رہا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے Conclude Research scholar کرتے ہیں کہ genes ہیں جو کام کر رہے ہیں۔

تاریخ میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قضایا بہت زیادہ ہیں ان میں میرے Related topic کا جو فیصلہ ہے اسے عرض کرتا ہوں۔ ایک شخص اپنی بیوی اور ایک بچے کو لاتا ہے اور کہتا ہے کہ مولا اس بچہ کا فیصلہ کیجئے۔ میں fair colour ہوں میری بیوی بھی fair colour ہے یہ بچہ بالکل Black ہے سیاہ ہے African جیسا معلوم ہوتا ہے اور مجھے اپنی بیوی کے متعلق شک ہے۔

وہی جانتا ہے جو علم رکھتا ہے۔ ایک غلط فیصلہ کئی زندگیوں کو تباہ کرسکتا ہے۔ مولا کے چہرے پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے فرمایا: یہ بچہ تمہارا ہی ہے۔

مولا نے وہاں بیان فرمایا تھا کہ ستر نسلوں میں (genes) عرق موجود ہوتے ہیں۔ یہ جین جو travel کرتے ہیں seventy نسلوں میں۔ اس کے معنی ہزاروں سال تک اگر تیرے اجداد میں سے یا تیری زوجہ کے اجداد میں سے ایک بھی ایسا ہوگا تو اس کا اثر ہوگا۔ اور آج کی دنیا accept کرتی ہے کہ جی ہاں gene کا یہ اثر ہے۔

اگر آج کی ظاہری دنیا میں خون کا اتنا اثر ہے تو کردار میں ماں باپ کا کتنا اثر ہوگا؟ اسی لئے اسلام نے پہلے ہی سے بچے کی تربیت کا آغاز Critaria for choosing spouse یعنی زندگی کے ساتھی کو کیسے اپنائیں۔ بیوی ہو تو کیسی، شوہر ہو تو کیسا، معیار کیا ہو Critarion کیا ہو۔

آج کل ہماری زندگی میں ہم سب سے پہلے جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ status ہے اور یہیں سے غلطی شروع ہوتی ہے۔ یعنی کہتے ہیں کہ اگر میرا مکان فلاں area یا فلاں مقام پر ہے تو میری بچی بھی اسی area میں رہے۔ اگر میرے پاس اتنا پیسہ ہے تو

میری بچی اس جگہ جائے (جہاں اتنا ہی پیسہ ہو)۔

ہم کبھی بھی ایمان کو پہلے نہیں رکھتے ۔ اسلام نے جو معیار مقرر کیا ہے وہ ایمان ہے۔ کیوں مقرر کیا ہے؟ اس لئے کہ انسان کی حیات میں سکون و اطمینان ایک ہی وجہ سے مل سکتا ہے اور وہ ایمان ہے۔ آج پاکستان کے problems کا واحد حل ایمان ہے۔ ایمان نہ ہونے سے قتل و غارت گری ہے، سکون نہیں ہے۔ کسی کو کسی پر بھروسہ نہیں ہے۔ کفرستان ہندوستان کے کسی بھی دیہات میں چلے جائیں آپ کو کہیں پر ڈر محسوس نہیں ہوتا مگر یہاں چلتے ہوئے آپ ڈر محسوس کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اسلام نام رکھا ہے مگر اسلام چلایا نہیں ہے۔

اب میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ حکومتوں کی غلطیاں ہیں۔ نہیں۔ ہم سب ذمے دار ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنے آپ کو change کریں۔

قران یہ کہتا ہے: **ان اللہ لا یغیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسھم** (سورہ رعد آیت ۱۱)

اللہ قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک individually (انفرادی طور پر) ہم لوگ نہیں بدلیں۔

ایک بہترین حدیث آپ کو سنانے جا رہا ہوں۔ اس کو مرحوم فیض صاحب نے کہ بہت بڑے عالم تھے اپنی تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ قران کی ایک آیت ہے:

ھو الذی یصور کم فی الارحام کیف یشاء (آلِ عمران آیت ۶)

ذاتِ پروردگار وہ ذات ہے جو شکمِ مادر میں تمھیں جس طرح چاہتا ہے شکل دیتا ہے۔ تصویر دینا ذات پروردگار کا کام ہے۔

جیسی چاہے اس کی تصویر بنا دے۔ البتہ اس میں factors بھی involve ہیں۔ ایک عجیب حدیث لکھ دی ہے انہوں نے۔ ذاتِ پروردگار جیسے ہی کسی عورت کے پاس نطفہ ثابت ہوا دو فرشتے نازل کرتا ہے جنہیں حکم دیتا ہے کہ اس بچے کی تقدیر ماں کی

پیشانی کو دیکھ کر بناؤ۔ بچے کی تصویر' بچے کی تقدیر بچے کے حالات کو ماں کے چہرے کو دیکھتے جاؤ اور بناتے چلے جاؤ۔

آج کی scientific دنیا بہت زیادہ puzzle ہے اس مقام پر۔ جب بچہ بڑھنے لگتا ہے تو DNA کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے اسے مرکز سمجھیئے۔ کچھ دن بعد آنکھ بن جاتی ہے' کان بن جاتے ہیں' وہی DNA ہے' صورت وہی ہے' یہ آنکھ بنانے والا کون ہے' کان بنانے والا کون ہے' ناک بنانے والا کون ہے؟ آج تک سائینس نہیں بتاسکتی۔ قران کہہ رہا ہے۔

''ھو الذی یصور کم فی الارحام کیف یشاء''۔

وہاں پر ذاتِ پروردگار ہے چہرہ بنانے والی۔ آنکھ کو آنکھ۔ کون سے DNA کو آنکھ بننا ہے۔ کون سے DNA کو کان بننا ہے کون سے DNA کو زبان بننا ہے یہ سب حکم پروردگار سے ہوتا ہے۔

تو ارحام میں تصویر کشی جو ہورہی ہے وہ ماں کے کردار پر ہورہی ہے۔ مرد ہمیشہ عورتوں پر blame کر کے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ مولانا آپ لوگ بھی مرد ہیں منبر پر جاکر ہمیشہ عورتوں کے خلاف باتیں کرتے ہیں اپنے خلاف بات نہیں کرتے۔ کیا باپ کا کوئی کردار نہیں ہوتا؟ ۔ جی ہاں کردار ہوگا لیکن بچے کی پہلی درس گاہ ماں کا شکم ہے۔ scientific values نے یہ ثابت کردیا ہے کہ انسان کے senses میں پہلا sense جو کام کرتا ہے' حواسِ خمسہ میں' وہ انسان کی سماعت ہے' سننے کی طاقت۔

ماں کے شکم میں بچہ سب سے پہلے آوازوں کو سننے لگتا ہے۔ آپ کا کام ختم ہوگیا اب ماں کا کام شروع ہوگیا۔ قران پڑھ رہی ہے تو قران سن رہا ہے' گانا سن رہی ہے تو گانا سن رہا ہے۔ اس بچے کی خطا نہیں ہے۔ کاپی کی جارہی ہے۔

تو حضور اسلام یہی کہتا ہے۔ ماں کی اہمیت اتنی ہے کہ وہ خون جگر سے بچے کو پالتی ہے۔ اور پہلا کام جو ہوتا ہے وہ سماعت کا۔ اس لئے قران ہمیشہ جب بھی بات کرتا ہے

پہلے سماعت کی بات کرتا ہے بعد میں بصارت کی بات کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمo ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیا مذکوراً oانّا خلقناالانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلناہ سمیعاً بصیراً۔ (سورہ دہر آیت ۱۔۲)

پورے قران کو اٹھایئے۔ پہلے سمیع بعد میں بصیر۔ کہیں قران میں نہیں آیا بصیراً و سمیعًا۔ کیوں نہیں آیا؟ اس لئے کہ سماعت پہلے ہے۔ انسان پہلے سنتا ہے۔ اسی لئے خدا نے کہا: پہلے میں سنتا ہوں بعد میں دیکھتا ہوں۔ انسان بھی پہلے سنتا ہے بعد میں دیکھتا ہے۔ تو سننے کا سلسلہ ماں کے شکم سے شروع ہو چکا ہے۔ تربیت کا سلسلہ ماں کے شکم سے شروع ہو چکا ہے۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ جناب خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا نے رسول اللہ سے شادی کی لوگوں نے بائیکاٹ کیا۔ لوگ قریب آنا نہیں چاہتے تھے۔ کسی نے پوچھا تم اکیلی ہوگئیں تو کہا: نہیں میری بچی میرا ساتھ دیتی ہے۔

امریکہ میں ایک لڑکا ہے جو چھ سات سال کا ہے اسے بڑے سے بڑا لفظ دید یجئے وہ spelling بڑی آسانی سے کرلیتا ہے، بغیر کسی خطا کے چنانچہ اسے لایا گیا تھا اور بہت کچھ انعام دیا گیا۔ یہاں پر بھی دیکھا ماشاء اللہ بہت سے خاندانوں میں آپ نے بھی دیکھا محمد حسین طباطبائی کا قصہ، وزیری فیملی کا قصہ۔ یہ حقائق آپ کے سامنے ہیں۔ تو اس ماں سے پوچھا گیا کہ یہ بچہ اتنے بڑے بڑے الفاظ کی spelling کیسے کرلیتا ہے ماں نے کہا جب یہ بچہ پیٹ میں تھا اس وقت سے میں اس کو پڑھاتی تھی۔ تو تعلیم کا آغاز پیدائش کے بعد نہیں ہے۔ تربیت کا آغاز پیدائش سے پہلے ہے۔

برتھ ڈے مناتے ہیں ہم لوگ۔ کب برتھ ڈے مناتے ہیں ایک سال کا ہوا ایک candle رکھی۔ دو سال کا ہوگیا دو کینڈل رکھیں۔ تین سال کا ہوگیا تین رکھیں۔ پچیس کے بعد کیا کرتے ہیں۔ پچاس کے بعد کیا کرنا چاہئے۔ گروہوں کو بلانا چاہئے۔ ماتم

کرو۔ پچاس سال ختم ہو گئے۔

برتھ ڈے جو کرتے ہیں اسی لئے کہ وجود کے ظاہر کا آپ حساب کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی انسان کے کردار کو دیکھ کر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کردار اب شروع ہوا ہے۔ نہیں یہ کردار شروع ہوا تھا پہلے۔ **السعید من سعد من بطن امه۔ الشقی من شقیٰ من بطن امه۔** نیک وہ ہے جس نے نیکی ماں کے شکم سے شروع کی۔ بد وہ ہے جس نے بدی ماں کے شکم سے شروع کی۔

میری بہنیں جنہوں نے ابھی ابھی شادی کی ہے اپنی ذمہ داری کو بہت اچھی طرح سمجھیں کہ ایک معصوم بچہ جو آپ کے سامنے آ رہا ہے اس نے کوئی خطا نہیں کی' اس نے کوئی گناہ نہیں کیا یہ آپ کی اور ہماری ذمہ داری ہے۔

تو پہلا اصول توارث یعنی Inheritance ۔ بیماریاں بھی توارث میں چلتی ہیں اور اسی طرح سے اخلاق بھی توارث میں چلتے ہیں۔ برائیاں بھی وراثت میں چلتی ہیں۔

دوسرا اصول توفیق ہے۔ کیا کہنے اس کے جسے خدا توفیق دیدے۔ اور جب خدا توفیق دیتا ہے کہ وہ حکیم ہے وہ اچھی طرح سے جانتا ہے کس کو توفیق دے کس کو نہ دے۔

اور تیسرے یہ کہ اگر میں نے شادی کر لی اندھا دھند۔ محبت ہو جاتی ہے میں آج تک سمجھا نہیں یہ ہو کیسے جاتی ہے؟

''مولانا! Love is blind''

میں نے کہا: '' جو اندھی ہو وہ محبت کہاں رہی؟'' اہلِ بیت سے جو آپ محبت کرتے ہیں اندھی محبت ہے؟ کیا علیؑ کے حالات کو نہیں دیکھا آپ نے؟ حسنؑ کے حالات کو نہیں دیکھا۔ محبت کردار سے ہوتی ہے۔ ذات سے نہیں ہوتی۔

میں جب نیا نیا ٹورنٹو پہنچا تو ایک قصہ میں نے دیکھا۔ ایک لڑکے نے ایک لڑکی سے محبت کرنی شروع کی اور شادی کر لی۔ اس سے پوچھا گیا کہ بھئی تم نے اس سے شادی کیوں کی؟ کہنے لگا: وہ بہت خوبصورت ہے۔ Her teeth are like pearls اس

کے دانت موتی کی طرح ہیں۔ تو محبت کس سے ہوئی؟ دانتوں سے۔

چھ مہینے بعد طلاق ہوگئی۔ پوچھا: کیوں طلاق ہوئی؟ کہنے لگا: She never brush her teeth اس نے کبھی دانتوں کو صاف ہی نہیں کیا۔

تو شادی دانتوں سے شروع ہوئی تھی اور دانتوں پر ہی ختم ہوگئی۔ کتنی شادیاں ایسی ہماری ہیں۔ یہ قصہ جو میں منبر پر بیان کررہا ہوں بہت ہی احتیاط کا مقام ہے۔ میں ڈرتا بہت ہوں۔

امریکن لیڈی جو مسلمان ہوئی ہے اور اس نے شیعہ فقہ کو اختیار کرلیا ہے اس کا نام ہے مریم۔ اگر آپ اس کے حجاب کو دیکھیں، علماء کی بہنیں دیکھیں تو شرما جائیں گی۔ اس کی صرف آنکھیں نظر آتی ہیں۔

جب اس نے پہلی مرتبہ حجاب پہنا اور رپورٹرز کو معلوم ہوا تو سب لوگ گئے اس کے پاس انٹرویو لینے کے لئے اور مذاق کرنے لگے۔ ٹھیک ٹھاک ہو، دماغ ٹھیک ہے؟ یہ امریکہ ہے۔ open جگہ ہے یہاں تم کپڑے پہن رہی ہو۔ کپڑوں کے ساتھ ساتھ برقعہ چادر اور وہ بھی ایسا کہ آنکھوں سے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ ٹھیک ٹھاک ہو؟

اس نے کہا: آج میں نے اپنے آپ کو پالیا۔ کل تک لوگ میرے جسم کو دیکھتے تھے اور محبت کا اظہار کرتے تھے۔ آج میں نے جسم پر پردہ ڈالا ہے اگر انہیں محبت ہی کرنا ہے تو میرے کردار کو دیکھنا پڑیگا۔

پورے پردے کا فلسفہ اس نے بیان کیا۔ اسلام کہتا ہے کہ عورت کا وقار باقی رہ سکتا ہے تو چادر کے ذریعے اس لئے کہ تلاش کرے انسان تو کردار کو تلاش کرے نہ کہ چہرے کو تلاش کرے۔ جب یہ مسئلہ حل ہوجائے گا تو آسانی ہوتی چلی جائیگی۔ problem ہمارا کہاں ہے؟ وہیں پر ہے۔

تو محبت ہونہیں جاتی، کی جاتی ہے۔ محبت کس سے کرنا ہے؟ کردار سے کرنا ہے۔ علم سے کرنا، وقار سے کرنا ہے، خاندان سے کرنا ہے، اچھوں سے کرنا ہے، محبت رسول اللہ

سے کرنا ہے' محبت علیؑ سے کرنا ہے' محبت فاطمہؑ سے کرنا ہے' حسنؑ سے کرنا ہے' حسینؑ سے کرنا ہے۔ اِن اُن سے محبت کیوں نہیں ہوتی ہماری؟ اس لئے کہ ایسے اچھوں کو دیکھنے کے بعد ایسے ویسے بھاتے نہیں ہیں۔

جو جلی عوامل open factors ہیں ان میں پہلے والدین' دوسرا مدرسہ' تیسرا جامعہ' سوسائٹی' معاشرہ۔ اب آیئے عوامل گمراہی کیا ہیں۔ یہ بھی بہت اہم ہے۔ عوامل گمراہی یعنی انسان کا Indicipline ہونا'۔ صحیح راستے پر نہ چلنا تو اس کے کیا وجوہات ہیں؟ کیا factors ہیں۔ یہ بھی چھ فیکٹرز ہیں تین جلی اور تین خفی۔ اس میں بھی توارث ہے یعنی Inheritance۔

امیہ کا بیٹا حرب' حرب کا بیٹا ابوسفیان' ابوسفیان کا بیٹا معاویہ' معاویہ کا بیٹا یزید۔ یہ کیا ہے توارث تو برائیاں بھی توارث میں چل سکتی ہیں۔ قران نے اسی لئے شجرۂ طیبہ' شجرۂ خبیثہ کہا۔ پاک درخت میں پاک (پھل) ہی نکلتے ہیں۔ خراب میں خراب ہی۔

دوسرے سلبِ توفیق۔ لا الہ الا اللہ! دعا کیجئے ہمیشہ کہ خدا تو مجھ سے توفیق کو نہ ہٹا جس دن سلبِ توفیق ہوجائے اس دن زندگی ختم ہے' تباہی ہے' آپ جو نمازیں پڑھتے ہیں' روزہ رکھتے ہیں۔ حج پر جاتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں یہ کیا ہے؟ خدا توفیق دے رہا ہے۔ اگر خدا توفیق کو ہٹالے تو کچھ باقی نہیں رہتا۔ ایک دعا ہے مختصر سی رسولؐ اللہ کی۔ اور آپ ہمیشہ اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ آرام وسکون سے رہے کوئی پریشانی نہ ہو کوئی بیماری نہ ہو۔ حالات خراب نہ ہوں۔ کون نہیں چاہتا آرام سے رہنا سب ہی یہ چاہتے ہیں۔۔ رسول اللہؐ تین دن تک اگر پریشانی نہ ہوتی تھی تو سجدہ میں گر پڑتے تھے۔

الٰھی لا تکلنی الیٰ نفسی طرفة عینٍ ابدا۔

پروردگار! تو نے مجھے میری حالت پہ چھوڑ دیا۔ امتحان نہیں لیتا!

ہم لوگ امتحان سے بھاگتے ہیں' وہ امتحان چاہتے ہیں۔ کیا معنی ہیں۔ سلبِ

توفیق نہ فرمائے؟۔ امیر المومنین دعاء صباح میں التجا کرتے ہیں:

''ادب اللھم نزق الخرق منی بازمّة القنوع'' پروردگار! مجھے ادب سکھا' مار' بتا۔

لا الہ الا اللہ! اس لئے کہ مجھے آخرت چاہئے دنیا تو گزر جائے گی۔ سلبِ توفیق یعنی اللہ اگر توفیق کو ہٹالے تو انسان میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ ڈریئے اس چیز سے۔ اگر آپ خدانخواستہ نماز نہیں پڑھتے' روزہ نہیں رکھتے تو خدا نے رسی ڈھیلی چھوڑی ہوئی ہے۔ بہت خطرناک (صورتحال) ہے۔

انما نملی لھم لیزدادوا اثما (آل عمران آیت ۱۷۸)

ایک بہن مجھ سے پوچھ رہی تھی: مولانا! ہم اس مصیبت میں ہیں' اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے' روزہ نہیں رکھتے' خوب کھا پی رہے ہیں ماشاء اللہ آرام سے ہیں۔ قران کہہ رہا ہے ''انما نملی لھم لیزدادوا اثما ''ہم ان کو ڈھیلی رسی دے رہے ہیں کہ گناہ پر گناہ کئے جائیں پھر ہمارے پاس حجت باقی نہیں رہے گی۔

اگر خدا ڈھیلی رسی دے رہا ہے تو ڈریئے' بہت ہوشیار رہیئے۔ سب کچھ موجود ہے بہترین گاڑی' بہترین سب کچھ' نا !Something wrong۔ خدا آپ سے دور ہو چکا ہے، اچھا نہیں ہے۔ برابر test مانگیے۔ مالک تو مجھ سے امتحان لے' مجھ سے پوچھ' مجھے مار' مجھے hammer کر' مجھے رلا' مجھے تادیب کر۔

''ادب اللھم نزق الخرق منی بازمة القنوع ''یہ عرفان انسان کو حاصل ہوجائے کہ مجھے پریشانیاں چاہئیں۔ اس لئے کہ ان پریشانیوں کی وجہ سے اے اللہ تجھ سے قریب ہوجاتا ہوں۔ کیا کہنے اس پریشانی کے جو ذاتِ پروردگار سے قریب کردے۔

تیسری چیز خفی عواملِ گمرہی میں انسان کا Indifferent ہونا۔ پرواہ ہی نہیں بیٹا کہاں جارہا ہے۔ پرواہ ہی نہیں ہے بیوی کہاں جارہی ہے۔ پرواہ ہی نہیں ہے اسلام کی۔ پرواہ ہی نہیں نمازوں کی' روزوں کی۔ اور بچہ کیا کرے گا۔ وہ سیکھ رہا ہے ماں باپ

سے اگر ماں باپ نے پرواہ ہی نہیں کی محرم کا زمانہ آ گیا۔ بہت سے ایسے بدبخت ہیں جو صرف روزِ عاشورہ ہی جلوس میں جاتے ہیں۔ بدبختی ہے یا نہیں اور ان کا بچہ کیا کرے گا۔ ان کا بچہ اگر امریکہ یا غیر مسلم ممالک جائیگا تو کبھی عاشور میں جائیگا وہ؟ نہیں اسے جانا نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے ماں باپ کو دیکھا ہی نہیں۔

یہ تین چیزیں اور اس کے مقابل میں عواملِ جلی۔ جو open ہیں ان میں پہلی چیز والدین۔

ارے مولانا! والدین گمراہ کرسکتے ہیں؟ ۔ جی ہاں! والدین گمراہ کرسکتے ہیں۔ والدین ہی نے تو گمراہ کیا ہے۔ اب تو ہزاروں مثالیں ملیں گی۔ ذرا آپ غور کرکے اپنے ہی خاندان کو دیکھ لیجئے۔ ماں باپ ہی جو ہیں بچوں کو تباہ کرتے ہیں۔ انقلابِ ایران کے بعد میرا متعدد ملکوں میں جانا ہوا East, West, North, South ۔ متعدد لڑکیوں نے چادر پہنی ہوئی ہے انقلابِ ایران نے اتنا دیا ہے۔

اگر ہم billions of dollar خرچ کرتے وہ نہیں ہوتا جو ایک نے کردیا۔ اور اس کا احسان کوئی شیعت ادا نہیں کرسکتی اور ساری دنیا نے آج جان لیا کہ اگر حق ہے تو ان کے پاس اس لئے کہ یہاں زبانی جمع خرچ نہیں ہے یہاں عمل ہی عمل ہے۔ ہم نے کئی ماؤں کی زبانوں سے سنا ہے۔ نوجوان لڑکی پردے میں جارہی ہے، ماں تو خود قبر میں جانے والی ہے بے پردہ ہے۔

حدیث ہے کہ چالیس سال تک شیطان بھٹکاتا ہے۔ یہ نہ کرو، یہ نہ کرو forty years کے بعد شیطان کہتا ہے جاؤ خدا حافظ۔ بعد میں ملاقات ہوگی کہ اب تم بھی ہم میں سے ہوگئے، ہماری فوج میں داخل ہوگئے، اب تم بھی لوگوں کو بھٹکاؤ گے۔

اسی لئے ہم نے دیکھا ہے کہ نوجوان مذہب کی طرف جلد آتا ہے۔ بہ نسبت بوڑھے کے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ بوڑھے لوگ ہدایت نہیں پاتے۔ گھبرایئے نہیں۔ مگر نوجوان میں ایک جذبہ ہوتا ہے۔ فوج میں جو بھرتی ہوکر جاتے ہیں وہ نوجوان ہوتے

ہیں۔

تو والدین ذریعہ تربیت بھی ہیں، ذریعہ گمراہی بھی ہیں۔

اور دوسرا فیکٹر مدرسہ، اسکول۔ آپ لوگ نجانے کتنے واقف ہیں Peer pressure سے۔ یعنی درستی کا اثر۔ peer pressure کیا ہے؟ چھوٹے بچے جب اسکول جاتے ہیں تو بہت سی چیزیں اپنے ساتھیوں سے سیکھتے ہیں اس کا نام ہے peer pressure۔ گھر میں سب ٹھیک ٹھاک ہے مگر ساتھی جو ہیں خراب ہیں۔ اکثر لوگ جو سگریٹ پیتے ہیں وہ انہی دوستوں کی وجہ سے۔

مولانا بچپن میں عادت ہوگئی تھی۔ بھئی اب تو بڑے ہوگئے ہو اب تو چھوڑ دو۔ نہیں اب یہ عادت ہوگئی اب کیسے نکلے گی۔ تو اگر ایک انسان سگریٹ کا غلام ہو جائے، ایک سگریٹ کو نہیں بجھا سکتا تو اپنے دل کی کئی آرزوؤں کو کیسے بجھا سکے گا۔ بہت مشکل ہے۔ تو قوی بنیئے۔ قدرت حاصل کیجئے۔

تو دوسرا فیکٹر مدرسہ ہے۔ اچھے خاصے گھرانے کا بچہ، بہترین گھرانے کا بچہ لیکن مدرسہ جاتے ہی خراب ہوگیا۔ آپ مجھے ایک جملہ کہنے دیجئے۔ اسلام بغیر حکومتِ اسلامی کے ناتمام ہے۔ اسلام ایک Individual religion کا نام نہیں ہے collective religion کا نام ہے۔ انفرادی set up کا نام نہیں جب تک کہ پورا سلسلہ نہ ہو۔ کیا کہا تھا اقبالؔ نے ''جدا ہو دیں سے سیاست تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

یا انقلاب ایران کے بعد آقاء خمینی نے کہا تھا: ہم پورے ایران کو مدرسہ بنائیں گے۔ چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ شاہ کے زمانے میں واقعی illitracy تھی آج ماشاء اللہ پورے کے پورے لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔

جہالت پھیلا کر حکومت کرنا اور ہے۔ علم دے کر حکومت کرنا اور ہے۔

مولا کیا کہتے تھے سلونی، مجھ سے پوچھو، جانو، پہچانو کہ میں کون ہوں اس کے بعد بات کرو۔

معاویہ کے پاس کیا تھا؟ جب حجر گئے ہیں تو کیا کہا معاویہ نے: جاؤ اپنے مولا سے کہو میرے پاس ایسے ایسے لوگ ہیں جو اونٹ اونٹنی میں difference نہیں کرسکتے۔ جو male اور Female میں difference نہ کرسکیں علیؑ اور معاویہ میں کیا difference کرسکیں گے۔

وہاں جہالت پھیلا کر حکومت کی جارہی تھی یہاں علم دیکر۔ ایک قصہ سنیے اور یہ بہت اہم ہے۔ فرعون، فرعون کیسے بنا؟ کہتے ہیں کہ جب اس نے آنکھ کھولی اور اسے شعور آنے لگا تو اس نے دیکھا کہ لوگ چاند کی پوجا کررہے ہیں، سورج کی پوجا کررہے ہیں۔ اس نے زمین کی سیر شروع کی۔ جہاں جہاں آبادی تھی سب جگہ گیا۔ سیر ختم ہونے کے بعد خیال آیا کہ میں خود کیوں نہ خدا بن جاؤں۔ جب یہ لوگ پتھر کو خدا کہہ رہے ہیں، چاند کو خدا کہہ رہے ہیں تو میں تو انسان ہوں ان سب سے افضل ہوں میں کیوں نہ خدا بن جاؤں۔

Idea تو اچھا ہے لیکن مانے کون؟

اس سفر کے دوران ایک شخص سے دوستی ہوئی اس کا نام ہے ہامان۔ جب دوستی گاڑھی ہوگئی تو اس سے اپنے دل کا مدعا بیان کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں خود خدا بنوں۔ اس نے کہا: Idea تو بہت اچھا ہے لیکن timings اچھے نہیں ہیں۔

کہا: کیا معنی؟۔

کہا: تمہارے پاس کچھ بھی نہیں کیسے خدائی کا دعویٰ کروگے؟

پھرتے پھرتے یہ دونوں مصر پہنچے۔ کیونکہ ہوشیار تھا اس لئے بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے پاس کوئی اولاد نہیں تھی اس نے وزیر بنایا اور مرنے سے پہلے وصیت کی کہ ہم اسے بادشاہت دے رہے ہیں۔ اب بادشاہ ہوگیا۔ ہامان سے پوچھا: اچھا موقع ہے اعلان کردوں خدائی کا؟

ہامان نے کہا: نہیں Timing اچھے نہیں ہیں۔ کہا: کیوں؟۔ کہا: اگر تمہیں خدائی

کا دعویٰ کرنا ہے تو آج سے مدرسے بند کردو۔

اسکول بند کردیئے گئے۔ بیس سال تک مدرسے بند رہے۔ جو ایک سال کا تھا اکیس کا ہوگیا۔ جو بیس کا تھا چالیس کا ہوگیا جو چالیس کا تھا ساٹھ کا ہوگیا۔ جو ساٹھ کا تھا وہ مرگیا۔ تو کیا ہوا پوری نئی نسلیں آئیں جن کی جہالت میں پرورش ہوئی تھی۔ ان کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ اب ان سے جو چاہیں منوالیں۔

اب اہلبیت سے غیر اہلبیت کو پرکھنے کا سلسلہ یاد آ گیا۔ اہل بیت کو وہی مانتا ہے جو educated ہو۔ جس کے پاس علم نہ ہو وہ اہلبیت کو پہچانے گا کیسے؟ بہت مشکل ہے اہلِ بیت کو پہچاننا۔

تو فرعون نے بیس سال تک مدرسوں کو Lock کردیا تھا۔ ہامان نے کہا: بہترین ٹائم ہے۔ اب بہت بڑا جشن مناؤ۔ کھانا کرو۔ جہاں چاول کا دانا وہاں بندہ کا جانا۔ یہ کھانا بڑا خطرناک ہے۔ کھانے سے پہلے دیکھئے کہ کس کے گھر میں کھارہے ہیں اس لئے کہ کھانے کے بعد اس کا احسان پورا کرنا پڑتا ہے۔ کھانا بہت برا ہے یہ اچھے اچھوں کا ایمان بگاڑ دیتا ہے۔ بہت ہوشیار رہئیے۔

تو اس نے بہترین کھانا کھلایا۔ سب کھا کر مست ہوئے۔ شراب بھی اچھی طرح سے پلائی۔ اب جہالت اور اس پر نیم چڑھا۔ اب کیا ہوگا؟ وہ ایک بلند مقام پر گیا اور کہا: لوگوں سنو۔ کیا چاند تم کو کچھ دیتا ہے؟۔

کہا: نہیں دیتا۔

''سورج کچھ دیتا ہے؟''

کہا: نہیں دیتا۔

''پتھر کچھ دیتا ہے؟'' ۔ کہا: نہیں دیتا۔

''دیکھو میں تم کو کھانا بھی دیتا ہوں پانی بھی دیتا ہوں۔ میں خدا ہوں''۔

سارے لوگوں نے نعرہ لگایا: زندہ باد۔ فرعون Is right۔ یہ ہسٹری ہے۔

historical fact ہے۔ فرعون نے خدائی کا دعویٰ جو کیا ہے وہ جہالت پھیلا کر کیا ہے۔ اگر ہمارے منبروں سے علم پھیلتا رہے گا تو کبھی ہماری قوم پر تباہی نہیں آنے والی۔ جس دن جہالت کی باتیں ہونے لگیں گی اس دن سے تباہیاں آنے لگیں گی۔

یہاں تک آ گیا ہوں تو یہ مزیدار قصہ سنئے۔ ربط بھی اچھا ہے۔ فرعون نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ کرتا ہوں وہ کرتا ہوں۔ آخر میں جوش میں آ گیا خدا ہو گیا تھا نا اور کہا: یہ ہوائیں میں چلاتا ہوں۔ درخت میں اگاتا ہوں۔ سورج کو میں نکالتا ہوں۔ اور یہ دریائے نیل جو ہے اس کو بھی میں بہاتا ہوں۔

تقریر کرنے کے بعد کچھ لوگ آئے reporters۔ حضور ابھی معلوم ہوا دریائے نیل خشک ہو چکا ہے۔ دریائے نیل میں پانی ہی نہیں ہے۔ ابھی آپ نے فرمایا ہے نیل کو میں بہاتا ہوں۔

پریشان ہو گیا فرعون۔ ایک غار میں گیا۔ اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور کہا: اے خدا تو ہی جانتا ہے کہ تو خدا ہے میں تو جھوٹا ہوں۔ اصل تو ہی ہے۔ تو ہی حقیقی مالک ہے مجھے دنیا چاہئے دیدے۔ قران کہتا ہے:

''من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا وماله فی الاخرة من خلاق'' (بقرہ آیت ۲۰۰)

بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم دنیا چاہتے ہیں۔ خدا کہہ رہا ہے ہم دنیا کو ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔

''ومنهم من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنةً و فی الآخرة حسنةً وقنا عذاب النار'' (بقرہ آیت ۲۰۱)

کچھ ایسے ہیں جو دنیا بھی مانگتے ہیں آخرت بھی مانگتے ہیں۔

اس نے کہا: مجھے دنیا دیدے۔ اتنے میں دیکھا وہاں ایک آدمی آ گیا۔ کہا تم کیسے آئے میں تو منع کر کے آیا تھا کہ کوئی نہ آئے۔

کہا: مجھے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

کہا: تم کون ہو؟

کہا: میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں۔ میرے پاس ایک case آیا ہے اسے حل کر دو۔ تم بادشاہ ہو۔ تم خدا ہو۔

کہا: کیس کیا ہے۔

کہا: ایک مالک ہے ایک غلام۔ مالک سب کچھ غلام کو دیتا ہے جو بھی غلام مانگتا ہے اسے دیتا ہے لیکن وہ غلام جب بھی مالک کے پاس آتا ہے تو مالک کی نافرمانی کرتا ہے اس کی بات نہیں سنتا اور مقابلے میں آجاتا ہے مالک کے۔ بتاؤ ایسے کی سزا کیا ہے؟۔ فرعون نے کہا: ایسے غلام کو دریائے نیل میں ڈبو دینا چاہیئے۔

سزا اپنے ہاتھوں ہی سے لکھی گئی ہے۔ کہا: لکھ کر دید یجئے۔ اس نے لکھ کر دیدیا۔ جب اسے دریائے نیل میں ڈبویا جانے لگا۔ تو اس نے کہا: پروردگار میں توبہ کر رہا ہوں۔ معاف کر دے۔ کہا: اب معافی نہیں یہ آپ ہی کا حکم نامہ ہے' آپ ہی نے سزا تجویز کی تھی۔

''من حضرلی بئیراً لاخی فقد وقع فیه'' جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے پہلے وہ اس میں گر جاتا ہے۔ تو یاد رکھیے اسلام جذبات کا نام نہیں مکمل ہوشیاری کا نام ہے۔ یہاں جذبات کا کوئی دخل ہی نہیں ہے۔ calculated risk ہے اسلام میں۔ باقاعدہ صاف شدہ۔ اسلام نے کبھی جذبات کی طرف دعوت نہیں دی ہے۔ علم کی طرف دعوت دی ہے۔

تو یہ جو تربیت گاہ شروع ہو رہی ہے محرم کے زمانے میں اس کو بھی پوری طرح سے Tally کرنا ہے کہ میرا بچہ جس مجلس میں جا رہا ہے اس سے کتنا حاصل کر رہا ہے اور اس کا بچے کی تربیت میں کتنا حصہ ہوگا۔ کہاں سے ہمیں درس لینا چاہیئے؟ روایتیں کہتی ہیں کہ فاطمہ زہرا صلوۃ اللہ وسلام اللہ علیہا جب چھوٹے بچے امام حسنؑ اور امام حسینؑ آتے تھے

مسجد سے نانا کا خطبہ سننے کے بعد تو پوچھا کرتی تھیں: بیٹا آج کیا کیا بیان ہوا۔ تو امام حسنؑ، امام حسینؑ بتاتے تھے کہ یہ بیان ہوا۔ تو آپ بھی گھر جا کر بچوں سے پوچھا کیجئے کہ آج کیا بیان ہوا۔ کہاں تک سمجھا آپ نے!

میں نے ایک شہر میں نوجوانوں کے ہاتھ میں عجیب وغریب چیز دیکھی تھی مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ دس بارہ سال پہلے کی بات ہے میں ہوسٹن کیلکٹس میں عشرہ پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا چند نوجوان بچے بیٹھے نوٹ بک میں کچھ نوٹ کر رہے ہیں۔ مجلس کے بعد میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: ہماری ماؤں نے اس سال ہمیں ایک assignment دیا ہے۔ کہ جو سب سے زیادہ احادیث جمع کرے گا اسے انعام ملے گا۔

کیا کہنا ایسے گھرانے کا مغرب میں۔ اب یہ خیال نہ کیجئے کہ وہاں پر نمازیں نہیں۔ جی نہیں دین اور زیادہ قوی ہے۔ مذہب اور زیادہ قوی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ماں باپ alert ہیں۔ یہاں ہم لوگ پاکستان میں Take it granted ۔ کہ بھئی بچہ بھٹکنے والا نہیں حالانکہ سب سے زیادہ بھٹکے گا یہیں پر۔ اس لئے کہ یہاں نہیں سمجھ کے بھٹک رہا ہے وہاں سمجھ کے بھٹک رہا ہے۔ وہاں دو ہی لائن ہیں یا پورے اندر یا پورے باہر۔ ہم لوگ یہاں پر کیسے چل رہے ہیں۔ کبھی اندر کبھی باہر۔ یا پورے اندر نہیں یا پورے باہر نہیں۔

امام حسینؑ کی مجلسیں بہترین درس گاہ ہیں اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس گھرانے میں پیدا کیا جہاں پر حسینؑ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ہماری مائیں بچپنے سے ہی کن ناموں کی یاد دلاتی ہیں ۔ گرو تو یا علیؑ کہو۔ مرو تو یا حسینؑ کہو' اسی لئے ہم جب پریشان ہوتے ہیں تو یا علیؑ اور جب ہمارے پاس سے کوئی چلا جاتا ہے تو یا حسینؑ ۔ اس لئے کہ یہ دو رابطے اتنا قوی انسان کو بنا دیتے ہیں کہ جسکا تصور انسان نہیں کر سکتا۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ اگر تربیت صحیح ہو تو بچے مشکل حالات میں بھی اپنے دین کو چھوڑتے نہیں ہیں۔ حضرت مسلمؑ کی شہادت ہو چکی ۔ ایک سال ہو گیا۔ یتیم بچے ایک

سال سے قید میں ہیں۔ یہ بچوں کا تذکرہ ہے تربیت کا تذکرہ ہے۔ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ایک سال بعد بڑے بھائی ابراہیم نے دربان، جیلر جو تھا اس سے بات کرنی شروع کی: اے شخص تم محمد مصطفیٰ کو جانتے ہو۔ اس نے کہا: بچو ہم تو کلمہ پڑھتے ہیں ان کا۔

"اچھا تو علیؑ مرتضیٰ کو جانتے ہو؟"۔ "ہاں وہ ہمارے مولا ہیں"۔

"مسلمؑ کو جانتے ہو؟"۔ کہا: ہاں علیؑ کے بھائی۔ تو بچوں نے سر جھکا کے کہا: ہم مسلمؑ کے یتیم ہیں۔

دیکھئے ماں باپ کی تربیت کا Impact کتنا ہوتا ہے اثر کتنا ہوتا ہے اسے دیکھئے۔

دربان نے ایک مرتبہ جیل کا دروازہ کھولا اور کہا: مجھے معاف کرنا مجھے معلوم نہ تھا کہ تم آلِ محمدؐ کے بچے ہو۔ میرے گھر میں اور میری قید میں رہے۔ جاؤ خدا حافظ۔

بچوں نے مدینے کا راستہ اختیار کیا لیکن دن نکل آیا تو یہ سوچتے ہوئے کہ دیکھ لئے جائیں گے فرات کے کنارے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ ایک عورت فرات پر پانی لینے کی لئے آتی ہے۔ جیسے ہی اپنے مشک کو ڈالنا چاہا دیکھا کہ پانی میں دو چاند سے چہرے لہرا رہے ہیں۔ سر اٹھایا دیکھا کہ دو بچے ہیں جو گلے میں باہیں ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں۔ کہا: بچوں تم کون ہو؟۔ بچے سہم کر کہتے ہیں کہ ہم یتیم ہیں۔ کہا: گھبراؤ نہیں میرے ساتھ چلو۔

وہ مومنہ اتارتی ہے۔ بچوں کو گھر لے جاتی ہے۔ انہیں کھانا کھلایا اور کہا: اب آرام سے سوؤ۔ نصف شب کے بعد شوہر آتا ہے اور اس کے چہرے سے تکلیف کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس عورت نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ مسلمؑ کے دو یتیم بچے قید سے چھٹ گئے ہیں۔ جو بھی ان بچوں کو لائے گا یا ان کے سروں کو لائے گا اسے انعام ملے گا۔ عورت کہتی ہے تمہیں ان بچوں سے کیا کام ہے۔ اگر

تم ان سے کچھ لے بھی لو گے تو آخرت میں اہلِ بیت کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ مگر وہ شقی ڈانٹ کر سو جاتا ہے۔

رات کچھ دیر گزرتی ہے۔ چھوٹا بھائی محمد بڑے بھائی ابراہیم کو جگاتا ہے اور کہتا ہے: میں نے ابھی ابھی خواب میں بابا کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے بہت جلد تمہاری ہم سے ملاقات ہونے والی ہے۔ دوسرے بھائی نے کہا: میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ دونوں بھائی گلے مل کر رونے لگتے ہیں۔ رونے کی آواز حارث کے کانوں تک پہنچی۔ غصے کے عالم میں مومنہ سے پوچھا: یہ کون بچے ہیں۔ اس نے کہا: میں تجھے فاطمہ زہراؑ سے صلہ دلا دوں گی ان بچوں کے ساتھ کچھ نہ کر۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ غصے کے عالم میں بچوں کے پاس جاتا ہے انہیں طمانچے مارنے لگتا ہے اور گھسیٹ کر دالان سے باہر لاتا ہے، ستون سے باندھ دیتا ہے، تلوار کو نیام سے نکالتا ہے اور سامنے رکھ دیتا ہے تاکہ رات بھر بچوں کے سامنے موت رہے۔

بس میں تربیت کا یہ اصول بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ صبح کے وقت بچوں کو لیکر جا رہا تھا۔ مومنہ کہہ رہی تھی: بچوں کے ساتھ یہ کام نہ کر یہ بچے اہل بیت کے گھرانے کے ہیں- اگر صلہ چاہیئے تو ہم حسینؑ سے لے لیں گے، اگر صلہ چاہیئے تو مولا امیر المومنینؑ سے لے لیں گے۔ ان چاند سے بچوں کے ساتھ یہ گستاخی نہ کر۔ اگر تجھے انعام ہی چاہئے تو ان بچوں کو زندہ لے چل۔ لیکن حارث کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔ فرات کے کنارے لے آتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان بچوں پر تلوار چلائے۔

دیکھئے تربیت۔ موت ازخود بہت خطرناک چیز ہے، جواں مرد بھی گھبرا جاتا ہے موت کے نام سے یہ تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ جب اس نے نیام سے تلوار نکالی تو بچوں نے ہاتھوں کو جوڑا اور کہا: ہمیں اجازت دے کہ دو رکعت نماز پڑھ لیں۔

اب یہاں پر میرا message ہے لیکر جائیں میری بہنیں۔ انسان کو اتنا کمال

کس وقت حاصل ہوسکتا ہے کہ اس پریشانی میں بھی بچے یہ کہہ رہے ہیں کہ آخر وقت میں ہمیں دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ بچوں نے نماز پڑھی۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ بڑا کہہ رہا تھا کہ پہلے مجھے مارو، چھوٹا کہہ رہا تھا کہ پہلے مجھے مارو۔ تلوار چلی۔ ادھر تلوار چلی بڑے بھائی کی میت کو اس نے فرات میں ڈالا۔ ہسٹری یہ کہتی ہے کہ فرات کے سینے پر بچے کی لاش تیرتی رہی یہاں تک کہ دوسرا بھائی نہیں آ گیا۔ کربلا میں بھی دو شہید بھائی ہیں۔ یتیمان مسلم بھی دو شہید ہیں۔

کربلا کے دو شہیدوں کے جنازوں کو اٹھانے کے لئے علی اکبرؑ موجود تھے۔ عباسؑ موجود تھے، حسینؑ موجود تھے، اللہ رے یتیمانِ مسلمؑ۔ ان کو اٹھانے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ فرات کی موجیں تڑپیں: اے بچوں آؤ ہم تمہیں گود میں لیتے ہیں۔ ہماری گود سلامت ہے۔

”ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا لا تسلط علینا من لا یرحمنا۔

پروردگار! زندہ رکھنا تو اہل بیت کی محبت میں اور اٹھانا تو اہل بیت کی محبت میں۔

مجلس چہارم

برادران گرامی یہ ہماری چوتھی گفتگو ہے تربیت اولاد کے سلسلے میں۔ سورہ لقمان قران کا اکیسواں سورہ ہے اور اس کی تیرھویں آیت۔ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کررہے ہیں یہ کہہ کر کہ "یا بنی لاتشرک باللّٰہ" سب سے پہلا درس جو انسان کو دینا چاہئے یہی ہے۔ "اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دے"۔

اِن الشرک لظلم عظیم "جو سب سے بڑا ظلم ہے وہ شرک ہے"۔

میں نے اشارتاً دوسری مجلس میں یہ بات کہی تھی کہ شرک دو خدا کے ماننے ہی کو نہیں کہتے کہ اگر کوئی دو خداؤں کو مانے تو مشرک ہوگیا۔ نا۔ اگر کسی نے پوجا کی مشرک ہوگیا۔ یقیناً مشرک ہے۔ لیکن شرک صرف اسی حد تک محدود نہیں ہے اور ممکن ہے کہ ایک فکر جو اسلام دے رہا ہے، ایک Ideology جو اسلام دے رہا ہے، ایک philosophy جو اسلام دے رہا ہے اس کے مقابل میں آپ اپنی ایک فلاسفی بیان کریں۔ یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے اور اسی چیز کو آج ہم کو سمجھنا ہے اور اگر اسے انسان اچھی طرح سمجھ جائے تو ممکن ہے اسے بچوں کو تعلیم دینے میں آسانی ہوتی چلی جائے۔

ماں باپ کے لئے سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ ہم نقطۂ شرک کو پہچانیں۔ فلاسفر

یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز کو پہچاننا ہو تو ضد سے پہچانو۔ **تعرف الاشیاء باضد ادھا۔** شے ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر دن ہی ہوتا رات نہ ہوتی تو پتہ ہی نہیں چل سکتا تھا کہ دن کیا ہے رات کیا ہے۔ اگر مرد ہی ہوتے عورتیں نہیں ہوتیں؟ تو عورتوں نے حقیقت مرد کو معرّف کرایا تو اسی وجہ سے "**ھم فاطمہ و ابوھا و بعلھا و بنوھا**" اگر ایمان کو سمجھنا ہے تو پہلے شرک کو سمجھ جایئے ایمان سمجھ میں آتا چلا جائیگا۔

مجھے آپ کے اذہان کو ایک بہت اہم Message پہنچانا ہے اور مجھے امید ہے کہ میری نوجوان نسلیں اس پر اور کام کریں گی۔ میں نے اکثر عرض کیا ہے کہ یہ مجلسیں آپ کو guide line کا کام دیں گی اور آپ کے لئے home work کا ایک بہت وسیع میدان کھول دیں گی۔ آپ کو بہت کچھ promote کرنا ہے۔ اگر اس موضوع پر اردو یا انگلش میں کتابیں بھی چھپ رہی ہیں تو میں خواہش کرتا ہوں کہ یہاں باہر اس کا اسٹال بھی لگا دیا جائے تاکہ لوگ استفادہ کریں۔اس لئے کہ ممکن ہے کہ سن کر چلے جائیں اور گھر میں کوئی چیز نہ ہو کہ پھر پریشانی ہوگی۔ میں ایک کتاب کی تیاری کر رہا ہوں دعا کریں کہ چھپ جائے تو بہت اچھا ہے۔

سب سے بڑی مشکل ہماری یہ ہے کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ direction ہماری کیا ہے۔ جب خود ہم نہیں جانتے کہ direction ہماری کیا ہے تو ہم اپنے بچوں کو direct کیا کریں گے۔ معنی کیا ہیں؟ معنی یہ ہیں کہ ہماری حیات کے گزارنے کا جو طریقہ ہے، سلیقہ ہے یہ اسلامی ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ ملک اسلام میں چلے جانا آسان ہی مسلم بننا بہت مشکل ہے۔

بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہمارے پاس بہت سے Reformers گزرے ہیں اور ان میں سے جمال الدین الٰہ آبادی افغانی بہت مشہور ہیں۔ He was very energetic۔ اس نے بہت کچھ کام کیا ہے اور اسی طرح Egypt میں سید قطب جو بانیِ اخوان المسلمین ہیں۔ مسلمان بھائی بہت ہی اچھے افراد رکھنے والے ہیں ان کے پاس

عصبیت نہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کو ایک رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے جب مغرب کی سیر کی ہے تو پلٹ کر آ کر ایک جملہ کہا ہے اور یہ جملہ ہم سب کے لئے ایک تحفہ ہے اور آپ اس پر بڑے غور سے کام کریں گے۔

''میں نے مغرب کی سیر کی وہاں میں نے اسلام کو بغیر مسلمانوں کے پایا''۔

اسلام نام رکھ لینے کا نام نہیں ہے۔ اسلام اپنی حیات میں اصول اسلام apply کرنے کا نام ہے۔

ممکن ہے مغرب نے صرف اسلامی نام نہیں رکھا ہو لیکن اپنی زندگی کو اس کے تمام اصولوں پر ڈھال لیا ہو۔ اصول کسی رنگ کے مقید نہیں ہوتے community کے محتاج نہیں ہوتے۔ قوانین principles ضروری نہیں ہے کہ کوئی اس رنگ کا آدمی اپنا لے۔ اگر اچھے قوانین کوئی اپنا لے تو قوانین کی وجہ سے اس کا وقار بڑھ جائے گا۔ اب اگر مغربی دنیا ترقی کر رہی ہے تو اس وجہ سے کہ اصولِ اسلام انہوں نے اپنا لئے ہیں۔

ذرا سخت جملے میں کہتے ہوئے ڈرتا ہوں کیونکہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔

سورہ جمعہ آپ پڑھتے ہیں، سنتے ہیں علماء سے، نمازِ جمعہ میں شریک رہتے ہیں۔

'' مثل الذین حملوا التوراۃَ ثم لم یحملو ھا کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا بایات اللّٰہ ط واللّٰہ لا یھدی القوم الظالمین۔ (آیت ۵)۔

امید ہے کہ ہم قران کو رٹنے کی حد تک محدود نہیں کریں گے۔

''مثل الذین حملوا التوراته'' example دے رہا ہے پروردگار ان لوگوں کی جنہوں نے توراۃ کو اٹھایا۔ اٹھایا کے معنی کیا ہیں۔ کیا سر پر اٹھایا تھا؟ یعنی جنہوں نے کہا تھا کہ ہم یہودی ہیں ہم تورات پر عمل کرتے ہیں۔ جس طرح کہ ہم مسلمان کہتے ہیں۔ ہماری کتاب کیا ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس دعائیں ہیں۔

اللّٰہ جل جلالہ ربی محمد صلی اللّٰہ علیه نبیّ و قرآن کتابی۔ تو کیا کیا

آپ نے اٹھالیا سر پر؟۔

''مثل الذین حملوا التوراۃَ ثم لم یحملوھا'' اٹھانے کے بعد نہیں اٹھایا۔ یہ کیا معمہ ہے بھئی؟

سر پر لادا قران کو، سر پر لادا توراۃ کو مگر پھر بھی نہیں لادا کیا معنی ہیں؟ دنیا میں اگر توراۃ کو اپنی life کے لئے adopt کرنے کے بعد اگر توراۃ پر نہیں چلے تو اسی طرح ہے جس طرح گدھے پر کئی کتابوں کو لاد دیا جائے۔ یہ بات میری نہیں ہے قران کی ہے ورنہ یہ سب مجھ پر برس جاتے۔

''مثل الذین حملوا التوراۃَ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا''

مثال ہے اس کی جس نے توراۃ کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے مگر توراۃ کو اس نے اپنی زندگی میں apply نہیں کیا۔قران کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے لیکن قران کو اپنی زندگی میں apply نہیں کیا۔

''کمثل الحمار یحمل اسفارا'' یہ ایسا ہی ہے جیسے گدھے پر پچاسوں کتابیں لاد دیجئے مولوی بننے والا نہیں ہے، عالم بننے والا نہیں ہے۔ کتاب کو مان لینے سے مسلمان نہیں بنتا۔ کتاب کو برتنے سے مسلمان بنتا ہے۔ یہ اچھی طرح سے سمجھنے کی کوشش کیجئے ہم قران کو کب پڑھتے ہیں؟ کسی کا انتقال پُر ملال ہوگیا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیمo یٰسٓo والقرآن الحکیم o انک لمن المرسلینo علیٰ صراط مستقیمo تنزیل العزیز الرحیم'' پڑھتے جایئے۔ دیکھئے بہت سوں کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ اکثر کو یاد ہوگئی ہے یہ آیت ماشاء اللہ۔ ہونا بھی چاہئے۔ کس کے لئے یٰسین ہے؟ مرنے والے کے لئے؟

''اذا مات الانسان انقطع عملہ الابثلاث''

جس دن انسان مرا، عمل کا chapter بند ہوگیا۔ اسی لئے مولا نے کیا فرمایا۔

''الیوم عمل بلا حساب، غدا الحساب بلا عمل''
آج کام کا دن ہے آپ سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔کل قیامت حساب کا دن ہے۔عمل کا دن نہیں ہے۔

''اذا مات الانسان انقطع عمله الابثلاث'' جس دن انسان مرا اس کا عمل منقطع ہوگیا سوائے تین چیزوں کے۔

تربیت اولاد کے لئے بہترین حدیث ہے وہ آپ آج لیتے جایئے اور سب کے لئے اور میرے لئے دعا کیجئے۔

''اذا مات الانسان انقطع عمله الابثلاث''۔

صدقة جاریه و علم ینتفع به و ولد صالح بدع له'' موت کے بعد تین چیزیں باقی رہجاتی ہے۔نماز نہیں پڑھ سکتا، روزہ نہیں رکھ سکتا۔زکوٰۃ نہیں دے سکتا لیکن تین چیزیں رہ جاتی ہے ایک صدقۂ جاریہ۔اس نے مسجد بنادی، امام بارگاہ بنادی۔کوئی کنواں کھود دیا، راستے بنادیئے۔صدقہ جاریہ۔جب تک وہ چیز باقی ہے وہ عمل اوپر جاتا رہے گا۔کس بلندی تک جاتا رہے گا؟ اصل میں ہم کو معلوم نہیں ہے۔وسعت جنت کیا ہے ہم کو معلوم نہیں ہے۔اس لئے پوچھتے ہیں مولانا ہم روزانہ پڑھتے ہیں۔

''اللھم صلی علی محمد و آل محمد'' خدایا درود بھیج محمد آل محمد پر۔مولانا کب تک بھیجتے رہیں گے؟ limitation آپ کے پاس ہے وہاں limit نہیں ہے۔

دوسری چیز ''علم ینتفع به'' ایسا علم جو اسے مرنے کے بعد بھی فائدہ دے۔ایسی کتاب لکھ گئے آپ کہ آپ کے مرنے کے بعد لوگ اسے پڑھ رہے ہیں اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

تیسری چیز ولد صالح بدع له۔ نیک اولاد۔۔صدقہ جاریہ ہے نیک اولاد۔ زندگی بھر یہی کوشش ہے۔بھئی کیا بنارہے ہیں انہیں؟ مولانا بہت اچھی فکر ہے، بہترین انجینئر بنائیں گے، بہترین ڈاکٹر بنائیں گے، پروگرامر بنائیں گے، کمپیوٹر پروگرامر بنائیں

گے۔ بہت عمدہ ہے بہت اچھا ہے لیکن آپ کے مرنے کے بعد یہ چیز آپ کو فائدہ دینے والی ہے یا نہیں؟ یہ بھی سوچ لیجئے۔ نہ صرف آپ کو فائدہ نہیں دے گی بلکہ اس کو بھی فائدہ نہیں دے گی۔۔ یہ منع ہے۔

بہترین انجینئر بنایئے۔ بہترین ڈاکٹر بنایئے' بہترین پروگرامر بنایئے لیکن اس انجینئر کو قران میں ڈھال دیجئے۔ اس ڈاکٹر کو قران میں ڈھال دیجئے۔ اس پروگرامر کو قران کے پروگرام میں ڈھال دیجئے۔ اب آپ کی زندگی بھی کامیاب ہے اس کی زندگی بھی کامیاب ہے۔

پہلا مسئلہ جو ہم کو حل کرنا ہے وہ یہی ہے کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی direction کو feed کرنا ہے کہ کس طرف اس بچے کو لے جائیں۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے نا! اسی لئے میں نے کہا تھا کہ plan کیجئے۔ جلدی بچے پیدا نہ کیجئے۔ آیا میں تیار ہوں یا نہیں ہوں۔ اس لئے کہ وہ آنے والا Time deny کرتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کام عورتوں کے ہی ہیں۔ بچہ پیدا ہوگا بیوی دیکھے گی مولانا!۔ جی نہیں یہ آپ کی بھی ذمہ داری ہے۔ بیوی اس لئے نہیں آئی ہے۔ حکم اسلام ہے کہ اگر وہ آپ سے دودھ پلانے کا پیسہ مانگے تو آپ کو دینا پڑے گا۔ آپ کو چائے بنوانے کا حق بھی نہیں ہے بیوی سے۔ نہیں ہے قطعاً نہیں ہے!

کس لئے آئی ہے اس کا پورا حق دیا ہے آپ کو اسلام نے۔ ان شاء اللہ میں Defence کی مجلس میں پڑھ رہا ہوں کیا فرائض ہیں husband & wife کے responsibilites کیا ہیں پڑھنے جارہا ہوں۔

تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ پیدا ہوتے ہی عورت کے حوالے کردیا پورا کام ہوجائیگا۔ نہیں نہیں! پہلے آپ یہ دیکھ لیجئے کہ آپ میں اور بیوی میں وہ Capability ہے یا نہیں کہ اس پھول کو جو آپ کی گود میں آنے والا ہے پھول بنا کر باقی رکھیں گے۔ سفید کو سفید ہی باقی رکھیں گے۔ معصوم بچے کو معصوم ہی باقی رکھیں گے اور معصوم ہی معاشرہ کے حوالے کردیں گے۔

میں نے پچھلی مجلس میں اشارہ کیا تھا کہ آپ بھی معصوم بن سکتے ہیں۔ مولانا کیا کہہ رہے ہیں؟ دیکھئے بی بی فاطمہؑ کے چار بچے تھے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ معصوم تھے۔ زینبؑ وام کلثومؑ غیر معصوم لیکن ان کے کردار پر کوئی دھبہ تو لگا کر بتایئے۔ کہہ گیا مین جو کہنا تھا۔

عصمت محدود نہیں ہے۔ عصمت مطلقہ چودہ معصوم ہیں۔ پیغمبر معصوم ہیں۔ لیکن عصمت partial، مجھے بھی حق ہے آپ کو بھی حق ہے۔ ہمارے پاس ایسی ایسی ذواتِ مقدسات ہیں جنہوں نے وہ مقام حاصل کیا ہے جس کا تصور آپ اور ہم نہیں کر سکتے۔ یہی سب سے بڑی غلطی ہے کہ مولانا ہم کہاں سے بن سکتے ہیں۔ مولا نے بتایا کہ تم بنو۔ اسلئے کہ میں بھی struggle کر رہا ہوں تم بھی struggle کرو۔

فاطمہؑ کہہ رہی ہیں کہ تم بنو" فاطمہؑ جیسے"۔ اگر نہیں ہیں تو نمونہ کہاں سے بنیں گے وہ لوگ، example کہاں سے بنیں گے۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ پیغمبروں کا کام تھا۔ "وامر اھلک بالصلوٰۃ و اصطبر علیھا"۔ (سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر قائم رہو۔

ہمارے پاس سب سے بڑی پریشانی کیا ہے کہ ہم male dominated society ہیں۔ ہم نے ہندوؤں سے بہت سیکھا ہے اسلام سے کم سیکھا ہے۔ بیحد معافی چاہتا ہوں۔ That is a fact بیرونی دنیا سے ہم پر بہت سے اثرات ہوئے ہیں اور آج کل مغربی دنیا کے اثرات ہو رہے ہیں۔ آیت اللہ خامنہ ای نے بہت عمدہ جملہ کہا تھا cultural invasion ہو رہا ہے۔ کیا ہے یہ؟ ۔ آپ کے پاس، ہمارے پاس TV کھلا ہوا ہے۔ دیکھئے کیا کیا پروگرام آتے ہیں۔

ماشاء اللہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے ۔ پیپسی اور کوکا کولا کے advertisement آ رہے ہیں۔ ایسا ہے یا نہیں؟ مرد بھی پی رہے ہیں عورتیں بھی پی رہی ہیں۔ کہاں سے پی رہے ہیں مسلمانوں کے پاس سے پی رہے ہیں۔ کم از کم اس

عورت کو جو باہر آ رہی ہے حجاب میں ہونا چاہئے۔

مسلمان کا کام ہے یہ؟ تو یہ کیا ہے cultural invasion ہے۔ تو بہت سے لوگوں نے ہماری حیثیت کو چھیننا شروع کیا ہے۔ صرف ہم ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگ ہم پر حملہ کر رہے ہیں۔ اب مجھے یہ دیکھنا ہے کہ مجھے اس حملے سے متاثر ہو جانا ہے یا ایک shield بنالینا ہے۔ شیلڈ اس وقت بنا سکتے ہیں جب ہم اپنے اسلام کو سمجھنے لگیں گے جس دن اسلام سمجھ میں آ جائیگا ایک ایسی شیلڈ ہو جائیگی کہ دنیا مقابلے پر آ جائے۔ دنیا مجھے نہیں بدل سکتی ہاں میں دنیا کو بدلوں گا۔

یہ المیہ ہے Muslim countries کا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری حیات میں خدا نے ایک ایسا انقلاب دکھایا۔ (میں یہ بھی بتادوں میں کسی ملک کا ایجنٹ نہیں ہوں میں بالکل جم کر open کہنے والا انسان ہوں۔ میں کسی کے under prussure نہیں ہوں۔ کوشش یہ کرتا ہوں۔ last year بھی میں نے بتایا تھا مولا امام زین العابدین کی دعا کا ایک ٹکڑا ہے۔

ان کان عمری مرتعاً للشیطن فاقبضنی الیک

''پروردگار اگر میری حیات شیطان کے لئے آلۂ کار بن رہی ہے تو مجھے اٹھالے''۔ میں کسی کا ایجنٹ نہیں ہوں۔ open بات کر رہا ہوں۔ میرا کسی سے رشتہ نہیں ہے میں خدا کے لئے بات کرتا ہوں) ایرانی انقلاب اگر اسلام اسلام کہتا تو ختم ہو جاتا۔ نہیں انہوں نے اسلام کے لئے کام کیا ہے۔ TV اٹھا کر دیکھئے پورا مکمل اسلام ہے۔ ہوائی جہاز میں بیٹھے مکمل اسلام ہے۔ بتا دیا کہ اہل بیت جن کے پاس ہوتے ہیں ان کے پاس اسلام ہے۔

تو پہلا اہم نکتہ اور اسے اپنی education میں کبھی مت بھلایئے کہ بچے کو خواہ کچھ بنائیں۔ ڈاکٹر بنائیں، یا انجینیئر بنائیں میں نے اپنی زندگی میں بلکہ western countries میں جہاں بھی پڑھتا ہوں وہاں ایک جملہ کہتا ہوں کہ کم از کم مغرب وعشاء

کی نماز گھر میں ایک ساتھ جماعت سے پڑھیے۔ آپ لوگوں کو تو یہاں مساجد کی سہولت ہے لیکن وہاں مساجد کا قریب ہونا آسان نہیں ہے۔ پانچ دس منٹ قران کو بھی دیجئے۔ دو چار حدیثیں پڑھئے۔ دو چار جملے مولائے کائینات کے بھی نہج البلاغہ سے پڑھ لیجئے۔ کبھی صحیفہ سجادیہ پڑھ لیجئے۔ پھر ایک سال کے بعد دیکھئے۔ گھر کا رنگ بدلے گا یا نہیں۔ جس گھر میں قران حکومت کرے وہاں امریکہ حکومت نہیں کرسکتا۔

ایک آیت پڑھنے جارہا ہوں۔ اس آیت کو جب بھی پڑھتا ہوں روتا ہوں اور ہماری Tangible نگاہیں ان چیزوں کو دیکھ نہیں سکتیں۔

''یا ایھاالذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا'' (سورہ تحریم آیت ۶)

آج اس آیت کو اچھی طرح سے یاد کر کے جایئے۔

''یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا'' focus جو خداوندِ عالم کررہا ہے وہ بالکل مومنین سے متعلق ہے ''یاایھاالذین آمنوا '' اے ایمان لانے والوں!

''قُوا'' ۔ بچاؤ۔ تقویٰ اسی سے ہے۔ ''قوا انفسکم'' اپنے نفس کو بچاؤ اور کس کو ''واھلیکم''۔ اپنے اہل وعیال کو۔ کس سے بچاؤ۔ ''نارا''۔ آگ سے۔

اگر حقیقت معلوم ہوتی تو آپ بھی رونے لگتے میں بھی رونے لگتا۔ مثال دوں گا تو بات سمجھ میں آئیگی کہ کیا کہہ رہی ہے آیت۔ فرض کیجئے کہ خدا نے آپ کو بہترین گھر دیا ہے۔ خدا ہر مومن کو دے۔ اس گھر میں بہت ہی expansive فرنیچر لگا ہوا ہے ایک ایک بیڈروم میں' ڈرائنگ روم میں ایک ایک چیز ہے جو لاکھوں تک جاسکتی ہے گویا آپ کا گھر Museum بنا ہوا ہے۔ ایسا گھر بھی مت بنایئے کہ بچے سے کہیں بیٹا یہاں ہاتھ نہ لگاؤ وہاں ہاتھ نہ لگاؤ۔ بچے کو فری رہنے دیں۔

بہترین گھر بن چکا ہے۔ بہت قیمتی فرنیچر ہے اور آپ اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے آتے ہیں۔ خدانخواستہ' خدانخواستہ' اس گھر میں آگ لگ جائے۔

کیا reaction ہوگا آپ کا ؟ قران کیا کہہ رہا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ گھر میں آگ لگ جائے ۔ محلے والے جمع ہوجاتے ہیں۔ بچایئے بچایئے۔ کس کو بچانے کو کہہ رہے ہیں۔ کیا صوفہ بچانے کو کہتے ہیں؟ سب کوشش کرتے ہیں کہ پہلے بچے کو اٹھاؤ۔ ہم جل جائیں معصوم نہ جلے۔

میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ پہلے جو کوشش ہوتی ہے آگ میں بچوں کو بچانے کی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ بڑوں کو تو بھاگنے کی اور خود کو بچانے کی صلاحیت ہے لیکن کوشش یہ ہوگی کہ پہلے معصوم بچوں کو لیں اس کے بعد دوسرے بچوں کو لیں اور سب کو لے کر باہر بھاگیں۔

خدا یہ کہہ رہا ہے کہ گھر میں آگ لگی ہے ابھی بیٹھے ہو؟ ساری دنیا میں آگ لگی ہے ابھی بیٹھے ہو؟ بلاؤ fire engine کو۔ زیرو ڈائل کرو بتاؤ میرے گھر میں آگ لگی ہے۔ کیا کرتا ہے fire engine آنے کے بعد۔ کیا کرتے ہیں وہ لوگ صرف گھر کو ہی نہیں بچاتے۔ پہلو کے دو گھروں پر بھی پانی ڈالتے ہیں تاکہ یہ آگ دوسرے گھروں میں نہ لگے۔

برادرانِ عزیز! یہی اسلام کہہ رہا ہے تم اس آگ کو دیکھو۔ مولانا! وہ آگ ہم کو نہیں نظر آتی۔ عرفان کی اس منزل میں چلے جاؤ کہ اس آگ کو دیکھنے لگو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس آگ کو دیکھا ہے۔ مولانا آپ عارف ہیں۔ نہیں خدانخواستہ میں کچھ نہیں ۔ میں حقیر، فقیر آپ جو بھی کہہ لیجئے۔ ایک طالبعلم ہوں۔ مجھے مشاہدہ کی دنیا میں رہنا ہے میں مشاہدہ کرتا ہوں، میں observation کرتا ہوں۔ میں کونسی آیت کی بات کررہا ہوں؟

قران کی آیت اور example کے ساتھ میں بات کو واضح کرنے کی کوشش کرونگا۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم o ویل لکل ھمزۃ لمزۃ oالذی جمع مالا وعددہo یحسب انّ مالہ اخلدہ o کلا لینبذن فی الحطمۃo وما ادراک

ماالحطمۃo نار اللہ الموقدۃo التی تطلع علی الافدۃo انھا علیھم موصدۃo فی عمد ممددۃ ''(سورہ الھمزۃ)

آہ! قرآن کتنا پیارا ہے۔ کتنی لذت ہے اس میں۔ ''ویل لکل ھمزۃ لمزۃ''

''ھمزہ لمزۃ'' کس کو کہتے ہیں؟ ''پیسہ پیسہ'' لا الہٰ الاّ ڈالر۔

سوائے روپے کے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ criteria' معیار تقویٰ کا پیسہ'' ویل لکل ھمزہ لمزۃ''

ھمزۃ لمزۃ کون ہے قرآن بتائے گا۔

الذی جمع مالا وعددہ۔ آج ایک لاکھ ہوگئے' آج دو لاکھ ہوگئے۔ Millionire ہوگئے۔ اور شوق ختم نہیں ہوتا اور چلتا چلا جاتا ہے چلتا چلا جاتا ہے۔

''یحسب ان مالہ اخلدہ'' یہ حساب کرتا ہے کہ یہی مال ہمیشہ کام آئے گا۔

''کلا لینبذن فی الحطمۃ'' نہیں ہم ایسی آگ لگائیں گے وہ مال دنیا میں ظاہر ہوگا مگر اندر سے آگ لگ رہی ہوگی۔ یہ آگ تمہیں نظر نہیں آئیگی۔

''تطلع علی الافدۃ'' اندر ہی اندر ہوگی۔ جسے تم بجھا بھی نہیں سکتے۔ مثال آپ کو دوں گا۔ خصوصاً جن کو خدا نے دیا ہے جو بچوں کو باہر بھیج رہے ہیں higher education کے لئے۔ نامعلوم وہ ہائی ایجوکیشن ہے یا ہائے ایجوکیشن ہے۔

اس بچے کو کم از کم ایسا تیار کر کے بھیجئے کہ وہ ایسی شیلڈ لگالے اپنے اوپر کہ اس میں کوئی دھبہ لگنے نہ پائے۔ کوئی وار اس پر اثر نہ کرپائے۔ ہمارے ایک بہت اچھے دوست ہیں۔ ان کا بیٹا محبت کے چکر میں involve ہوا اور ایک غیر لڑکی سے شادی کرلی۔ یعنی اپنے مذہب کی لڑکی نہیں تھی ہندو لڑکی تھی مسلمان ہوگئی۔ اور آج کل کے ہمارے بچے کہتے ہیں۔ مولانا! میں نے مسلمان بنادیا۔ جی ہاں ماشاء اللہ کیا کہنے اسلام کے۔ خود بھی بنے ہو کہ نہیں! کلمہ پڑھانے سے کوئی مسلمان بن جاتا ہے؟

کیونکہ میرا بہت بچپنے کا ساتھی ہے میں نے قریب جاکر پوچھا۔ میں چاہتا تھا کہ

دو چار جملے کہوں اس کے متعلق ۔ اس کا ایک جملہ سن لیجئے اور اسی سے آپ سبق لیکر چلے جائیے۔ اس نے کہا کہ آج میرے پاس ایسے فون آرہے ہیں اور میرے دل میں ایسی آگ لگ رہی ہے کہ میرا جوان بچہ مرجاتا اور لوگ پرُسے کے لئے مجھے ٹیلی فون کرتے (تو شاید مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی)۔

یہ کون سی آگ لگی ہے؟ قران یہی کہہ رہا ہے۔

'الذی جمع مالا و عدده o یحسب ان ماله اخلده'' وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا مال ہمیشہ کام آئے گا۔

''کلا لینبذن فی الحطمة'' ہم آگ میں ڈال دیں گے۔

'' وما ادراک ماالحطمة '' ساری پریشانی ہم لوگوں کی یہ ہے کہ ہم صرف دیکھ کر سمجھتے ہیں ہمیں معلوم نہیں ہے' عرفان ہمارے پاس نہیں ہے ورنہ ہر شخص جل رہا ہے۔ برادرانِ اسلام ہر گھر میں آگ ہے اس کے بارے میں اپنے دلوں سے پوچھئے کہ وہ کون سی آگ ہے جو اندر ہی اندر جلتی ہے۔

'' تطلع علی الافدهo انها علیهم موصدة o فی عمد ممدده''

زندہ باد قران! ایک ہی آیت چاہئے اپنے کو بدلنے کے لئے۔ پورا قران پڑھ کے نہ سمجھنا ایک بات ہے۔ ایک ہی آیت سے بدل جانا ایک بات ہے۔

اس چیز کو اچھی طرح سے سمجھئے کہ اسلام نے society میں معاشرے میں' اجتماع میں جس اصول کو متعین کیا ہے وہ ہے تعلیم قران۔ جیسا مولا نے فرمایا تھا کہ بچے کا پہلا حق کیا ہے؟ صحیح نام دیں۔ نام سے ہی وقار ظاہر ہو۔

عباس نام ہے حسن نام ہے حسین نام ہے۔

نام سے شرمندہ نہ ہوں اور نام دینے کے بعد پکاریں بھی ،بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔ اس لئے کہ بہت سے لوگ نام تو رکھ دیتے ہیں لیکن بگاڑ دیتے ہیں۔ بگاڑیئے نہیں اس لئے کہ محترم نام ہیں اس کا impact بھی اس کی life میں ہوگا۔

نمبر دو مولا نے کیا بتایا؟ قران کی تعلیم سکھائیں۔ قرانی تعلیم صرف لڈو کھلا کر نہیں۔ یہ دیکھیں قران کیا کہہ رہا ہے۔ تو تعلیم کے اصول میں سے پہلا اصول جو آج میں بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ بچے کو قران کی تعلیم دیں۔ تعلیم سے مراد قران کی تفسیر۔

ایک قصہ یاد آ گیا آپ کو بتاتا چلوں تاکہ واضح ہو جائے کہ اسلام کن وسعتوں کا نام ہے، کیسی لطیف شے کا نام ہے۔ جس طرح ہمارے پاس gap ہے fourteen hundred years کا اسی طرح سے فکری gap بھی ہمارے پاس ہے۔ ایک قصہ آپ کو سناتا ہوں آپ لوگ بھی جا کر ponder کیجئے اس پر میں نے بھی بہت غور کیا اس سے analyse کیجئے کہ ہم لوگ کتنے دور ہیں۔

رسول اللہؐ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ ایک عورت داخل ہوتی ہے سلام کرتی ہے۔ سبھوں نے سلام کا جواب دیا۔ بولی: یارسول اللہ میں تنہا ہوں bachelor اور میں اپنے ساتھی کی تلاش میں ہوں۔ مجھے spouse چاہئے husband چاہئے۔

آپ غور کیجئے ہماری سوسائٹی اور رسول اللہؐ کی سوسائٹی میں کتنا فرق ہے۔ اسے openness،

Freedom of speech،

Freedom of axpression،

Freedom of human being، کہتے ہیں۔ آج کی دنیا کہتی ہے He can freely speak to any one۔ کس نے سکھایا ہے یہ؟ اسلام نے سکھایا ہے۔ بتایئے ایک عورت آ رہی ہے رسول اللہ کے زمانے میں کھل کر کہہ رہی ہے کہ who am I میں bachelor ہوں مجھے husband کی ضرورت ہے۔ رسول اللہؐ نے ایک مرتبہ مسکرا کے پوچھا: کوئی ہے جو اس عورت سے شادی کرے۔ کوئی نہیں بولا لیکن ایک جیالا اٹھا اس نے کہا کہ رسول اللہ کی بات کو تو کم از کم جانے نہیں دینا

چاہئے۔ کہا: انا یا رسول اللہ میں تیار ہوں رسول اللہ نے کہا: مہر کے لئے کچھ پیسہ ہے تمہارے پاس؟

کہا: یارسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

رسول اللہ نے کہا: جب کچھ نہیں ہے تو کیسے کرے گا بیٹھ جا۔

بیچارہ بیٹھ گیا دوسری بار پھر کہا: کوئی ہے جو اس سے شادی کرے۔ کوئی نہ اٹھا پھر وہی اٹھا۔ رسولؐ اللہ نے کہا: مہر کے لئے کچھ ہے۔ کہا: نہیں۔ فرمایا: بیٹھ جا۔

تیسری بار پھر رسول اللہ نے کہا: ہے کوئی؟۔ پھر وہی اٹھا۔ رسول اللہ نے کہا: ہاں شادی ہوسکتی ہے تمہاری۔ میرا نوجوان مجمع سنے اور اس کے بعد اسلام سے محبت کرے۔ اسلام کیا چیز ہے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہم نے شادی کو کیا سمجھا ہے اور اسلام کیا سمجھتا ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ نے ایک عجیب وغریب جملہ کہا: تمہاری شادی ہوسکتی ہے۔ تم کو جو میں نے قران کی تعلیم دی ہے وہ یاد ہے۔

عرض کیا: رسول اللہ جو جو آپ نے تعلیم دی ہے اس میں سے تھوڑا بہت جانتا ہوں۔

رسول اللہ نے فرمایا: اس عورت کا مہر یہ ہے کہ جو علم میں نے تم کو دیا ہے وہ اس عورت تک منتقل کردو۔

عورت سے کہا: تم قبول کرتی ہو اس مہر کو؟۔۔ کہا: جی ہاں مجھے بالکل پسند ہے۔

آئے دونوں الگ الگ ۔ گئے شادی شدہ ہوکر۔ بس اتنا ہی اسلام شادی میں ہے۔ نہ سانچق نہ مہندی۔ نہیں کوئی ضرورت ہی نہیں ہے یہ ہندو کلچر ہے جو کہہ رہا ہے مہندی لگاؤ۔ یہ کرو، وہ کرو، اسلام میں شادی luxury نہیں ہے، شادی ضرورت ہے۔ کھانا کھانے کے لئے بینڈ باجہ نہیں ہوتا۔ بھوک لگتی ہے تو انسان کھاتا ہے انسان کی ضرورت کا نام شادی ہے انسان کی luxury کا نام نہیں۔ اتنی پابندیاں لگادی گئی ہیں کہ آج ہماری بچیاں تیس تیس چالیس چالیس سال کی ہوجائیں۔

کیا ہے یہ سوسائٹی؟ اس سے اسلام کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ

شادی اتنی سادہ ہو کہ کبھی کسی مومن کو پریشانی نہ ہو۔لڑکی رحمت ہے زحمت نہیں۔

اس واقعہ سے کیا بتانا چاہ رہا تھا میں؟ اس واقعہ سے relate کرنا چاہ رہا تھا کہ چودہ سو سال کا جو gap ہے جس کو ہم کہتے ہیں generation gap۔ہم کہتے ہیں مولانا بچہ تو سنتا ہی نہیں کیا کریں۔generation gap ہے۔ غلط فہمی ہے۔ اپنے آپ لگا دیا ہے یہ gap کچھ بھی نہیں ہے۔ Idealogy کا کوئی gap ہی نہیں ہوتا۔ افکار، فلاسفی میں کوئی گیپ نہیں ہوتا۔ میرے سمجھانے میں gap ہے۔فکر میں کوئی gap نہیں ہے۔ فلسفہ میں کوئی gap نہیں ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے کا اسلام ہے۔ جی نہیں انسان چودہ سو سال پہلے بھی انسان تھا۔ یہ انسان ایک ہی ہے بدلا نہیں ہے صرف اس کی ضرورتیں بدل گئی ہیں۔

اب تک جو گفتگو کی ہے اسے Summarize کر کے آگے بڑھتا ہوں۔ میں نے آپ کے سامنے یہ پیش کیا ہے کہ عواملِ تربیت' factors of education دو ہیں ایک ظاہری ایک باطنی۔

باطنی فیکٹرز تین ہیں۔ ایک توارث' Inheritance دوسرے توفیق' ذاتِ پروردگار کی طرف سے' تیسرے دعا ماں باپ کی طرف سے۔

اور اب ظاہری فیکٹرز کیا ہیں؟ والدین۔ بچے والدین سے بہت سیکھتے ہیں۔' والدین کی کاپی کرتے ہیں۔ دوسرے مدرسہ' تیسرے جامعہ' سوسائٹی' معاشرہ' یہ ہو گئے عواملِ تربیت۔

اب آیئے عواملِ گمراہی۔ یہ بھی باطنی اور ظاہری ہیں۔ باطنی کیا ہیں؟ توارث وہی وراثت سے خرابی آتی ہے۔کسی نے شادی کرنے سے پہلے دیکھا تھا کہ کس گھر میں شادی کر رہا ہوں۔ شادی کرنے کے بعد پریشان نہ ہو جایئے۔ میں نے status دیکھا۔لڑکی کا ایمان نہیں دیکھا۔لڑکے کا status دیکھا۔لڑکے کا ایمان نہیں دیکھا۔ اسلام کہتا ہے کہ status مت دیکھو پہلے یہ دیکھو کہ اس میں وہ صلاحیت موجود ہے یا نہیں جو آئندہ

نسل کو پاک وصاف آگے بڑھا سکے۔

نمبر دو۔ سلبِ توفیق کہ خدا کہے کہ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو۔ لا الہ الا اللہ! پناہ مانگیے کہ خدا اگر ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ دے تو سب سے بڑا status ہے۔

تیسرا ہے دعا کا نہ کرنا۔ indifferent ہونا' پرواہ نہیں ہے کہیں بھی جائیں۔ عیش کرو میرے بچو! مزا اڑاؤ اس لئے کہ دنیا مزے کی جگہ ہے۔ یہ بھی تباہی کے آثار ہیں۔

تو ظاہری عوامل گمراہی کے پہلے والدین۔ بہت سے والدین نے بچوں کو گمراہ کیا ہے۔ دوسرا مدرسہ Peer pressure جیسا کہ کل بتا رہا تھا۔ ان کے لئے سعدی شیرازی نے ایک رباعی فارسی میں کہی ہے اسے سن لیجئے کہ بہترین سبق ہے۔ خصوصاً میرے نوجوان اور چھوٹے بچے۔

یار بد بدتر بود ازمار بد تاتوانی بگریز ازیار بد

یار بد ازجاں و از ایماں برد مار بد تنہا ہمیں از جاں برد

بہت خوبصورت رباعی ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ فارسی ہندو تک جانتے تھے۔ انڈو پاک میں جب great indo-pak تھا اس زمانے میں ہندو بھی فارسی جانتے تھے بعد میں انہوں نے slogan ایجاد کیا۔ پڑھو فارسی بیچو تیل۔ مطلب تھا کہ اگر فارسی پڑھو گے تو کوئی اچھی job ملنے والی نہیں ہے۔ باقاعدہ بٹھایا گیا ہمارے ذہنوں میں اسی لئے ہم لوگ مذہب سے عاری ہو گئے۔ مذہبی بنو گے تو انجینئر نہیں بنو گے۔

کس نے کہا یہ؟ قم میں میڈیکل یونیورسٹی ہے عورتوں کی۔ سن لیجئے بہت عجیب جملہ کہنے جا رہا ہوں۔ اسلامک ریپبلک آف ایران قم میں میڈیکل یونیورسٹی ہے عورتوں کی جس کی ٹیچرز بھی عورتیں ہیں۔ جس کی کام کرنے والی بھی عورتیں ہیں۔ اس کے اندر جانے کے بعد کوئی مرد نظر نہیں آتا۔ دنیا کی واحد یونیورسٹی ہے۔ کبھی اپنی capacity کو کم نہ سمجھئے۔ بات کو اچھی طرح سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

تو سعدی کہتے ہیں کہ جتنا ہو سکے برے دوست سے دور رہو۔ دوستی کرتے ہوئے

یہ دیکھو کہ کہاں لے کر جارہا ہے یہ دوست۔ کلب کی طرف لے جارہا ہے' مسجد کی طرف لے جارہا ہے' نماز کی طرف لے جارہا ہے' حقائق کی طرف لے جارہا ہے' اچھے افکار ہیں؟۔ یعنی دوستی کرنے سے پہلے اچھی طرح پرکھو۔

تا توانی بگریز از یار بد
یار بد بدتر بود از مار بد

برا دوست زہریلے سانپ سے بھی بدتر ہے۔ اس سے بچو۔

مار بد تنہا ہمیں از جاں برد

کیا کرتا ہے سانپ؟ کاٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ بس اتنا ہی ہوتا ہے نا! یار بد از جاں و از ایماں برد۔ لیکن برے دوست سے نہ صرف جان جاتی ہے بلکہ ایمان بھی جاتا ہے۔

بہت اہم ہے بہت ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ اسکول بہت اچھا ہو مگر spoil ہونے کی جگہ بھی وہی ہے اور تیسرا جامعہ' سوسائٹی۔ جیسا کہ کل میں نے بتایا تھا کہ Total society اپنا environment بنائیے کہ بچے کے گمراہ ہونے کے chance کم ہوں۔ جب تک اسلام ایک مکمل نظام کے طور پر سمجھ میں نہیں آئے گا اس وقت تک Incomplete رہے گا۔

مثال کے طور پر کسی کی آنکھ نکال دیں تو کیا کہیں گے آپ لوگ؟ ناقص۔ بہترین کمپیوٹر ہے ایک پرزہ نکل گیا۔ ایک سوفٹ ویئر نہیں ہے۔ بے کار ہے۔ ارے بھئی کمپیوٹر سامنے ہے۔ ہے لیکن چلنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ اسی طرح society مکمل مل کر ایک سوسائٹی ہے اسی لئے ذاتِ پروردگار نے کہا:

''یا ایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالة'' سورہ مائدہ آیت ۶۷۔ آج بیان کردو اس لئے کہ سوسائٹی کی پوری مہار رہبر پر ہوتی ہے۔ رہبر اگر اچھا تو سوسائٹی اچھی۔ رہبر اگر خراب تو سوسائٹی خراب۔ کیوں مقرر کیا تھا

رسولؐ اللہ نے علی ابنِ ابی طالبؑ کو۔ اس لئے کہ جانتے تھے کہ اگر سوسائٹی بچ سکتی ہے تو اسی سے بچ سکتی۔

آج twenty years کے بعد western media میں ایران کی تعریفیں لکھی جارہی ہیں۔ last election کے بعد لکھا تھا میرے پاس Toronto میں پڑا ہے آپ internet میں دیکھ بھی سکتے ہیں اس کو۔

Iran is an example for all Muslim countries۔ ایران مثال ہے سارے مسلم ممالک کے لئے۔ بتادیا کہ چودہ سو سال پہلے بھی اہلبیتؑ کی ضرورت تھی آج بھی اہلبیتؑ کی ضرورت ہے۔

59 Muslim countries میں ایک ہی country ہے جو اپنے پیروں پر کھڑا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آؤ۔ تعلیم کا سسٹم بھی ہمارا ہوگا۔ TV کا سسٹم بھی ہمارا ہوگا۔ پوری سوسائٹی ہماری ہوگی۔ ہم بچوں کو اپنے خطوط پر ڈھالیں گے۔ اسی لئے آیت اللہ خامنہ ای نے TV کے ڈش کو حرام قرار دیا اس لئے کہ cultural invasion ہورہا ہے۔ہمیں گندگی نہیں چاہئے ہمیں برائیاں نہیں چاہئیں۔

اسلام نے بتایا ہے لا الہ الا اللہ! Allah is Wahid اسلام نہیں ہے۔ اللہ واحد اسلام نہیں ہے۔ خدا ایک ہے۔ نہیں ہے اسلام ۔ اسلام ہے کوئی نہیں ہے مگر اللہ۔ پہلے کوئی کو سمجھئے بعد میں اللہ سمجھ میں آئیگا۔ تو اس فرق کو بتانے کے لئے میرا مولا امام حسینؑ کربلا کی طرف جارہا ہے۔ کہہ رہا ہے کہ سوسائٹی کو بدلا جائے کیونکہ ساری پریشانی اسی وجہ سے ہے۔

دیکھئے جب کبھی انقلاب آتا ہے تو لیڈر منشور پیش کرتا ہے۔ آپ کے پاس ابھی جو انقلاب آیا پاکستان میں تو first day ہی Army chief نے منشور سنایا۔ منشور کیا ہے؟۔ کہ کیونکہ corruption سوسائٹی میں بڑھ گیا ہے میں اس کرپشن کو ختم کروں گا۔ بہترین منشور ہے کیا کہنے!

امام حسینؑ نے کربلا جانے سے پہلے منشور سنایا کہ میرا ارادہ کیا ہے؟ کربلا جا کیوں رہا ہوں؟

میں اپنے بچوں، نوجوانوں، سب سے خواہش کرتا ہوں کہ حسینؑ کی عزاداری کا مقصد سمجھئے، ہدف سمجھئے۔ ہدفِ امام حسینؑ کسی شخص کو جنت پہنچانا نہیں ہے بلکہ سوسائٹی کو جنت میں تبدیل کرنا ہے۔

تاریخ کہتی ہے کہ امام حسینؑ نے ۲۸ رجب کو مدینہ سے نکلتے ہوئے نانا سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ نانا کی قبر پر پہنچے سلام کیا۔ **السلام علیک یا جداہ۔**

میرے نانا میرا اسلام ہو آپ پر۔ سلام کرنے کے بعد کہا:

''**اللھم ھذا قبر نبیک**''۔ پروردگار یہ تیرے نبی کی قبر ہے۔

''**انا ابن بنت نبیک**''۔ میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ اللہ رے تعارف کا انداز! کتنا پیارا تعارف ہے۔ direct نہیں کہتے کہ میں تیرے رسول کا نواسہ ہوں۔ نہیں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ جو ہو رہا ہے اسے تو اچھی طرح سے جانتا ہے مجھے describe کرنے کی، بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد مولا امام حسینؑ نے انقلاب کربلا کا منشور جاری کیا۔

''**انا ارید ان امر بالمعروف و انھا عن المنکر**''

میں نے ارادہ کیا ہے امر بالمعروف کروں، نہی عن المنکر کروں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر ایک مولوی کی نگاہ میں حلال وحرام کے بیان کرنے کا نام ہے۔ حسینؑ کی نگاہ میں یزیدیت کو ہٹا کر حسینیت کو لانے کا نام ہے۔

social changes کا نام ہے انقلاب کربلا۔ صرف زبان سے حسینؑ حسینؑ ہو society میں changes نہ ہوں یہ انقلاب کربلا نہیں ہے۔ sentiments سے کھیلا جا رہا ہے خصوصاً پاکستان میں۔ ایسی ایسی چیزیں شروع کی جا رہی ہیں حسینؑ کے نام پر کہ کبھی کسی نے اس طرح عزاداری نہیں کی ہے۔ ان شاء اللہ میں آئندہ مجالس میں

بیان کروں گا کہ ہمارے پاس عزاداری سُنّتی ہے۔ امام زین العابدینؑ کربلا کے بعد زندہ تھے۔ امام محمد باقرؑ کربلا کے بعد زندہ تھے۔ امام جعفر صادق کربلا کے بعد رہے۔ امام موسیٰ کاظم کربلا کے بعد زندہ رہے۔ پورے نو امام زندہ رہے۔ انہوں نے کربلا کو کیسے منایا! جیسے منایا وہی سنت عزاداری ہے۔ ہم کو پوچھنے کے لئے کسی اور گھر میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تو امام حسینؑ نے منشور جاری کیا۔ منشور جاری کرنے کے ساتھ ہی گھر کے بچوں کو بھی ساتھ لیا، بڑوں کو بھی ساتھ لیا، عورتوں کو بھی ساتھ لیا، علی اصغرؑ کو بھی ساتھ لیا۔ چھوٹے چھوٹے عونؑ و محمدؑ کو بھی ساتھ لیا کہ دیکھو جامعہ (معاشرہ) بنانا ہے ان سب سے۔ عورتیں بھی چاہئیں جامعہ میں، چھوٹے چھوٹے بچے بھی چاہئیں۔ سبق دے رہے تھے امام حسینؑ۔ یہ قافلہ جو لے جارہا ہوں ایک خالص معاشرہ ہے۔ میں چاہتا ہوں ساری سوسائٹی میرے گھر کی طرح ہو جائے۔

(میں مصائب میں بھی کوشش کروں گا کہ تربیت سے ہٹوں نہیں) بچوں کو آپ ہر چیز کی تربیت دے سکتے ہیں۔ مگر موت کی تربیت دینا مشکل ہے۔ بچے کے سامنے موت کا تذکرہ کرتے ہوئے انسان گھبرا جاتا ہے لیکن حسینؑ نے کربلا کے میدان میں موت کی تربیت بھی دی ہے تاریخ یہ کہتی ہے کہ کربلا کے میدان میں حسینؑ کا قافلہ پہنچا۔ نینوا والوں کو بلایا۔ نینوا والو! کربلا والو! آؤ سارے بچوں اور عورتوں کو بھی بلایا گیا۔ سب سے پہلے خواہش کی چھوٹے چھوٹے بچوں سے بات کرنا ہے۔

حسینؑ بچوں سے بات کرنے لگے۔ کبھی کسی کو سینے سے لگاتے۔ کبھی کسی کے گلے کو بوسہ دیتے۔ کبھی کسی کے گال کو بوسہ دیتے۔ کہتے کہ تم محمد مصطفےٰ کو جانتے ہو؟ چھوٹے چھوٹے بچے کہتے کہ ہاں فرزندِ رسول وہ اللہ کے رسول تھے۔

''تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ میں اسی رسولؐ کا نواسہ ہوں۔ فاطمہؑ کو تو جانتے ہو تم؟

چھوٹے چھوٹے بچے کہتے! ہاں فاطمہؑ محمد مصطفیٰؐ کی اکلوتی بیٹی۔ آپ ان کے فرزند ہیں۔

فرماتے: ہم اس زمین میں شہید کردیئے جائیں گے۔

دیکھئے! درس ہے جو حسینؑ دے رہے ہیں۔ یہ درس آسان نہیں ہے موت کا درس دینا ہے، شہادت کا درست دینا ہے، ذمہ داری کا درس دینا ہے۔

امام حسینؑ کہتے ہیں: اسی مقام پر ہم تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوجائیں گے۔ تمہارے ہاتھوں سے قبریں نہیں بنائی جاسکیں گی۔ تم لوگ ایک ایک مشت خاک اٹھانا ہماری میتوں پر ڈال دینا۔

روایتیں کہتی ہیں کہ اس کے بعد امام حسینؑ نے نینوا والوں سے خواہش کی۔ کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ ہم تین دن کے بھوکے پیاسے یہاں شہید ہوجائیں گے۔ شہیدوں کا دفن کرنا تم پر فرض ہے تم آ کے ایک ایک کی قبر بناؤ اور ہمیں دفن کردو۔ امام حسینؑ نہ جانے کیسے مظلوم ہیں مطمئین نہیں ہوئے۔ خواہش کی کہ کیا میں تمہاری عورتوں سے بات کرسکتا ہوں۔

کہا: مولا تشریف لایئے۔

پردہ ڈالا گیا۔ حسینؑ نے سلام کیا کہا: میں فاطمہؑ کا بیٹا ہوں۔ ہم لوگ یہاں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوجائیں گے۔ تمہارے مرد آ کر یہاں قبریں نہ بناسکیں تو تم رات کو ایک گڑھا کھود کر ہم سب کو ڈال دینا پھر مٹی ڈال دینا۔ میں ہاتھوں کو جوڑوں۔

مولا وصیت ختم کردیجئے آپ کی وصیت پوری ہونے والی نہیں ہے۔ روایتیں کہتی ہیں کہ لٹا ہوا قافلہ جارہا تھا کربلا سے۔ زینبؑ نے ایک مرتبہ محسوس کیا کہ سید سجادؑ کی ہتھکڑیاں تو ہیں لیکن سید سجاد نظر نہیں آتے۔ تھوڑی دیر گزری تو نظر آئے پوچھا بیٹا کہاں گئے تھے۔

کہا: پھوپھی اماں ابھی ابھی کربلا سے آرہا ہوں۔

مجلس پنجم

سورۂ لقمان قران کا اکیسواں سورہ ہے اس کی تیرھویں آیت۔لقمان اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کررہے ہیں: یا بنی اے میرے بیٹے۔

لاتشرک باللّٰہ۔ اللہ کے ساتھ کسی کوشریک قرار نہ دو۔

''ان الشرک لظلم عظیم''۔سب سے بڑاظلم شرک ہے میں نے اشارتاً یہ بتایا تھا کہ معنی شرک یہ نہیں ہیں کہ انسان ایک سے زیادہ کو مانے بلکہ ممکن ہے کہ ایک اللہ کو مانتا ہو'پورے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا پر ایمان رکھتا ہو اس کے باوجود بھی اس کے پاس شرک ہو۔مولا نے فرمایا ہے کہ شرک دل میں اس طرح سے گزرتا ہے جیسے اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چیونٹی چلتی ہو۔

علمائے اخلاق نے شرک کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ظاہری اور باطنی۔ باطنی شرک میں ہم سب ملوث ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ help کی ضرورت ہے' مدد کی ضرورت ہے کہ ہمیں اس سے دور کرے۔ہم نے لا الہ الا اللہ کہہ کر یہ اعلان کیا ہے کہ ہم اپنی زندگی میں کسی اور قانون کو نہیں اپنائیں گے سوائے اللہ کے قانون کے۔

اس کو اچھی طرح سمجھئے۔معنی لا الہ الا اللہ کیا ہے؟ کہ میں اپنی زندگی میں کسی

قانون کو نہیں adopt کروں گا مگر اللہ کے قانون کو۔

آج جا کر تکیے سے سر ٹکایئے اور پوچھئے اپنے آپ سے۔ میں بھی پوچھوں گا۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں آیا میری زندگی میں قانونِ خدا نافذ ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں ہے اور اس کے نفاذ کا کیا طریقہ ہے؟۔ نفاذِ قانونِ الٰہی توحید ہے اور غیر قانون الٰہی کا نفاذ شرک ہے۔

میں نے اپنے آپ کو مسلم کہا۔ میرا نام محمد ہے فلاں کا نام حسن ہے فلاں کا نام علی ہے فلاں کا نام عبداللہ۔ اور کسی کا نام ہے john' رام۔ چہرے سے دیکھنے سے معلوم نہیں ہوتا ان تینوں چاروں کے ۔ کوئی مسلم نام ہے کوئی کرسچین۔ ظاہری appearance جو رہے گی وہ سب کی ایک ہی رہے گی۔ کس چیز میں فرق ہے؟ کس چیز سے اسلام ظاہر ہوتا ہے؟ اسلام ظاہر ہوتا ہے اس کے عمل سے۔ اگر وہ عملی مسلمان نہیں رہا تو محض زبانی دعویٰ ہے۔

تربیت اولاد میں ۔ میں آج ایک بہت اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے زبان سے کہہ دیا ہے لا الہ الا اللہ مگر ہماری life میں جو کچھ apply ہو رہا ہے وہ foreign ideology ہے' باہر کی فکر ہے۔

ترا وجود سراپا تجلی افرنگ ۔۔۔ کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر

اقبالؔ بہت اچھی چیز کہتا ہے your existance یہ تجلی ہے باہر کی ideology کی۔ تو ایک ایسی بلڈنگ ہے جسے foreignesr نے built کیا ہے۔ کھانے کا طریقہ دیکھ' چلنے کا طریقہ دیکھ' پہننے کا طریقہ دیکھ' مسکرانے کا طریقہ دیکھ' ہاتھ سے shake کرنے کا طریقہ دیکھ۔ تیرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر

مگر یہ پیکر خاکی خودی سے ہے خالی ۔۔۔ کہ تو نیام ہے زرنگار بے شمشیر

نیام بہترین خوبصورت ہے اس میں جواہرات جڑے ہوئے ہیں لیکن اندر تلوار

نہیں ہے۔

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود　　　مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا
وجود کیا ہے تجلّیِ خودی کی نمود　　　کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

آپ کی existance کا کیا ثبوت کہ آپ زندہ ہیں۔ آپ چلیں تو دنیا کہے کہ چلتا ہے آپ اٹھیں تو دنیا کہے کہ اٹھا ہے۔ بات کریں تو دنیا بولے کہ بات کر رہا ہے۔

آپ کے وجود کا پتہ تجلی خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

میرے پاس وقت نہیں ہے کہ انہی اشعار کو ایک مجلس بنادوں مگر اتنا یاد رکھ لیجئے کہ existance کو جب تک آپ prove نہیں کریں گے، اپنے وجود کو دنیا کے سامنے جب تک ثابت نہیں کریں گے تو اس وقت تک آپ ہیں مگر نہیں ہیں۔ ایک چھوٹی سی country نے دنیا کو بتادیا وجود کو کیسے ثابت کیا جاتا ہے۔ مغربی دنیا پریشان ہے ایک چھوٹا سا ملک، اگر غور سے امریکہ دیکھے تو ایران ختم ہوجائے۔ لیکن اس سے معافی چاہی جارہی ہے۔ secretary of state: ہاں ہم نے یہ کیا۔ دنیا بھر کے حکمران اُن کے سامنے جاکر معافی چاہتے ہیں یہ ہمارے سامنے معافی چاہتے ہیں۔

ثابت کرنا ہے اپنے وجود کو۔ education میں ایک بہت اہم نکتہ یہ ہے کہ ہم لوگ جب اپنے بچے کو educate کریں تو وجود کے ثبات کے لئے۔ میری عادت نہیں ہے کہ موٹے موٹے الفاظ استعمال کرکے آپ کے ذہنوں پر دھونس جماؤں۔

اپنی existance کے ثبوت کے لئے آپ ثابت کریں کہ آپ ہیں کیسے؟ بچہ کہاں جارہا ہے آپکا پڑھنے کے لئے۔ کون پڑھارہا ہے اسے اور اگر کوئی غیر پڑھارہا ہے تو وہ کیا پڑھائے گا؟۔ غور کیجئے اس پر Marry Thompson collegiate مثال کے طور پر Marry Marry تو بہت ہیں نا بھائی! ۔ St.Paul بہت سے ہیں نا بھئی! بی بی فاطمہؑ کا کوئی اسکول ہے؟

حدیث آپ لوگ سنتے رہتے ہیں میرا کام صرف یاد دلانا ہے اور اسی یاد کرانے کے عمل سے ہمارا فرض ادا ہوتا ہے۔ توفیق کی دعا آپ بھی مانگیے۔ میں بھی مانگتا ہوں۔ مالک توفیق دے ان شاء اللہ۔

''انا مدینة العلم و علی'' بابها۔

رسول اللہؐ نے کیا فرمایا: کہ میں شہر علم ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جس کسی کو علم کی ضرورت ہو وہ علیؑ کے دروازے پر آئے۔ جی!۔ کس دروازے سے علم آ رہا ہے ہمارے پاس۔ ہمارا بچہ کہاں سیکھ رہا ہے۔ سنیئے آج ان شاء اللہ!

تین عوامل ظاہری میں نے بتلائے تھے۔ آج سے ہم عوامل ظاہری پر گفتگو کریں گے۔ پہلا عامل، پہلا فیکٹر ایجوکیشن میں گھر ہے، ماں باپ ہیں۔ دوسرا فیکٹر مدرسہ، تیسرا فیکٹر معاشرہ یعنی سوسائٹی۔

مجھے بھی سمجھنا ہے اور آپ کو بھی سمجھانا ہے اور امید کرتا ہوں کہ مولا ہم سب کی مدد کریں گے اور یہ مجالس نتیجہ خیز ہوں گی۔ ہمارے بچے آنکھ کھول رہے ہیں تو دوسرے کی گود میں، پل رہے ہیں تو دوسرے کے گھر میں، پڑھ رہے ہیں تو دوسرے کے مدرسے میں۔ بچے ہمارے ہیں فکر دوسرے کی ہے۔

میری ایک advice ہے خصوصاً محفل مرتضیٰ والوں کے لئے کیونکہ آپ کے پاس ایک Organized system ہے۔ میں بہت خوش ہوتا ہوں ہوں جب کبھی organized کام ہوتا دیکھتا ہوں۔ کہاں سے کام شروع کرنا چاہئے؟ ہم سے پوچھا جاتا ہے: ''آپ ہمیشہ problem بتاتے ہیں solution نہیں بتاتے۔ منبر سے problem بتانا بہت آسان ہے solution بھی تو بتائیں''۔ آج solution بتانا چاہتا ہوں۔

تعلیم کا آغاز، میں نے اشارہ کیا تھا کہ پیدائش کے بعد نہیں ہے پیدائش سے پہلے ہے۔ کہاں سے شروع کرنا چاہئے۔ عورت کی تعلیم سے۔ کسی مفکر نے بہت اچھی بات کہی

ہے۔ اگر فرد کی تعلیم ہو تو وہ فرد کی تعلیم ہے اگر عورت کی تعلیم ہو تو خاندان کی تعلیم ہے۔

تو شروع کہاں سے کرنا چاہئے۔ عورتیں ہماری تعلیم حاصل کریں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرد تعلیم حاصل نہ کریں۔ عورت اس لئے کہ پہلا مدرسہ بچے کا عورت کی گود ہے۔ اب ذرا حدیث کو پڑھئے اس تمہید کے بعد تو لطف آئے گا۔ حدیث کیا ہے: ’’**الجنة تحت اقدام امھات**‘‘۔ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ کیا بات؟ جنت باپ کے قدموں کے نیچے نہیں ہے۔

چنانچہ بہت سے لوگ بگڑ جاتے ہیں کہ ہم محنت کرتے ہیں ساری پریشانیاں اٹھاتے ہیں اس لئے کہ نام ان کا ہو؟ وہ بیٹھی بیٹھی گھر میں ہنڈیا ہلا دیتی ہیں اور ماں کے قدموں کے نیچے جنت۔ ساری پریشانیاں ہماری! یہ کیا بات ہے بھئی؟ اسلام میں کوئی انصاف نہیں ہے؟

کیوں کہہ رہا ہے اسلام کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے!

اس سے ایک لطیف اشارہ مل رہا ہے کہ ماں ہی کے قدموں سے دنیا جنت بن سکتی ہے۔ ماں ہی کے ذریعے سے دنیا کو جنت میں بدلا جا سکتا ہے۔

شادی سے پہلے میں نے ایک proposal پیش کیا تھا اور وہ آپ کو بھی پیش کر رہا ہوں۔ اگر ہم مولویوں میں اتحاد ہو جائے تو قیامت ہو جائے۔ قیامت یہی ہے کہ ہم میں اتحاد نہیں ہے۔ میرے والد مرحوم بہت ہی عظیم عالم تھے۔ حال ہی میں، میں نے ان کو کھو دیا۔ ایک سو سات سال کے سن میں۔ اسّی (۸۰) سال انہوں نے قوم کی خدمت کی اور ایک پائی (معاوضہ میں) نہیں لی۔

وہ جب نکاح پڑھنے جاتے تھے تو دولہا سے basic مذہب کے سوالات کرتے تھے۔ اور اگر وہ جواب دیتا تو نکاح پڑھتے تھے ورنہ اٹھ جاتے تھے۔ لوگ شادی سے زیادہ ان سوالوں سے پریشان رہتے تھے۔ اور اتحاد ان کے ہم عصر مولویوں کے درمیان یہ تھا کہ اگر وہ اٹھ کر چلے جاتے تو کوئی دوسرا مولوی آ کر نکاح نہیں پڑھاتا تھا۔ (کہہ گیا جو

جملہ کہنا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کیجئے) لیکن یہاں تو نہیں اور سہی ۔!

اتحاد ہونا چاہئیے ۔ تو وہاں جو لڑ کے شادی کرنا چاہتے تھے وہ ایک سال ہی سے مسجد میں نظر آنے لگتے تھے ۔ صورت دکھاتے تھے کہ ہم مسجد میں آ رہے ہیں ۔ اور دینیات کی کلاسوں میں بھی شریک ہوتے تھے کہ سوالات ہوں گے ۔ جواب کی خامیاں بھی پتہ چلیں گی ۔ ورنہ نکاح نہیں ہوگا ۔ مولانا ! بہت سختی ہے؟ ۔ جی ہاں سختی ہوتی ہے ۔ غیر کے اسکول میں جا کر ہر طرح کی سختی برداشت ہے ۔ مکتب اہل بیت میں آ کر سختی برداشت نہیں ہے ۔ یہ کیوں ہے میں آج تک نہیں سمجھ پایا ۔

شادی سے پہلے ایک crash پروگرام کا انتظام ہونا چاہئیے ۔ جس میں فیملی لائن کی Importance کو بتایا جائے ۔ سیمینار کیجئے ۔ جو لڑ کے لڑکیاں اس میں شریک ہوں ان کو سرٹیفیکیٹ دیجئے ۔ جس کے پاس یہ سرٹیفیکیٹ ہو وہ نکاح کے قابل ہے ۔

بڑی سختی ہے مولانا !۔ اگر ہم قوموں کو سنوارنا چاہتے ہیں اگر ہم چاہتے ہیں کہ future میں پاکستان میں انقلاب لائیں ، یہ قتل و غارت ختم ہو' آپس میں محبت ہو ۔ کہاں سے شروع کریں! foundation سے شروع کریں ۔ foundation کو built کرتے چلے جایئے ۔ پندرہ سال لگیں گے لیکن اس کے بعد آپ کو سوسائٹی اتنی پیاری ہوگی (کہ دوسرے رشک کریں گے) ۔ ان مجالس کو صرف سن کر چلے جانے کا routine مت بنایئے ۔ حرکت میں آیئے ۔

المرتضی اسکول ایک ہی کیوں؟ کیوں نہیں الحسن اسکول' الفاطمہ اسکول' الحسین اسکول' جناب زین العابدینؑ اسکول' امام جعفر صادقؑ اسکول ۔ غیر پڑھا سکتا ہے ہم نہیں پڑھا سکتے ؟ ایسا کیوں ہے؟ میں نہیں سمجھ پایا آج تک ' اور غیر بھی کہاں پڑھاتے ہیں ۔ ہمارے ہی پڑھانے والے ہیں ۔ نام ان کا ہے' میں نے یہاں کئی مشنری اسکول دیکھے ہیں اس کے علاوہ ہندوستان میں بھی جن میں 90 percent عملہ ہمارے لوگوں کا ہے ۔ ہمارے ٹیچرز پڑھا رہے ہیں ۔ صرف وہ لوگ supervision کر رہے ہیں ۔

پڑھانے والے ہمارے، پیسہ ہمارا، نام ان کا۔ نام ہی نہیں کام بھی ان کا۔ جو بچہ ایسے اسکولوں میں پڑھے گا وہ آپ کا نہیں ہوگا کسی اور کا ہوگا۔اس کو آپ کیا سکھا سکیں گے؟ وہ تو سیکھ چکا جو کچھ سیکھنا ہے۔ وہ بدل چکا ہے جتنا بدلنا ہے۔

تو پہلا step یہ ہونا چاہئے کہ شادی سے پہلے ہونے والے جوڑوں کو بتائیں کہ اسلام کیا ہے کہ سارے اصول معلوم ہیں لیکن اسلامی اصول معلوم نہیں ہیں۔

بچہ کی پیدائش کے پہلے ماں کو Nutrition درس دینا چاہئے کہ بچے کو کس غذا کی ضرورت ہے۔ اس میں پیسہ کی ضرورت نہیں ہے انتظام کی ضرورت ہے۔ آپ نظم رکھیے خود بخود مسائل طے ہوتے چلے جائیں گے۔

غریب بھی Nutritions food کھلا سکتا ہے، صحیح کھانا کھلا سکتا ہے اگر اسے علم ہو۔اس لئے کہ اگر غذا اچھی نہیں ہے تو دماغ کہاں سے اچھا ہوگا۔تو غذا کے لئے بھی کام کیجئے۔

یہ میری پہلی advice ہے۔ دوسرا solution۔ ہماری سوسائٹی میں اس پر عمل ہوتا ہے لیکن تھوڑی سی problem ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد سب سے زیادہ Concentration کی ضرورت ہے۔ دقت کی ضرورت ہے۔ ہو کیا رہا ہے آپ کو معلوم ہے۔ ہم جوان ہوتے ہیں بچے ہو جاتے ہیں اب ان بچوں کو نہ ٹائم دے سکتے ہیں نہ پڑھا سکتے ہیں۔ وہ بچے پڑھ رہے ہیں اب جب وہ جوان ہوتے ہیں تو ہم بوڑھے ہو چکے ہوتے ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ مولانا! یہ سنتا نہیں ہے میری بات۔ اب کیا سنے گا! بھاگے دوڑے جاتے ہیں کسی مولوی کے پاس۔ مولانا کچھ دعا بتایئے۔ پورا قرآن لٹکا دیجئے اب کچھ ہونے والا نہیں ہے۔

سالِ گذشتہ میں نے دعاؤں پر کچھ مجلسیں پڑھی تھیں۔ ایک بہن نے مجھے ٹیلی فون پر بتایا: مولانا! abuse ہو رہا ہے دعا کا۔

میں نے کہا: دعا کا کبھی abuse نہیں ہوتا۔

کہا: ہماری سوسائٹی میں باقاعدہ محفلیں لگی ہوئی ہیں۔ اٹھارہ اٹھارہ ہزار مرتبہ یہ پڑھو یہ پڑھو۔ کاہے کے لئے؟ ساس کے وداع کرنے کے لئے۔

اٹھارہ لاکھ مرتبہ پڑھئے۔ ناحق دعا خدا قبول کرنے والا نہیں ہے۔

خدا عادل ہے یا نہیں ہے؟ اگر ایسا ہو جاتا تو دعا کے ذریعے ہم ملکوں کو پھونک دیتے۔

تو سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ ٹائم ہے اور وہ ہمارے پاس ہے نہیں۔ پچیس سال، تیس سال کی عمر میں بچے ہوتے ہیں۔ مرد آدمی ہیں باہر جانا ہے، جدوجہد کرنا ہے، کھلانا ہے۔ کھلانا بھی تو واجب ہے۔

''الکا سب لعیاله کا المجاهد فی سبیل اللّٰه'' اپنی اولاد کی پرورش کے لئے گھر سے نکلنے والا ایک مجاہد ہے جو اللہ کی راہ میں جارہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم کے لئے بالکل خاموش ہو جائے۔

ماں پکانے میں لگی ہوئی ہے، باپ کمانے میں لگا ہوا ہے۔ بچے کو دینے کے لئے ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے۔ حل کیا ہے مولانا اس کا؟ حل یہ ہے کہ If you don't have time buy time اگر تمہارے پاس وقت نہیں ہے تو وقت خریدو۔ ارے بھئی! کوئی وقت خریدا جاتا ہے؟

اگر آپ آفس رکھتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ کامیابی ہوتی چلی جارہی ہے تو آپ آٹھ گھنٹے کے بجائے دس گھنٹے لگاتے ہیں۔ اور اگر دیکھتے ہیں کہ اس سے مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو آپ ایک آدمی کو hire کرتے ہیں۔ تو کیا کیا آپ نے؟ ٹائم کو buy کیا یا نہیں۔ وقت کو خریدا آپ نے۔ اس کا بھی بھلا ہوا آپ کا بھی بھلا ہوا۔

بچوں کے لئے آپ کو وقت خریدنا ہے۔ لفظ خریدنا میں نے استعمال کیا ہے۔ ذرا ہوشیاری سے سمجھئے کہ کیا کہنا چاہتا ہوں۔ ہمارے پاس اسلامی سسٹم میں، Social system میں جس چیز کی description ہے، جو چیز بتائی گئی ہے، اہلبیت نے جو

بتائی ہے، اسلام نے جو بتائی ہے، اس کا واحد حل کیا ہے؟

آپ لائف کا ایک سرکل بنایئے۔ Average Life ہماری اس country میں fifty years ہے مثال کے طور پر۔ ایک circle بنایئے 360 ڈگری کا۔ اس کا ہاف 180 ہوگیا اور کوارٹر 45۔ اس میں 30 پر نشان لگایئے تو ایک طرف 15 رہ گیا۔ حیات کا سرکل بنایئے۔ شروع کیجئے ایک سال کے بچے سے لیکر 21 سال تک۔ 21 سال تک کیوں میں ان شاء اللہ آئندہ بیان کرنے جارہا ہوں کہ کیا اہمیت ہے اس کی۔ تین stages بتائے ہیں حدیث نے۔ بہت پیاری حدیث ہے۔کل سے سنیں گے آپ آج نہیں۔

دیکھئے اکیس سال کا جو Point آپ نے بنایا ہے یہ 15 سے آگے بڑھ گیا ہے اور 30 کے بیچ میں پڑ رہا ہے۔ اور اس کے بعد انسان کو کمائی کی تلاش ہے وہ struggle کررہا ہے۔ اب یہاں سے 21 سال، 45 سال، 50 سال تک لے جایئے۔

انسان کی زندگی کے ابتدائی سات سال بہت سکون اور بادشاہت کے ہیں۔ اے کاش ہم انہی سات سالوں میں رہتے ۔ اور سب سے زیادہ فرصت کا موقع انہی سات سالوں میں ہے۔

اب آئیں 50 years کے بعد لوگ کہتے ہیں مولانا اب کیا باقی ہے تسبیح لے لیجئے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ اللہ اللہ تسبیح پھیرو۔ اس کو گھیرو۔ مسجد میں آجاتے ہیں اللہ کی عبادت کرتے ہیں، پھر انسان کی زندگی میں 50 کے بعد جو ٹائم آرہا ہے وہ liesure ٹائم کہلاتا ہے۔ آپ کے پاس short time ہے آپ کے جذبات ختم ہوچکے ہیں آپ کے خیالات میں ٹھہراؤ آچکا ہے۔ آپ اتنی ٹھوکریں کھا چکے ہیں کہ اب مزید ٹھوکریں کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تجربہ کا ایک سمندر آپ کے پاس موجود ہے۔ اے کاش اس تجربہ سے کوئی فائدہ اٹھاتا۔ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

آیئے میں آپ کو ایک اور سمت میں لے چلتا ہوں۔ خدا نے رسول اللہؐ سے چالیس سال کی عمر میں کیوں کہا کہ آج declare کرو رسالت کو؟ کیوں نہیں پہلے سے کہا؟ اس میں حکمت ہے۔ چالیس سال میں انسان maturity کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے اور اتنی ٹھوکریں کھا چکتا ہے کہ اب وہ ready ہے کہ سوسائٹی کی development کے لئے کوشش کرے۔ سوسائٹی کے correction کے لئے وہ تیار ہو چکا ہے۔ اب وہ آسانی سے سوسائٹی میں تبدیلی لاسکتا ہے اس لئے کہ اس کے پاس liesure time جو ہے، اضافی وقت جو ہے۔ وہ اسے قوم کی بھلائی میں لگا سکتا ہے۔

اب ایک ہے خودسازی یعنی self dicipline۔ ایک ہے جامعہ سازی۔

خودسازی کا دور ایک سال سے لیکر چالیس سال تک ہے اور جامعہ سازی کا دور چالیس سال سے مرنے تک ہے۔ اب یہ liesure time آرہا ہے۔ پچاس سال سے ساٹھ سال تک۔ یہ دس بارہ سال کا جو عرصہ ہے آپ کے پاس بہت time ہے آپ کے جذبات میں ٹھہراؤ ہے۔ آپ وہ نہیں ہیں جو پہلے تھے۔ تو کیا کرنا چاہیئے؟

ایک حدیث ہے جو آپ کو ہدیہ کررہا ہوں۔ میں جب بھی اس حدیث کو پڑھتا ہوں تو شکر کرنے لگتا ہوں کہ اسلام کیا کیا دے گیا۔ حدیث سنیے۔

''الشیخ فی اسرته کا النبی فی امته''۔ بزرگ گھر میں ایسے ہے جیسے امت میں نبی۔

اب یہ بیچاری نئی آئی ہوئی بہو ساس، سسر کو نکال رہی ہے۔ آجکل ہے ایسا ہی۔ اتنا بڑا ذخیرہ گھر میں ہے۔ ایک پیغمبر گھر میں ہے اس رحمت کو نکالنے کے بجائے اس رحمت کی energy کو ان بچوں کی طرف موڑ دیں۔ کیا کیا ہوجائے گا؟۔ قیامت ہوجائیگی۔

تو بزرگوں سے خواہش کرتا ہوں آپ کی ذمہ داری جامعہ میں اگر آپ 50 کے

ہو چکے ہیں، 60 کے ہو جائیں تو موت کا انتظار کرنے مت بیٹھیں۔ آپ کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔ اپنے ان لمحات کو بچوں کے لئے وقف کر دیجئے۔ اس لئے کہ آپ کے نواسے ہیں، آپ کے پوتے ہیں۔ بیٹوں کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ داماد کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ بیٹی کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ بہتر ٹائم آپ کے پاس ہے۔ یہ ٹائم جانا چاہئیے ان بچوں کے لئے۔ اس لئے کہ بچوں کی تربیت کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے۔ وُسعِ صدر' وُسعِ صدر کیا ہے؟ یہ education کا سب سے fundamental issue ہے۔ تعلیم و تربیت کا basic issue ہے اس کو سمجھئے اچھی طرح سے۔

حضرت موسیٰؑ دعا کرتے ہیں:

''رب اشرح لی صدری ' ویسرلی امری' واحلل عقدة من لسانی' یفقھوا قولی'' کئی مرتبہ آپ سن چکے ہیں ماشاء اللہ۔

لیکن میرے سمجھانے کا انداز کچھ ایسا ہے۔ تاریخ حضرت موسیٰؑ اٹھایئے۔ حضرت موسیٰؑ جو تھے وہ sheperd تھے یعنی چرواہا۔ بکریوں کو چراتے تھے۔ اگر کوئی مولوی یہ کام کر کے منبر پہ بیٹھے سب کہیں گے دیکھئے وہی ہیں!

مفکرین علماء نے بحث کی ہے' کیوں یہ profession؟ وجہ کیا ہے؟۔ سب سے زیادہ صبر کی ضرورت جس کام میں ہے وہ ایک جانور کو اس کی غذا کھلانے میں ہے۔ بکریاں اگر کسی کے پاس ہیں تو کوئی ادھر بھاگ رہی ہے کوئی ادھر بھاگ رہی ہے۔ تاریخ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کی ایک بکری بے تحاشہ دوڑی حضرت موسیٰ اس کے پیچھے گئے طویل بھاگ دوڑ کے بعد اس کو پکڑا اور کہا: تو بھاگ رہی تھی میں تجھ کو بھیڑیے سے بچانا چاہتا تھا۔

مثال کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ بچے ہم سے بھاگتے ہیں ہم بچانا چاہتے ہیں دنیا کے بھیڑیوں سے۔

تو نبی کو خدا نے کیوں یہ profession اختیار کرنے کو دیا تا کہ ان میں وُسعِ

صدر آسکے۔ اگر یہ بکریوں کو کھلاسکیں، سدھار سکیں تو پھر انسانوں کو سدھارنے میں آسانی ہوگی۔ صبر کی ضرورت ہے۔ جوانی میں صبر کہاں ہے بچہ رویا لگاؤ یار ایک طمانچہ۔ یہ کیا ہے؟

اور حدیث میں ہے کہ طماچہ مارنے کا حق آپکو نہیں ہے۔ اچھا ہماری چیزیں کس نے لے لیں؟ مغرب نے۔ اگر western countries میں کسی نے بچے کو طماچہ مارا اور کسی محلے والے نے دیکھ لیا اور اس نے ٹیلی فون کر دیا تو social worker آتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اس معصوم کو پالنے کی اہلیت تم میں نہیں ہے۔

یہ کس کا قانون ہے۔ اگر ہماری اچھی چیزیں لے لیں تو کامیاب ہوں گے یا نہیں؟ ہم نے لپ اسٹک لگانا سیکھا، ہم نے گال کو ٹھیک کرنا سیکھا، ہم نے ان کی تقلید میں سب کچھ سیکھا لیکن ان کی اچھائیاں جو ہیں وہ نہیں سیکھیں جو ہماری ہی اچھائیاں ہیں۔

''الحکمت ضالته مومن فیطلب من این و جدها''

حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے تو جہاں سے ملے اسے لے لو۔

تو حضرت موسیٰؑ نے دعا کیوں کی ''رب اشرح لی صدری''

اے پروردگار وُسعتِ صدر چاہیئے؟ کیا کہنا چاہتے ہیں حضرت موسیٰؑ؟

سنیئے۔ میری interpretation کو اچھی طرح یاد رکھیے۔

حضرت موسیٰؑ کہہ رہے ہیں۔ مالک! تو نے اولوالعزم پیغمبر بنادیا۔ میرے پاس اتنی capacity ہے لیکن میری قوم کو تو جانتا ہے کون ہے۔ ''ارنی اللّٰہ'' ہم کو آنکھوں سے دکھاؤ تو اللہ کو مانیں گے۔ وہ الوالعزم معرفت کی اس منزل پر۔ یہ پستی کی اس منزل پر۔ اِن کے پاس معرفت ہی نہیں اُن کے پاس معرفت ہی معرفت۔

کیا کہنا چاہ رہے ہیں ''ربّ اشرح لی صدری'' مالک میرے سینے کو کھول دے، اتنا کھول دے کہ ان سے جب بات کروں تو میری بات سمجھ جائیں۔

بچے کو سمجھنا بہت مشکل ہے، مشکل ترین کام ہے۔ بچے کی تربیت آسان کام نہیں ہے۔ بہت صبر کی ضرورت ہے اس کو مارنا نہیں ہے اس کو دوڑانا نہیں ہے اس کو جھڑکنا نہیں ہے۔ یہ حدیث میں ہے کہ تم غصہ بھی کرو تو کچھ دیر بعد سینے سے لگالو اور یہ بتاؤ کہ تم نے غصہ کیوں کیا تھا۔

شروع سے وہ logic، منطق سمجھنے لگے کہ غصہ جو کیا جاتا ہے کسی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ communication زیادہ کرو۔ کون کرسکتا ہے۔ نہیں کرسکتا۔ اس مقام پر ماں باپ جو نوجوان ہیں یہ کام نہیں کر سکتے تو بہتر یہ ہے کہ بزرگوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

American نہ بن جائیں، western نہ بن جائیں۔ بوڑھے ہوتے ہی Senior citizen,old age homes کا گھر ہی الگ ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ بہو سکون سے بیٹھی ہے۔ حالانکہ سکون نہیں ہے۔ سکون تو ان کے ساتھ چلا گیا جو old homes میں بیٹھے ہیں۔ بھئی ان سے فائدہ اٹھاؤ۔

''الشیخ فی اسرته کالنبی فی امته''۔ خصوصا اپنی نوجوان بہنوں سے گزارش ہے اگر آپ کے پاس گھر میں آپ کی ساس موجود ہیں اگر آپ کے گھر میں آپ کے خسر موجود ہیں دو رکعت روزانہ شکرانہ کی نماز پڑھیں۔ کہ مالک یہ کتنی بڑی نعمت تو نے دی ہے میرے بچوں کی تربیت کے لئے۔

Fundamental issues ہیں بہت ہی بنیادی۔ اور یہ میں بیس سال کی مسلسل محنت کا تجربہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میں نے خصوصاً education line میں بہت زیادہ کام کیا ہے۔ میں بچوں کو پڑھانے میں منبر سے زیادہ دلچسپی لیتا ہوں۔ میں seminars سے زیادہ دلچسپی لیتا ہوں اس لئے کہ education ایسی ہی چیز ہے۔ ایک قصہ میں سناؤں گا کہ کیا ہے education۔ اس کے بعد آپ خود نتیجہ نکال لئے۔

حضرت موسیٰؑ جارہے ہیں۔ ایک قبر کے پاس رکے۔ ذہن میں خیال آیا:

مالک یہ صاحبِ قبر پر کیا ہو رہا ہے دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت موسیٰ کے لئے تو direct line تھی نا بھئی! کلیم اللہ، خدا نے حجاب کو ہٹایا۔ اندر دیکھا کہ بڑا عذاب ہو رہا ہے۔

''مالک بند کردے میں دیکھنا نہیں چاہتا۔'' بند کر دیا گیا۔

پانچ سال کے بعد پھر حضرت موسیٰؑ اسی مقام سے گزرے پھر وہاں رک گئے۔ ذہن میں آیا کہ اب دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو دیکھا کہ وہ جنت میں آرام سے بیٹھا ہوا ہے، مسکرا رہا ہے۔ اب حضرت موسیٰؑ کے ذہن میں سوال آیا:

مالک پانچ سال پہلے جو آیا تھا تو اس پر عذاب ہو رہا تھا اب یہ کیا ہوا؟

وحی آئی کہ جب یہ مرا تھا اس کی بیوی حاملہ تھی وہ بچہ پیدا ہوا۔ اب پانچ سال کا ہوگیا۔ پانچ سال کے بچے کو ماں لیکر استاد کے پاس گئی۔ استاد نے پہلے جو سکھایا وہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' تھا موسیٰ مجھے شرم آئی جو بچہ رحمٰن و رحیم کہہ کر مجھے پکارے اس کے باپ پر میں عذاب نازل کروں۔

جو بسم اللہ سکھانے پر جنت حاصل کرے۔ جو ماں قران سکھادے اسے کیا مل سکتا ہے؟ مادی دنیا سے ہٹیے ذرا معنوی دنیا کی طرف آیئے۔ دنیا گزر جائیگی۔ اچھی خراب پریشانیاں سب گزر جائیں گی۔ باقی جو رہے گا وہ کردار ہے۔ تو اوپر کے واقعے میں یہ پتہ چلا کہ بیٹا باپ کی جنت کا باعث بنا۔ اب اس کا opposite دیکھ لیجئے۔ استغفر اللہ جس طرح جنت کا باعث ہو رہا ہے باعثِ جہنم بھی ہوسکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تربیت کی اہمیت کو سمجھیں۔

''رب اشرح لی صدری'' مالک وُسعتِ صدر چاہئے۔ لیڈر کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ وسعتِ صدر کی ضرورت ہے۔ مربیّ کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ وسعتِ صدر کی ضرورت ہے۔ نوجوان جوڑوں میں صبر نہیں ہے اسی لئے تھپڑ پہ تھپڑ، مار پہ مار بچوں کے لئے۔ نہیں بچوں کو ان بزرگوں کے حوالے کیجئے اور ان سے رحمتیں، نعمتیں لیتے

چلے جایئے۔ اب جب وہ بچے آگے بڑھیں گے تو پاک وصاف بچے ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے بزرگوں سے تجربوں کو حاصل کرلیا ہے۔

اسلام کی فکر یہی ہے کہ Individual correction، انفرادی اصلاح۔ یعنی ایک ایک آدمی کو ٹھیک کریں۔ آپ کبھی کسی کی طرف انگلی سے اشارہ مت کیجئے۔ کہا گیا ہے کہ جب تم ایک انگلی سے کسی کی طرف اشارہ کرتے ہو تو تین انگلیاں تمہاری طرف اشارہ کرتی ہیں۔ تو کبھی کسی کی طرف انگلی نہ اٹھایئے۔ اپنی طرف دیکھئے۔ خود اور اس کے بعد گھر والے، بھائی، بہن، ہر ایک آدمی اپنے خاندان کو دیکھتا چلا جائے۔ پورا ملک اچھا ہو جائے گا۔

امریکن اسکالر کا بہترین جملہ میں نے last time بھی سنایا تھا Parents are blamed not trained۔ ہمیشہ blame کیا جاتا ہے کہ ماں باپ خراب ہیں لیکن ہم نے ماں باپ کو کبھی train نہیں کیا۔ ضروت ہے آج معاشرہ میں امام حسینؑ کے طفیل، صدقہ ہے امام حسینؑ کا۔ میں خواہش کرتا ہوں۔ ان مجالس میں جو ہم نے یہ topic دیا ہے، صرف اور صرف فاطمہ زہراؑ کو خوشنود کرنے کے لئے۔ Institute بنایئے ان مجالس کو اور سننے کے بعد یوں ہی نہ چلے جایا کیجئے، change ہونے کی کوشش کیجئے۔ خاص طور پر اپنی ماؤں بہنوں سے خواہش کرتا ہوں اپنی گود سنواریئے۔ اگر آپ کی گود سنور گئی تو ملک سنور جائے گا۔ آپ کا ملک سنور جائے گا آپ کے گھر میں سکون ہو جائیگا۔

تو برادرانِ عزیز! یہ fundamentals جو میں بتا رہا ہوں یہ بہت ہی اہم اصول ہیں تعلیم کے اور ان ہی کے اوپر آپ homework کریں گے۔ میں آپ کو guidline دے رہا ہوں اس کو آپ elaborate کیجئے۔ خصوصا جو لوگ ٹیچرز ہیں، جو لوگ speakers ہیں ان لوگوں کو کام کرنا چاہئے۔ میں نے کہا تھا۔ اردو میں پاکستان میں تربیت اولاد کے سلسلے میں کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری مگر جب

لائبریری میں چھاننا شروع کیا تو کینیڈا میں سیکڑوں کتابیں ہر لائن میں پائیں۔ ہائے مسلمان! کون ترقی کرے گا؟ وہی تو کریں گے۔ الحمدللہ میں نے ایران میں دیکھا ہے بہت کام ہوا ہے۔ اگر ہمارے علماء اس کا ترجمہ کرلیں تو بہت بڑا کام ہوگا۔

بات یہاں تک آ گئی ہے تو امام حسینؑ نے کربلا کے لئے جو تیاریاں کی ہیں اس میں یہ تیاری بھی ہے کہ بچوں کو بھی فکری طور پر اتنا بلند کردیا جائے کہ بچہ بچہ نہ رہے۔ وہ اپنی مرضی سے شہادت کو قبول کرے۔ امام حسینؑ کربلا میں well planned گئے تھے۔ اس لئے اس revolution کا اثر آج تک ہے۔

اس انقلاب میں امام حسینؑ کی strategy یہ تھی کہ سب سے پہلے سارے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے کہ کیا ہورہا ہے۔ اس وقت نہ ٹیلی فون تھے نہ ای میل یا cellular کچھ بھی نہیں تھا۔ تو امام حسینؑ نے اس وقت کیا کیا؟ جب سارے حاجی مکہ آرہے تھے تو امام حسینؑ مکہ چھوڑ کر جارہے تھے۔ سب سوال کررہے تھے کہ عرفات میں سب جمع ہورہے ہیں۔ نواسہ رسولؐ جارہے ہیں۔ امام حسینؑ نے ایک ہی جملہ کہا:

میں حرمتِ خانۂ کعبہ کو بچانا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں قتل نہ کردیا جاؤں۔

یعنی سچویشن کو سمجھانا چاہ رہے تھے کہ کیا ہوگیا ہے، کیا ہورہا ہے اٹھو!

سارے مسلم ورلڈ میں بات پہنچ گئی کہ امام حسینؑ مکہ سے نکل گئے بغیر حج کئے ہوئے۔ اب سمجھئے کہ زینبؑ کو کیوں لیکر گئے۔ ام کلثومؑ کو کیوں ساتھ لیا۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ ۲۸ رجب کو جب قافلہ جانے لگا تو حضرت عباسؑ سے جناب زینبؑ نے فہرست مانگی تھی اور فرمایا تھا کہ میں بھی ساتھ چلوں گی تو امام حسینؑ نے فرمایا تھا کہ اپنے شوہر سے اجازت لے لو اس لئے کہ تمہارے مختار شوہر ہیں میں نہیں ہوں۔

راوی نقل کرتا ہے کہ رات کو قافلے کی تیاری شروع ہوئی تھی اور عالم یہ تھا کہ اندھیرے ہی میں ایک ایک کو خبر ہوتی جارہی تھی کہ نواسہ رسول جارہا ہے۔ لوگ آہستہ

آہستہ بیت الشرف امام حسینؑ کے اطراف جمع ہو گئے تھے۔ ایسے میں ایک منادی نے آواز دی: اے مدینے والو! دور ہٹ جاؤ۔ اب بی بیاں سوار ہو رہی ہیں۔

روایتیں کہتی ہیں کہ ایک ایک بی بی آتی تھی اور امام حسینؑ ایک ایک جوان کو اشارہ کرتے تھے اور وہ جوان اس بی بی کو عماری میں سوار کرتا تھا۔ مادر علی اکبرؑ آئیں تو علی اکبرؑ آگے بڑھے۔ ام کلثومؑ آئیں تو عباسؑ آگے بڑھے۔ آخر میں منادی نے آواز دی: اے مدینے والو! اپنی آنکھوں کو بند کرو نبیؐ کی بڑی بیٹی فاطمہؑ کی بڑی بیٹی زینبؑ آ رہی ہیں۔ حسینؑ استقبال کو اٹھے۔ ایک طرف عباسؑ آئے ایک طرف علی اکبرؑ آئے۔

عماری کے قریب پہنچے پیچھے سے آواز آئی: زینبؑ رکو رکو۔ زینبؑ نے پلٹ کر دیکھا۔ عبداللہؓ عونؑ و محمدؑ کو لا رہے ہیں۔ زینبؑ کربلا میں میں نہیں ہوں گا۔ میری طرف سے عونؑ کو اور اپنی طرف سے محمدؑ کو قربان کر دینا۔ خدا حافظ۔

اللہ رے education کا طریقہ دیکھیے۔ اہلِ بیتؑ نے ان بچوں کو کس طرح سے تیار کیا تھا۔ بچوں کے سامنے موت کی گفتگو کرنا آسان نہیں ہے۔

روایتیں کہتی ہیں قافلہ آگے بڑھا۔ ایک بی بی دروازہ پر ہی بیٹھی رہی۔ قافلہ مدینے سے چند قدم آگے بڑھا تھا۔ حضرت عباسؑ قافلہ کی طلایہ گردی کر رہے تھے۔ پلٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے، ایک مرتبہ کہا: آقا بڑا عجیب سانحہ ہے۔

مولا نے پوچھا: کیا بات ہے۔

کہا: آپ دیکھتے نہیں ہیں پیچھے صغریٰ آ رہی ہے۔

امام حسینؑ نے پلٹ کر دیکھا۔ بیمار بیٹی کو سینے سے لگایا: بیٹی تم نے خدا حافظ کہہ دیا تھا۔ اب کیوں آ رہی ہو۔ کہا: بابا گھر بہت سونا ہو گیا ہے۔ سارا گھر خالی ہو گیا ہے۔ مجھے بھی ساتھ لے چلیے۔

امام حسینؑ نے دیر تک تسلی کی باتیں کیں اور کہا بیٹی مصلحتِ خداوندی یہی ہے کہ تم نانی کے ساتھ رہو۔ جب فاطمہ صغریٰ نے دیکھا کہ بابا چھوڑ کر ہی جانا چاہتے ہیں تو کہا:

بابا مجھے اجازت دید یجئے کہ میں ایک ایک بی بی سے مل لوں۔ امام نے اجازت دی۔ فاطمہ صغریٰ ایک ایک بی بی کی محمل میں جاتی تھیں۔

اماں خدا حافظ۔ پھوپھی جان خدا حافظ۔

آخر میں رباب کی محمل میں آئیں۔ علی اصغرؑ کو گود میں لیا۔ مسافرو خدا حافظ۔ تمہیں سفر خدا مبارک کرے جاؤ۔ جاؤ۔ یہ بچہ میرا مونسِ تنہائی رہے گا۔

زینبؑ نے کہا: کیسی باتیں کرتی ہو۔ ابھی تو یہ دودھ پیتا بچہ ہے ماں سے کیسے جدا ہوگا؟

کہا: محلّہ کی عورتوں سے دودھ پلوایا کروں گی۔

میں کہتا ہوں: شہزادی چھوڑ دیجئے تاکہ اصغرؑ مدینہ میں رہ کر بچ جائیں۔ مگر تاریخ یہ کہتی ہے کہ امام حسینؑ نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔

صغریٰؑ نے کہا: میں اس وقت تک اجازت نہیں دیتی جب تک بچہ خود سے نہ آجائے۔

زینبؑ آئیں کہا: اصغرؑ چلتے نہیں ۔ بچے نے پھوپھی کو دیکھا پھر ایک مرتبہ بہن سے لپٹ گیا۔ ایک ایک بی بی آتی تھی گود میں لینا چاہتی تھی لیکن بچہ بہن سے لپٹتا جاتا تھا۔

آخر میں زینبؑ نے حسینؑ سے کہا: بچہ فاطمہ صغریٰؑ کی گود کو چھوڑتا نہیں ہے۔

حسینؑ آئے کان میں کیا کہا نہیں معلوم؟ اس تربیت کا کیا جملہ تھا؟

ایک مرتبہ حسرت بھری نگاہ سے بہن کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو:

اے بہن یقیناً تیری گود عزیز ہے لیکن میری نگاہ میں شہادت بھی عزیز ہے۔

قافلہ آگے بڑھا۔ امام حسینؑ کربلا کے قریب پہنچنا چاہتے ہیں ایک مرتبہ کسی نے اللہ اکبر کہا۔ مولاؑ نے فرمایا: یقیناً اللہ بزرگ ہے لیکن اس وقت یہ کہنے کا موقع کیا ہے؟

کہا: مولا وہ دیکھئے وہاں کھجور کے درخت نظر آرہے ہیں۔ دوسرے نے کہا:

نہیں نہیں میں نے یہاں کبھی کھجور کے درخت نہیں دیکھے تھے۔ غور سے دیکھو کیا ہے۔

کچھ دیر بعد دیکھا کہ چار ہزار فوج کا لشکر آ رہا ہے۔

پوچھا: کون آ رہا ہے۔ بتایا گیا کہ کوفہ سے حر آیا ہے۔

امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر پیاسا ہے۔ حکم دیا کہ انہیں پانی پلایا جائے، ساقیٔ کوثر کے بیٹے نے ساری دشمن کی فوج کو پانی پلایا۔ گھوڑوں کو پانی پلایا اور حر سے کہا: کیا ارادہ ہے۔

حر نے کہا: حکم یہ ہے کہ آگے نہ بڑھیں۔ ابن زیاد نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ کو کوفہ لے جایا جائے۔

امام حسینؑ نے کہا: کس کی مجال ہے کہ مجھے کوفہ لے جائے میں پلٹ کر واپس جاؤنگا۔

کہا: نہیں مجھے یہی حکم ہے کہ آپ کو کوفہ لے جانا ہے۔

امام حسینؑ نے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔

حر نے کہا: اگر میری ماں آپ کی ماں جیسی ہوتی تو میں بھی وہی کہتا مگر آپ کی ماں فاطمہ زہراؑ ہیں میں یہ جرأت نہیں کرسکتا۔

تاریخ کہتی ہے کہ یہی وجہ ہوگی کہ شب عاشورہ جو امام نے مہلت مانگی تھی۔

حر نے ایک مرتبہ خیمے میں ٹہلنا شروع کیا یہی کہتا جاتا کدھر جاؤں حق اِدھر ہے یا اُدھر ہے۔

روایت کہتی ہے کہ صبح علی اکبرؑ کی آواز اذان آئی۔ حر خیمۂ حسینؑ کی طرف چلا۔ عمر سعد سے کہا: تجھے مبارک ہو'' ملک رے'' میں جا رہا ہوں۔ میں نے دیکھ لیا حق اُدھر ہے۔ یقیناً وہاں بھوک ہے، یقیناً وہاں پیاس ہے لیکن مجھے یقین ہے جنت ادھر ہی ہے۔ خدا حافظ۔

حر چلے، جاتے جاتے بیٹے سے کہا: بیٹا میرے ہاتھوں کو باندھ دو میرے چہرے پر نقاب ڈال دو۔ اس لئے کہ میں فرزند رسولؐ فاطمہؑ کے لال سے شرمندہ ہوں۔

میں نے ان ہاتھوں سے راستے میں روکا تھا۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ ہاتھ باندھے گئے۔ حُر کے چہرے پر نقاب ڈالا گیا۔ ایک مرتبہ بیٹے نے اللہ اکبر کہا۔

پوچھا: کیا بات ہے۔

بیٹے نے کہا: منزل قریب ہے۔ امام آرہے ہیں۔

حُرؑ نے قدموں پر سر رکھدیا اور کہا: مولا کیا مجھ جیسا بھی بخشا جاسکتا ہے؟ آپ کو اس مقام پر لانے کی وجہ، میں ہی بنا ہوں کیا آپ مجھے بخش دیں گے؟

حسینؑ نے سینے سے لگایا: حر میں نے بخشا میرے خدا نے بخشا۔

''انت حر فی الدنیا و الاخرہ'' تم دنیا میں بھی آزاد ہو آخرت میں بھی آزاد ہو۔

حُرؑ نے کہا: مولا اگر آپ نے میری توبہ قبول کرلی ہے تو مجھے مرنے کی اجازت بھی دیجئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: تم میرے مہمان ہو۔

حُرؑ نے روکر کہا: مولا ہم نے آپ کو بلایا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے۔

حُرؑ میدان میں جاتے ہیں۔ روایت یہ کہتی ہے کہ باپ بیٹا لڑ رہے تھے۔ پہلے بیٹا گرا۔ باپ کو آواز دی: حُرؑ سے پہلے علی ابن حُرؑ کے سرہانے حسینؑ پہنچ گئے۔ سر کو زانو پر رکھا۔ گھبراؤ نہیں تمہارا بابا آئیگا۔

تاریخ کہتی ہے کہ حُرؑ کچھ دیر بعد پہنچے۔ کہا: مولا! آپ نے شرمندہ کردیا آپ مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔

حُرؑ کے اس سوال پر حسینؑ نے ایک جملہ کہا: یہ تیرا نوجوان بیٹا۔ اسے تو کیسے اٹھاتا۔

میں کہوں: علی اکبرؑ (کے گرنے کے موقع پر آپ کیا کیجئے گا؟)

مجلس ششم

ہماری گفتگو بہت ہی اہم، مسلسل، ضرورت والے موضوع سے متعلق ہے اور ان مجالس کو guideline کے طور پر آپ حضرات اپنے اذہان میں رکھیے۔ اس کے بعد ہمیں اور آپ کو بہت کچھ کرنا ہے اور مسلسل کرنا ہے۔

میں نے بتایا تھا کہ ہر سال شادیاں ہورہی ہیں ہر سال بچے ہورہے ہیں۔ ہر سال ہر لحہ سوسائٹی move ہورہی ہے اس لئے تربیت کا موضوع صرف منبر کی حد تک محدود نہیں رہنا چاہئے۔ میرا کام صرف فکری اصلاح ہے، عملی اصلاح نہیں ہے۔ کسی کے عمل پر میں چوٹ کرتا نہیں ہوں اور نہ میری عادت ہے۔ اور فکری اصلاح کے لئے وقت درکار ہوتا ہے، بہت time کی ضرورت ہے۔

کل ہم یہاں تک پہنچے تھے کہ تربیت کے ظاہری عوامل تین ہیں۔ پہلا والدین، دوسرا مدرسہ، تیسرا معاشرہ۔

کل کی گفتگو میں ہم نے اشارہ کیا نقشِ خانوادہ۔ یعنی گھر کے نقوش۔ اس طرح سے گھر کا arrangement ہونا چاہئے جس کے ذریعے بچہ ابتدا ہی سے علم کو حاصل کرے، اس Ideology کو حاصل کرے، اس فکر کو حاصل کرے جو اسلام چاہتا ہے اور

ان میں پہلا مکتب، پہلا اسکول ماں کا شکم ہے۔ اسی لئے اللہ نے ماں کے قدموں کے نیچے جنت بتائی ہے۔ ایک شخص آتا ہے رسول اللہؐ کی خدمت میں اور کہتا ہے:

یارسول اللہؐ میرے ماں باپ ہیں مجھے کس کا احترام زیادہ کرنا چاہئے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ماں کا۔

پھر سوال کیا: اس کے بعد کس کا احترام کروں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ماں کا۔ تیسری مرتبہ پھر یہی سوال ہوا اور رسول اللہؐ نے فرمایا: ماں کا۔

جب چوتھی مرتبہ اس نے یہی پوچھا تو رسول اللہؐ نے فرمایا: باپ کا۔

تو تین مرحلے ماں کے ہیں اور چوتھا مرحلہ باپ کا ہے۔ اس لئے ایک ماں کی تربیت ایک خاندان کی تربیت ہے۔ اگر ہم کسی بچے کو دیکھ کر blame کریں گے کہ اس کے ماں باپ نے اسے عقل یا تہذیب نہیں سکھائی ہے۔ تو اس کا حل یہ ہے کہ ہم ماں باپ کی تربیت میں لگ جائیں۔ جب ماں باپ کی تربیت ہوجائے گی تو خود بخود بچے کی تربیت ہوجائیگی ۔ ہماری قوم کے پروفیسرز، اساتذہ، مربی، علماء، سب کی ذمہ داری ہے کہ اس پر بہت کام کریں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس بارے میں ہمارے پاس اردو میں بہت تھوڑا مواد موجود ہے۔ فارسی میں بہت کچھ موجود ہے۔ دوسری زبانوں میں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا اس موضوع پر معلومات کا بہت بڑا خزانہ موجود ہے۔

ایک حدیث کی مدد سے میں اپنے point of view کو سمجھانا چاہتا ہوں۔

''اطلب العلم من المهد الی اللحد'' علم کو حاصل کرو جھولے سے قبر تک۔

علم کو جھولے میں کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ مجھے سمجھایئے۔ امر کا صیغہ ہے حکم ہے کہ علم حاصل کرو تو جھولے کے بچے سے کہا جارہا ہے کہ علم حاصل کرو۔ مجھے سمجھایئے۔ آپ جاکر اس پر ponder کیجئے فکر کیجئے، میں جو وجہ بتارہا ہوں یہ میری اپنی فکر ہے لیکن آپ اپنی جگہ خود غور کیجئے۔

علم کو حاصل کرو جھولے سے۔ تو پیدا ہونے کے ساتھ ہی حصول علم شروع ہو چکا ہے۔ acquiring of knowledge شروع ہو چکی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بچہ جو کچھ دیکھ رہا ہے اسے grasp کرر ہا ہے۔ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسکرا رہا ہے لیکن اس مسکراہٹ میں بھی curiosity کا ایک سمندر ہے۔ اس کا اندرون معلومات کا ایک خزانہ لئے ہوئے ہے۔ وہ آنِ واحد میں ہزاروں Information کو حاصل کرر ہا ہے۔ ماں اٹھتی کب ہے، بیٹھتی کب ہے، باپ بات کیسے کرتا ہے، مسکراتا کیسے ہے۔ میرا بھائی کیسے کھیلتا ہے۔ بہن کیسے ماں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ یہ سب چیزیں بچہ دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے۔

اس لئے اسلام نے یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے بچے کے کان میں کہو: اللہ اکبر۔ کوئی اور آواز اس کے کان میں نہیں جانی چاہئیے۔ اسی لئے یہ حکم ہے کہ جو خواتین وہاں موجود ہوں وہ قطعاً ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں۔ البتہ جب انسان دنیا سے جا رہا ہو۔ عالمِ سکرات میں ہو اس وقت بھی موجود لوگوں کو دنیا کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

تو بچہ پہلا کلمہ جو سنے وہ ہے ''اللہ اکبر''۔ شروع ہوگئی اس کی تعلیم۔ اب وہ بچہ کسی اور کو اکبر نہیں بنائے گا۔ بنائے گا تو اللہ ہی کو بنائے گا۔ یہ اسلامی تعلیمات ہیں۔

ہم لوگ اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ ہر چیز کے لئے مولوی کے پاس جائیں حالانکہ مولوی کی area of knowledge کے صرف ایک point کی study ہے۔ total information اس کے پاس نہیں ہے۔ فقہ کا اگر کوئی ماہر ہو تو اس کے پاس ایک ہی study ہے اس سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔ جنرل نالج جو انسان حاصل کرتا ہے اس کے پاس اتنا ہی علم ہے۔ ہمارا problem یہ ہے کہ ہم اپنے ذمہ داری بھی مولوی کے کاندھے پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جب تم نے دائرہ اسلام میں قدم رکھا ہے تو تمہارا بھی کچھ فرض ہے۔ میں آپ کو مثال دیتا ہوں اسے grasp کرنے کی کوشش کیجئے اور اس میں فکر کیجئے۔

حدیث ہے ''کلوا الملح قبل الطعام و بعده'' نمک کھاؤ کھانے سے پہلے

اور کھانے کے بعد۔ نمک چکھو نہیں۔ نمک کھاؤ۔ کھانے اور چکھنے میں فرق ہے۔ آج کی scientific دنیا کہتی ہے کہ نمک مت کھاؤ بلڈ پریشر ہو جائے گا۔ غور کیجئے اس بات پر۔ یا استغفر اللہ حدیث غلط ہے یا present studies غلط ہیں۔ نہ دونوں صحیح ہو سکتے ہیں نہ دونوں غلط۔ یا حدیث غلط ہے یا study غلط ہے۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ کلام کا مجرا جو starting point ہے وہ ذاتِ پروردگار ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے۔

قرآن کہاں سے آیا۔ اللہ کا کلام ہے۔ اچھا کلامِ پروردگار doubtful ہوسکتا ہے؟ ''لاریب فیه ''میری فکر غلط ہے قرآن غلط نہیں ہے۔ چنانچہ within thirty years کتنی theories کو correct کیا گیا۔ laws غلط تھے تبدیل ہو رہے ہیں۔ theories غلط تھیں بدل رہی ہیں۔ Theories constant نہیں ہوتیں، مسلسل بدلتی ہیں۔ علم بدلتا نہیں ہے۔ قرآن علم ہے Theory نہیں ہے۔

اب یہاں فضائل کا بھی ایک رخ آئیگا۔ مناظرہ کا بھی ایک رخ ہے۔ الرائیسَن صحیح تھا تو وصیت کیوں کی؟ تھیوری بدل گئی یا نہیں؟ اور اگر وصیت صحیح تھی تو شوریٰ لیسے ہوا۔ ہمارے پاس یہ تینوں غلط ہیں۔

جس طرح سے قرآن میں کوئی شک نہیں ہے ''لاریب فیه، هدی للمتقین'' اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔ قرآن نالج ہے، تھیوری نہیں ہے۔ جس طرح قرآن نالج ہے اسی طرح ''وما ینطق عن الهویٰ ان هو الّا وحی یوحا''۔

ہمارا نبی کبھی اپنی مرضی سے بات نہیں کرتا جب تک وحی نہ آجائے۔ ہمارے پاس چودہ معصومین کے جو اقوال ہیں اگر ہم قال جعفرؑ کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے قال محمدؐ۔ قال باقرؑ یعنی قال محمدؐ۔ اس میں کلّنا محمدؐ ہیں۔

ہم نے قول محمدؐ کی strategy یہ کی ہے کہ اسے ڈھائی سو سال تک آگے بڑھایا انہوں نے گیارہ ہجری میں ختم کردیا۔ ان کی مجبوری ہے۔ ہماری ماشاء اللہ بہت نالج ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ کی آنکھ بند ہوئی لیکن حقیقت زندہ ہے۔ اب

آ یئے یہ قول بھی بدلتا نہیں ہے اگر صحیح قول ہے۔ حدیث یہ کہہ رہی ہے کہ نمک کھاؤ۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد۔۔ سارے ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ نمک مت کھاؤ۔

ہمارے پاس حج سے پہلے سیمینارز ہوتے ہیں۔ اعمال کیسے ہونے چاہئیں۔ مولوی بلائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹرز بلائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر بتاتا ہے کہ کیا کیا کرنا ہے۔ جب میں حج کرنے آ رہا تھا تو گرمی بہت سخت تھی تو ہمارے ڈاکٹر نے یہ کہا کہ جیسے ہی تم جدہ ایرپورٹ پہنچو تو اترنے کے ساتھ ہی نمک کی یہ ٹیبلٹ کھانا شروع کردو۔ ایک صبح ایک شام۔ ہم نے نہیں کھائی کہ کیوں کھائیں نمک ہے۔ یہاں تک کہ عرفات پہنچ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا میں collapse ہوگیا۔ مجھے پتہ نہیں کہ میں کہاں تھا۔ جب ہوش آیا تو برف میرے سر پر رکھی جارہی تھی۔ ڈاکٹر مجھ پر جھکا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا: مولانا آپ نے نمک کی گولی کھائی یا نہیں کھائی۔ میں نے کہا: نہیں کھائی۔ کہا: یہی وجہ ہے۔

اس وقت مجھے رسول اللہ ؐ کی حدیث یاد آئی۔ رسول اللہ ؐ جن سے گفتگو کررہے تھے وہ عرب کے بدو تھے جو desert میں جارہے تھے۔ روزانہ sweat کی وجہ سے' پسینہ کی وجہ سے نمک کو loose کررہے تھے اسی وجہ سے رسول خدا نے ان سے کہا: نمک کھایا کرو۔ چکھو نہیں۔ اگر کھاؤ گے تو ستر بیماریوں کا علاج ہے۔

تو حدیث اس وقت سمجھ میں آرہی ہے۔ حدیث میں کمی نہیں ہے میری تحقیق میں کمی ہے۔ تو کیا ہوا یہ مسئلہ مولوی سے متعلق نہیں ہے اس حدیث کا تعلق ایک ڈاکٹر' ایک scientific آدمی سے ہے۔ اسے analyse کرکے بتانا چاہیئے کہ یہ حدیث کتنی گہری ہے۔

ہمارا problem یہ ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری سے اپنے ہاتھوں کو اٹھالیا۔ مولوی بنادیا نماز پڑھائے' روزہ رکھے۔ christianity کی طرح ہم اپنی ذمہ داری سے ہٹ گئے۔ ہمارا ڈاکٹر ان احادیث کو جمع کرے جو طب سے متعلق ہیں۔ ہمارا انجینئر ان احادیث کو جمع کرے جو اس سے متعلق ہیں۔ ہمارے phychologist ان

احادیث کو جمع کریں جو phychology سے متعلق ہیں۔ جب یہ تحقیق ہوگی' دس پندرہ سال بعد جب یہ لوگ الگ الگ جواب دینے کے قابل ہوجائیں گے تب جاکر اسلام سمجھ میں آئے گا۔

میں خواہش کرتا ہوں' جو اسکالرز یہاں موجود ہیں' ان احادیث کو چننے کی کوشش کیجئے جو آپ ہی کی لائن سے متعلق ہیں اور ان کی study کیجئے تو کام آسانی سے ہوتا چلا جائیگا۔

اس طرح سے child phychology بھی آج کی دنیا میں ایک بہت بڑا علم کا ذخیرہ ہے۔ اس پر western countries میں بہت کام ہوا ہے۔ ہمارے پاس بہت کم کام ہوا ہے لیکن جتنی احادیث ہمارے پاس موجود ہیں ان کے پاس وہ نہیں ہیں۔ اگر یہ ان کے پاس ہوتیں تو وہ ہم سے پہلے نہ جانے کتنے کامیاب ہوجاتے۔ اتنا اچھا ذخیرہ رکھنے کے بعد ہمارا پیچھے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لوگ parking والے مسلمان ہیں۔

مولانا کیا کہنا چاہتے ہیں؟۔ پارکنگ معلوم ہے؟۔ گاڑی چلی۔ چلی۔ چلی۔ تھک گئے۔ پارک کیا ''توشہ'' نکالا کھانے لگے۔ اسی طرح کبھی مسجد میں آگئے دو رکعت نماز پڑھی۔ مسجد کو ہم نے پارکنگ بنایا ہے' مجلسِ حسینؑ کو ہم نے پارکنگ بنایا ہے۔

مولوی hammer کرے گا کچھ آنسو نکلیں گے۔ ہاں بھئی آج ہمارا job پورا ہوگیا۔ ہم نے مذہب کا بہت بڑا کام کرلیا۔ ایسا نہیں ہے۔ اسلام آپ کی ذات سے جدا نہیں ہوتا۔ جیسے ہی آپ نے کلمہ پڑھا آپ ذمہ دار ہوگئے۔ کلمہ نہ پڑھ کے آپ بہت آرام سے رہیں گے۔ enjoy کیجئے۔ کوئی نہیں پوچھے گا۔

جیسے ہی آپ نے لا الہ الا اللہ کہا قانون آپ پر لاگو ہوگیا۔

محمد رسول اللہ کہا اور restriction ہوگئی۔

علی ولی اللہ کہا اور restriction ہوگئی۔

یہاں دست و پا کٹیں گے یہاں جان پر بنے گی
یہ محبتِ علی ہے کوئی دل لگی نہیں ہے

- چھٹے امام کے پاس ایک شخص آیا: مولا بہت چاہتا ہوں آپ کو۔

مولا نے کہا: کل سے مصیبت کے لئے تیار ہو جاؤ۔

''مولانا! بہت اچھی مجلسیں پڑھ رہے ہیں محبت ہوگئی ہے آپ سے''۔

''میں نے کہا: کل سے پریشان ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

آپ کہیں گے یہ کیا مولوی ہے بھئی! ہم آئے تھے اپنی محبت پیش کرنے کے لئے۔ یہ کہہ رہا ہے کل سے پریشان ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ دور بھاگیں گے یا نہیں؟

اہل بیت کی محبت demand کرتی ہے عمل۔ خود محبت کا تقاضا عمل ہے۔ میرے استاد نے بہت اچھی مثال دی تھی۔ حدیث میں ہے کہ بچے سے جو وعدہ کرو پورا کرو جب گھر سے میں باہر جانے لگا۔

بچے نے کہا: بابا جب واپس آئیے تو میرے لئے چاکلیٹ لائیے۔

میں نے کہا: ہاں بیٹے ٹھیک ہے۔

بچوں سے جان چھڑانے کے لئے ہم لوگ کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ بچہ رو رہا ہے ہم اسے تسلی دے رہے ہیں کہ یہ لائیں گے وہ لائیں گے۔ سوچ رہے ہیں کہ بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ واپس پہنچے تو بدل گئے۔ بچہ یاد رکھتا ہے۔ اگر آپ نے اس کی فرمائش کو بھلا دیا تو جب وہ آپ سے وعدہ کرتا ہے تو اسے بھلا دیتا ہے۔

جاتے جاتے بچے نے کہا کہ بابا واپس آتے ہوئے چاکلیٹ لیتے آیئے۔ میں نے وعدہ کیا۔ واپس آتے ہوئے میں بھول گیا۔ واپس آ کر میں گھر میں داخل ہوا' سلام کیا۔ بچہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آیا: بابا چاکلیٹ!

افوہ! بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ اب اس کو سمجھانا تھا۔ بچے نے غصہ میں کہا: بابا خراب ہے بابا خراب ہے۔ میں نے اس بچے کو گود میں اٹھایا سینے سے لگایا بہت محبت سے پیار کیا

اور کہا: مجھے تم سے بہت محبت ہے۔ بچے نے کہا: چاکلیٹ کہاں ہے؟

توجہ کا طالب ہوں۔ تقاضائے محبت عمل ہے۔ بیدار ہوجایئے ہم لوگ سو رہے ہیں۔ مولا فرماتے ہیں۔"الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا "۔لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو اٹھیں گے۔ ملک الموت کے آنے کے بعد اٹھیں گے تو کیا فائدہ۔ اب اٹھ جایئے بہت سو گئے۔ دنیا آگے بڑھ گئی ہے ہم بہت پیچھے ہیں۔

ماشاء اللہ کراچی بہت ذرخیز مقام ہے میں جتنی بہنوں سے ملا ہوں۔ بہت پڑھی لکھی ہیں ان میں سے اکثر نے BA,MA کیا ہے۔ بہت اچھی چیز ہے۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ اسلامی ذخیرے کو Comapre کر کے کام کریں تو ان شاء اللہ دس پندرہ برس بعد بہت اچھا نتیجہ نکلے گا۔

" اطلب العلم من المهد الى اللحد "۔علم کو حاصل کرو تو بچہ جو جھولے میں لیٹے لیٹے دیکھ رہا ہے اس کو یہ نہ سمجھئے کہ صرف دیکھ رہا ہے وہ آپ کی تمام حرکات وسلنات کو جذب کررہا ہے۔ چیزیں اس کو attract کررہی ہیں اور وہ انہیں یاد کررہا ہے۔

گھر کا ماحول اس طرح بنالینا چاہئے۔حتیٰ کہ تصاویر، ٹی وی پروگرام جو دیکھ رہے ہیں۔ بچپنے سے بلکہ بچے کے ماں کے پیٹ میں آجانے کے بعد ماں کون سا پروگرام دیکھ رہی ہے اس کا بھیImpact ہوگا۔ میں نے کہا تھا کہ پہلی Sense جو کام کرتی ہے وہ سماعت ہے۔ سننے کی قوت۔

گھر کا ماحول ایسا ہونا چاہئیے کہ بچہ آنکھ کھولتے ہی دیکھ کر علم حاصل کرے۔ سن کر علم حاصل کرے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہوں۔ دیکھ کر اسلام سیکھے، سن کر اسلام سیکھے۔ تب تربیت اس کی آسان ہوتی چلی جائیگی۔

ایک حدیث گھر کے نقشہ کے متعلق۔ گھر کو صاف ستھرا رکھئے اس لئے کہ بچہ اگر گندگی میں رہے گا تو بعد میں بھی گندگی اپنائے گا۔حتیٰ کہ آج کے Psychologist یہ کہتے ہیں کہ چھ ماہ کا بچہ جس کے سامنے آپ کھلونا ڈال رہے ہیں۔ اسے بھی اشارہ

کیجئے کہ وہ کھلونا ڈبے میں رکھے۔ آہستہ آہستہ اسے عادت ہو جائیگی کہ چیز کو اس کے اپنے مقام پر رکھنا چاہیے۔ اس مقام سے ہٹانا نہیں چاہیے۔

اس بچے کو آپ نے ڈھنگ سے رہنا نہیں سکھایا۔ وہ گیارہ بارہ سال کا ہو گیا بے ترتیبی کی عادت میں پختہ ہو گیا۔ اب اس پر غصہ کر رہے ہیں، گالیاں دے رہے ہیں، برا بھلا کہہ رہے ہیں کہ اتنا بڑا ہو گیا۔ شرم نہیں آتی۔ آپ نے پہلے اسے یہ سکھایا ہی نہیں تھا۔ اس لئے Starting ہی سے کام کرنا چاہیے۔

گھر کا ماحول اس طرح سے ترتیب دیجئے کہ گھر کو میوزیم نہ بنائیے۔ بچہ کھیلنا کودنا چاہتا ہے۔ گھر کو ایسا Comfortable بنائیے کہ بچے اپنے گھر کے ماحول میں آسانی سے چل پھر سکیں اور کوشش کیجئے کہ وہ کھیل ہی کھیل میں بہت سی چیزیں سیکھتے چلے جائیں۔ آج کل کا سکھانے کا طریقہ، سات سال تک کوئی چیز direct نہیں سکھایئے Indirect سکھایئے۔ بلا واسطہ سکھایئے۔ اس لئے کہ اگر آپ نے direct سکھانا شروع کیا تو بچہ بور ہو جائیگا۔ کھیل ہی کھیل میں سکھایئے۔ بچے میں Capacity بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بہترین مثال یہ ہے کہ ساڑھے چار سال میں بچہ قران پورا کر سکتا ہے۔

یہ معجزہ نہیں ہے جو چودہ سو سال پہلے ہو گیا تھا نہیں آج ہوا ہے یہ بہترین مثال ہے اس سے فائدہ اٹھایئے۔ جب وہ بچہ قران حاصل کر سکتا ہے۔ تو ہمارا بچہ بھی اس بچے کے برابر ہی ہے کوئی extraordinary نہیں ہے اگر ہم نے پہلے سے کوشش کی تو یہ کام ہو سکتا ہے۔

آیئے اب دوسرا نقش۔ وہ ہے مدرسہ۔

پہلے میں چار احادیث پیش کر رہا ہوں۔ تربیت کے سلسلے میں یہ بہت اہم احادیث ہیں۔ آپ لوگ سنتے رہتے ہیں۔ میں تو analyse کر رہا ہوں۔

پہلی حدیث آپ نے سنی "**اطلب العلم من المھد الی اللحد**"۔

یہ حدیث کیا کہہ رہی ہے؟ knowledge کے acquire کرنے میں

Time limit نہیں ہے۔ جھولے سے لیکر قبر تک۔ مولانا پچاس سال کے ہوگئے اب کیا پڑھنا! جی نہیں آپ اب بھی علم حاصل کرسکتے ہیں۔ آپ ہی تو اور زیادہ حاصل کرسکتے ہیں اس لئے کہ آپ کے پاس بہت زیادہ ٹائم ہے۔

میں نے ایک عالم کا عجیب وغریب قصہ سنا ہے۔ حالتِ سکرات میں تھے ان کے Classmates انہیں دیکھنے کے لئے گئے' سلام کیا' دیکھا مرنے کے قریب ہیں۔ مرنے سے پہلے انہوں نے کہا: فلانے ذرا یہ مسئلہ پوچھ رہا ہوں۔

میں نے کہا: ابھی تو جارہے ہیں مسئلہ کیا پوچھ رہے ہیں۔ کہا: جاتے جاتے علم سیکھ کے جاؤں۔

تو ہر لمحہ سیکھیے۔ کبھی رکیے نہیں۔ سمندر ہے آپ کا ذہن۔ یہ تھی ایک حدیث جس میں Time limit نہیں۔

دوسری حدیث **طلب العلم فریضة علی کل مسلم**۔

اصل حدیث میں مسلم اور مسلمہ نہیں ہے کیونکہ مسلم مرد بھی ہے اور عورت بھی۔ ہر مسلم مرد پر ہر مسلم عورت پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ یہ کیا حدیث ہے؟ یہ حدیث gender کو deny کررہی ہے اسلئے کہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ صرف مرد ہی علم حاصل کرے مرد کو جس طرح سے علم کا حاصل کرنا فرض ہے اسی طرح عورت کو بھی علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

اب آیئے تیسری حدیث۔ **اطلب العلم و لو کان بالصین**۔ علم حاصل کرو اگرچہ وہ China ہی میں کیوں نہ ہو۔ China میں کیا مطلب؟۔ اس زمانے میں China جو تھی Farthest place تھی تو مثال جب دیا کرتے تھے دور کی تو China کہا کرتے تھے۔ اب دور کا جو مقام ہے الاسکا ہے مجھے اس میں جانا نہیں ہے۔

رسولِ خداؐ یہ فرمارہے ہیں نہ time کی limit ہے، نہ gender کی limit ہے نہ space کی limit ہے۔

چوتھی حدیث 'الحکمتہ ضالة مومن فاطلبوھا اینما وجدھا'۔
حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں سے ملے لے لو۔
بعض روایتوں میں ہے کہ ولو کان من المشرک۔ اگر مشرک کے پاس بھی ہے تمہاری چیز ہے۔
تو معلوم ہوا علم مسلمان کی چیز ہے اسلام کی چیز ہے۔ ہم نے کھو دیا ہے۔ اس لئے کہ علیؑ کہتا رہا۔ سلونی، سلونی۔ بجائے اس کے کہ پوچھتے کہاں جانا ہے اس سے پوچھا کہ سر پر بال کتنے ہیں۔
اب یہ نہ سمجھئے کہ وہ لوگ اس وقت کے تھے۔ آج بھی ہم نے علیؑ سے کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔ آج بھی نہج البلاغہ اٹھائیے۔ اب بھی وہ کہہ رہا ہے پوچھو پوچھو۔ اب بھی ہم نہیں پوچھ رہے۔
آیت اللہ حکیم کے زمانے میں ایک مجلّہ نکلتا تھا ان کے بعد بند ہو گیا اس کا نام تھا ''العلم''۔ یعنی knowledge اس کے front page میں چاروں corners میں یہ چار حدیثیں تھیں۔ ایک western scholar نے نجف کا visit کیا اور آغا حکیم سے ملا۔ دیکھا کہ سامنے یہ مجلّہ رکھا ہوا ہے۔ اس نے دیکھا کہ یہ کیا حدیثیں ہیں اور مسکرانے لگا۔ اتنی اچھی حدیثیں ہیں تمہارے پاس؟۔ لیکن تم لوگوں کی حالت کیا ہوگئی؟
اسی لئے برنارڈ شا نے کیا کہا تھا: The best religion is Islam, the worst followers are Muslims, بہترین دین اسلام۔ بدترین follow کرنے والے مسلمان۔ اس لئے کہ نام نہیں ہے اسلام۔ عمل ہے اسلام۔ طماچہ مارا ہے اس نے ہم پر۔ اب تک ہم نے اس طماچے کا جواب نہیں دیا۔ لیکن اگر آج سے کوشش کریں تو امید ہے کہ بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے۔
یہ مجلسِ امام حسینؑ کا صدقہ ہے جو ہم یہاں بیٹھ کر یہ گفتگو کر رہے ہیں۔ مقصدِ مجلسِ حسینؑ بھی یہی ہے۔ ان چار احادیث کو آپ لوگ بہت زیادہ اہمیت دیجئے۔ بلکہ

ان پر کام کیجئے۔ آپ میں سے ہر آدمی اپنے علم کے حدود میں ان چاروں احادیث پر غور کرے۔ اس لئے کہ تربیت کے موضوع پر یہ چاروں حدیثیں بہت اہم ہیں۔

رسول اللہؐ بتا رہے ہیں۔ نالج کے لئے کوئی limit نہیں ہے نالج کے لئے کوئی gender نہیں ہے۔ نالج کے لئے کوئی space نہیں ہے ہر کسی سے لے لینا چاہئے۔ بلکہ 'من علمنی حرفاً فقد سیترنی عبداً' جس نے ایک حرف مجھے سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: انسان کے تین باپ ہیں۔

ایک باپ biological۔ دوسرا باپ In law، خسر، تیسرا باپ تمہارا استاد۔

استاد کو سمجھنا ہو تو اس طرح سے سمجھئے کہ مولا امام حسینؑ علیہ السلام اشرفیوں کی تھیلی اپنے بیٹے کے استاد کے لئے بھیجتے ہیں جس نے سورۂ الحمد کی تعلیم دی تھی۔

کسی نے کہا: مولا اتنا بڑا تحفہ!

مولا نے کہا: جو اس نے دیا ہے وہ تمہیں معلوم نہیں۔

سب سے اہم مسئلہ گھر اور مدرسہ کے درمیان Communication کا مسئلہ ہے۔ ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ جیسے ہی مدرسہ میں گیا ہمارا کام ختم ہوگیا۔ جی نہیں آپ کا کام شروع ہوا ہے ختم نہیں ہوا۔ اپنے بچے سے روزانہ یہ پوچھنا ہے کہ تمہارا ٹیچر کیسا ہے' تم کو کیسے پڑھاتا ہے، اس کا علم کیسا ہے۔ آپ کتنا Communicate کرتے ہیں اپنے آپ سے پوچھئے۔ آپ کتنا وقت دیتے ہیں اپنے بچے کے لئے۔

اس لئے میں خواہش کرتا ہوں کہ آپ لوگ Time manage کیجئے۔ time table بنایئے، 24 گھنٹے میں اتنے گھنٹے میرے آرام کے لئے ہیں۔ اتنے گھنٹے میرے job کے لئے اور اتنے گھنٹے میرے بچے کی تربیت کے لئے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ پیدا ہوگیا تو سارا problem ماں کا ہے جی نہیں دونوں کا ہے۔ ماں بھی ذمہ دار ہے، باپ بھی ذمہ دار ہے۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ بچہ plain paper ہے اس پر جو

چاہو لکھو۔ تم لکھنے والے ہو، کوئی اور نہیں۔ میں نے اشارہ کیا تھا بہت سے لوگ روزِ قیامت اپنے اعمال نامے میں بہت سے ناکردہ گناہ دیکھ کر کہیں گے: پروردگار یہ تو ہم نے نہیں کیئے۔

کہا جائیگا: تم نے نہیں کیے تمہارے بچے نے کیئے ہیں۔

ارے بھئی! بچے نے کیا تو مجھ پر کیوں عتاب؟

ہاں اس لئے کہ آپ پر فرض تھا کہ اس کو تعلیم دیتے۔

ہم ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں لیکن حرام و حلال کا تصور بچے کے ذہن میں لاتے ہی نہیں ہیں۔

پہلا فریضہ یہ ہے کہ گھر اور بچے کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہونا چاہئے۔ مثلاً یہاں تو میں زیادہ نہیں دیکھتا لیکن اکثر نوجوان بچے کانوں میں ماشاء اللہ۔ کیا ڈال رہے ہیں بھئی وہ؟۔

پوچھا: یہ کیا ہے؟۔ مولانا سنت ہے۔

ہم نے کہا: اچھا یہ چودہ سو سال بعد آپ کو سنت یاد آئی ہے۔ کیونکہ امریکہ کے لڑکے ایسا کرنے لگے۔

مجھے نہیں معلوم کہ سنت ہے یا نہیں کہتے ہیں: امام حسینؑ کے نام پر۔ اچھا! کس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اصل میں باپ نے روکا نہیں۔ میں مثال دے رہا ہوں اسے اچھی طرح سے سمجھنے کے کوشش کیجئے۔ بچہ اسکول میں داخل ہوا۔ ٹیچر نے کہا: یہ کیا کیا تم نے؟۔ بچہ confuse ہوگیا۔ ماں باپ کچھ نہیں کہتے۔ ٹیچر اعتراض کررہا ہے۔ بچہ کرے تو کیا کرے۔ confuse ہورہا ہے۔ تو رہنمائی میں communication ہونا چاہئے۔ ماں باپ وہی کہیں جو استاد کہے۔ استاد بھی وہی کہے جو ماں باپ کہیں۔

اہل بیت کا احترام بھی بچپنے سے سکھایئے۔ ایک بچہ امام حسینؑ کے پیچھے جارہا ہے امام قدم اٹھاتے ہیں تو وہ آپ کے قدموں کی خاک کو لیتا ہے اپنی آنکھوں سے لگاتا

ہے۔ تربیت ہے۔ ماں نے کیسی تربیت دی ہے!

امام حسینؑ کو سمجھو۔ یہ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ ان کے قدموں کی خاک، خاک نہیں ہے۔ یہ وہاں پہنچادے گی جس کا تصور بھی ممکن نہیں۔

کون بچہ ہے یہ؟ رسول اللہؐ نے جسے سینے سے لگایا۔ معلوم ہوا وہ حبیب ابن مظاہرؑ ہے۔

ہاں! رونے کا موقع ہے۔ کربلا کا واقعہ وہ ہے جس کے واقع ہونے پہلے اس کا تذکرہ کیا گیا اور رویا گیا۔ فاطمہؑ کے گھر میں بچہ پیدا ہوا۔ رسول اللہؐ آئے۔

خدا ہمیں توفیق دے کہ اہلبیت کو سمجھیں۔ حسینؑ کی ولادت ہوئی ہے۔ رسول اللہؐ آئے ہیں بچے کو گود میں لیا ہے۔ اور بہت خوش ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ میں کہوں: یارسول اللہؐ ماں کے سامنے روئیے نہیں! بتایئے مناسب چیز ہے کہ ماں کے سامنے کوئی روئے اور وہ بھی بچے کو گود میں لے کر۔ سب لوگ کہیں گے اس وقت ایسا نہ کیجئے۔ لیکن وہ کیسی ماں تھی اور وہ کیسا نانا تھا۔

ایک مرتبہ رویا تو ماں نے پوچھا: بابا! یہ خوشی کے موقع پر آنسو کیسے؟

فرمایا: ابھی جبرئیلؑ آئے تھے کہہ رہے تھے کہ خدا سلام کہہ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ بچہ تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا کے میدان میں شہید کردیا جائیگا۔

اللہ! کیا تربیت تھی اس گھرانے کی۔ میری بہنیں سن رہی ہیں۔ فاطمہؑ نے روکا نہیں کہ بابا رک جایئے یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ!۔ کیا قیامت ڈھارہے ہیں ابھی تو بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس کے پروان چڑھنے کی دعا کیجئے۔ اس کے پھلنے پھولنے کی دعا کیجئے۔

فاطمہؑ نے روکا نہیں سمجھ گئیں کہ جب Message وہاں سے آرہا ہے تو کوئی اہم بات ہے۔ میرے بیٹے کے شہید ہونے کی ضرورت ہے۔

فاطمہؑ نے پوچھا: کہ جب ایسا موقع ہوگا تو کیا آپ ہوں گے؟

کہا: بیٹا نہیں۔ کہا: میں؟۔ کہا: نہیں۔ کہا: علیؑ؟۔ کہا: نہیں۔ کہا: حسنؑ؟ کہا: نہیں۔

اب فاطمہؑ نے دور تک دیکھا کہ اب کون ہوگا۔ کیا چاہتی تھیں فاطمہؑ؟۔ اتنی عظیم قربانی ہے کہ اس میں محمد مصطفےٰؐ کی ضرورت ہے۔ اس میں علی مرتضیٰؑ کی ضرورت ہے۔ اس میں فاطمہ زہراؑ کی ضرورت ہے۔اس میں حسنِ مجتبیٰؑ کی ضرورت ہے۔

اس حدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کیجئے۔ بی بی یہی کہنا چاہتی ہیں کہ اس message کو کون آگے بڑھائے گا۔ فرمایا! فاطمہؑ گھبراؤ نہیں ایک قوم پیدا ہوگی جس کی بچے تیرے بچوں پر جس کی عورتیں تیری عورتوں پر روئیں گی۔

ہاں شہزادی ہمارے مصائب کربلا کے مصائب کے مقابلے میں قطرہ کی مانند ہیں اور قطرہ کو اگر ہم زمین پر ڈال دیں تو ختم ہو جائیگا۔ اس کی بقا اسی میں ہے کہ سمندر میں ڈال دیں۔ کربلا سمندر ہے اسی لئے ہم اپنے مصائب کو سمندر میں ڈال دیتے ہیں۔

کوئی نوجوان مرتا ہے تو کہتے ہیں: ہائے علی اکبرؑ!

کسی کی گودی خالی ہوتی ہے تو ماں اپنے بچے پر نہیں روتی کہتی ہے ہائے علی اصغرؑ!

کوئی نوجوان مرتا ہے تو ہائے عونؑ و محمدؑ!

کسی کا بھائی جدا ہوتا ہے تو ہائے عباسؑ!

کوئی بزرگ جاتا ہے تو ہائے حسینؑ!

شہزادی ہم نے تو سلیقہ یہی سیکھا ہے۔ ہم اپنے پر روتے ہی نہیں ہیں ہمیشہ حسینؑ کو یاد کرتے ہیں۔

تاریخ کہتی ہے کہ قافلہ کربلا پہنچا اور فوجیں آنے لگیں۔ ایک ایک فوج آتی گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آتیں۔ زینبؑ پوچھتیں: فضہؒ معلوم کرو کون آیا ہے؟۔ فضہؒ معلوم کر کے آتی تھیں: حر آیا ہے چار ہزار فوج کے ساتھ۔ عمرِ سعد آیا ہے آٹھ ہزار فوج کے ساتھ۔

ایک مرتبہ زینبؑ کے ذہن میں کیا بات آئی کہ ماں جائے کو بلایا: بھیا بیٹھ

جائیے۔ جب سے میں آئی ہوں جو آتا ہے وہ آپ کے خون کا پیاسا آتا ہے کیا کوئی آپ کا چاہنے والا نہیں ہے؟۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے خط لکھا۔ کئی خط لکھے ہیں اس کی بھی وجوہات ہیں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ آپ اس سلسلے میں پڑھتے جائیے۔ ایک ذخیرہ ہے۔ امام حسینؑ انقلاب لانا چاہتے تھے ساری مسلم ورلڈ میں۔ ایک حکمت تھی امام حسینؑ کی۔ کئی خطوط لکھے ادھر مسیّب کو لکھا۔ ادھر حبیب کو لکھا: حبیب میرے بچپنے کے ساتھی ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں اگر ہو سکے تو ہماری مدد کے لئے آجانا۔

خط پہنچتا ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ شام کے کھانے کے لئے حبیب دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ لقمہ لیا تھا۔ لقمہ گلوگیر ہوا۔ ایسے موقع پر عرب میں ایک طریقہ تھا کہ کہتے تھے شائد قاصد آنے والا ہے۔ اتنا کہا تھا کہ کسی نے دق الباب کیا۔ حبیب نے کہا: کون؟ آنے والے نے کہا: انا برید الحسینؑ۔

حسینؑ کے قدموں کی خاک کو آنکھوں سے لگانے والا فورا کھڑا ہو جاتا ہے۔ حسینؑ کا قاصد آیا ہے! دوڑتے ہوئے جاتے ہیں۔ خط لیا۔ آنکھوں سے لگایا اور پڑھنے لگے۔: حبیب ہو سکے تو آجاؤ۔

بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ خط کو بند کیا آنکھوں کو پونچھا اور دسترخوان پر آکر بیٹھ گئے۔ زوجہ نے تشویش کو دیکھا پوچھا: کس کا خط ہے؟۔ کہا: حسینؑ کا خط ہے۔ پوچھا: کیا لکھا ہے۔ کہا: چھوڑو کوئی بات نہیں؟ کہا: کچھ تو کہو کیا لکھا ہے؟۔ کہا: لکھا ہے کہ ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں اگر ہو سکے تو چلے آنا۔ کہا: پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟۔ کہا: سوچ رہا ہوں کہ تمہارا کیا ہوگا۔

ایک مرتبہ مومنہ کہتی ہے: سوچ رہے ہو؟۔ فرزندِ فاطمہؑ تمہیں بلا رہا ہے۔ اور ابھی تم سوچ رہے ہو۔ جاؤ حبیبؓ نکل جاؤ یہاں سے۔

حبیبؓ نے غلام کو بلایا۔ غلام کے ہاتھ میں گھوڑے کو دیا۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ کوفہ کا عجیب عالم تھا۔ ہر لوہار کا کام یہ تھا کہ وہ تیر اور تبر بنا رہا تھا سب حسینؑ کے قتل کے لئے

تیار ہو رہے تھے۔ بڑا پر آشوب زمانہ تھا۔ ایسے میں غلام سے کہا کہ اس گھوڑے کو لے جاؤ اور اپنی کھیتی کے پاس رکے رہنا۔ تھوڑی دیر بعد ہم آئیں گے۔

حبیبؑ یہ کہتے ہیں کہ جب پہنچا ہوں تو گھوڑے نے اپنی غذا سے اپنے منہ کو اٹھالیا تھا اور غلام یہ کہہ رہا تھا: اے گھوڑے اگر میرا آقا حسینؑ کی مدد کے لئے نہیں آرہا تو میں خود چلوں گا اپنے مولا کی مدد کے لئے۔

حبیبؑ آسمان کی طرف دیکھ کر کہتے ہیں: مالک یہ کیا وقت آ گیا ہے اہل بیت پر کہ غلام تک جان دینے کے لئے تیار ہیں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ روزِ عاشور امام نے سب کے ہاتھوں میں علم دیا ایک علم ہے جسے روک لیا۔ کوئی درخواست کرتا ہے کہ مولا اسے میرے حوالے کیجئے فرمایا: نہیں اس کا حقدار ابھی آیا چاہتا ہے۔

کوفہ کی طرف سے گرد و غبار بلند ہوئی۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ امام نے فرمایا: جاؤ عباسؑ! ہمارا چاہنے والا آیا ہے۔ اس کا استقبال کرو۔ عباسؑ گئے اور ساتھ لے کر آئے۔ سارے ماحول میں خوشی کی لہر دوڑی۔

فاطمہؑ کی بیٹی نے فضہؓ سے کہا: فضہؓ پوچھو کون آیا ہے۔

فضہؓ معلوم کرتی ہیں واپس جا کر کہتی ہیں: بی بی مبارک ہو۔ حبیبؑ آیا ہے۔

حبیبؑ کا نام سننا تھا زینب نے کہا: جاؤ میرا سلام کہو۔

ایک مرتبہ فضہ آتی ہیں کہتی ہیں: مبارک ہو حبیبؑ تمہیں فاطمہ کی بیٹی سلام کہہ رہی ہے۔

حبیبؑ نے منہ پر طمانچے مارے: اللہ! فاطمہؑ کی بیٹی نے سلام کہا ہے۔

میں کہوں: حبیبؑ صرف سلام آیا ہے۔ فاطمہؑ کی بیٹی کے سر سے چادر تو نہیں چھنی!

مجلس ہفتم

تربیت اولاد کے عنوان سے یہ ہماری ساتویں مجلس ہے۔ ہم کل یہاں تک پہنچے تھے کہ بچہ تین مقامات پر affected ہوتا ہے۔ بچے کے ذہن میں جو بات آتی ہے اس کے لئے age کی کوئی قید نہیں ہے۔ بلکہ پیدائش سے پہلے جو باتیں بچے کے کانوں میں پڑتی ہیں انہیں وہ grasp کرنا شروع کر دیتا ہے۔

والدین، گھر کا ماحول اور اس کا نقش یعنی Impact، گھر میں رہنے والی چیزیں، گھر میں ہونے والی باتیں، گھر میں جو اشخاص ہوتے ہیں ان کا کردار، ان کے اقوال، ان کے افعال سب بچے پر اثر کرتے ہیں اور بچہ سب سے سیکھتا ہے۔

عذابِ دانشِ حاضر سے خوب واقف ہوں
کہ اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل
(اقبالؔ)

آج کی دورِ جدید کی تعلیم نے انسان کو جو کچھ دیا ہے وہ انسان کے فائدہ کی چیز نہیں ہے۔ ہاں انسان کی ضرورت کے فائدے کی چیز ہے۔ انسان کچھ اور ہے، انسان

کی ضرورت کچھ اور ہے Need of a person is not the need of a humain being۔

غذا میری ضرورت ہے مگر میں غذا نہیں ہوں۔ لباس میری ضرورت ہے، میں لباس نہیں ہوں۔ گاڑی، گھر میری ضرورت ہے، میں گھر یا گاڑی نہیں ہوں۔ کائنات میری ضرورت ہے، میں کائنات نہیں ہوں۔

ہم نے ضرورت کو آگے بڑھایا ہے انسان کو آگے نہیں بڑھایا ہے۔ جس دن ہم انسان کو آگے بڑھادیں گے اس دن انسان کی کامیابی ہے۔ زمانہ بدل رہا ہے لیکن انسان نہیں۔ اسلام ضرورت کے بڑھانے کا نام نہیں ہے، انسان کو کمال پر لانے کا نام ہے۔ انسان کو تکمیل بخشنے کا نام اسلام ہے۔ اور حصولِ کمال ابتداء ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ جسم بڑھ رہا ہے، آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوگئیں، کان سننے کے قابل ہوگئے۔ آنکھیں دیکھ رہی ہیں مگر نہیں دیکھ رہیں۔ کان سن رہے ہیں مگر نہیں سن رہے اس لئے کہ جو سن رہے ہیں وہ ضرورت ہے کمال نہیں۔

آیت کے ذریعے اپنی بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ سورۂ اعراف قران کا ساتواں سورہ ہے اور اس کی ۱۷۹ ویں آیت ہے۔ **ولقدذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھاء اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔**

زندہ باد قران! ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تازہ ہے اور کبھی پرانا نہیں ہوتا۔ زمانہ بدلتا ہے لیکن قران ابھر کر ایسے آتا ہے جیسے آج نازل ہو رہا ہے۔ معنی نزولِ قران یہی ہے جس دن سمجھ گئے اسی دن نازل ہوگیا۔ نزول قران یعنی افہام قران، تفہیمِ قران۔

لقد ذرانا لجھنم۔ ہم نے جہنم کی آگ کو پھیلایا ہے، بھڑکایا ہے۔ مالک خطا کیا ہے؟۔ نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے اس لئے؟۔

قران کہتا ہے نہ! بے نمازی کو جہنمی نہیں کہتا، روزہ نہ رکھنے والے کو جہنمی نہیں کہتا

اس آیت میں کم از کم۔

کہتا ہے ہم نے ان کو عقل دی ہے لیکن استعمال نہیں کرتے۔ آنکھ دی ہے دیکھتے نہیں۔ کان دیئے ہیں سنتے نہیں ہیں۔ یہ جانور ہیں۔

پھر قران کہتا ہے: جانور بہتر ہیں اس لئے کہ جانور کم از کم فطری رہنمائی کو استعمال کر رہے ہیں۔ یہ انسان اتنا بدبخت ہے کہ اس نے فطرت کو بھی برباد کرلیا ہے۔

education کا اصول میں سمجھا رہا ہوں۔ جس education کی میں بات کر رہا ہوں وہ انسان کے تکمیل کی بات کر رہا ہے۔

اللّٰھم انی اعوذبک من نفسی لا تشبع ومن قلب لا یخشع ومن علم لا ینفع ومن صلاۃ لا ترفع ومن دعا لا یسمع۔

ہائے معصوم نے کیا کہا ہے! پروردگار ایسے نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر ہی نہیں ہوتا اور ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جو ڈرتا ہی نہیں اور ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہیں دیتا۔ جو انسان کو نفع نہ دے وہ علم نہیں ہے۔ اسلام نے Dividijng line کو draw کیا ہے کہ جو علم انسان کو نفع بخشے وہ علم ہے جو انسان کو destroy کردے وہ علم نہیں ہے۔

میں نے آج فاطمیہ اسکول visit کیا تھا۔ بڑی خوشی ہوئی اسکول کو دیکھ کر، بچوں سے ملاقات کر کے، ان کے خیالات سن کے، مجھے مستقبل بہت روشن معلوم ہو رہا ہے۔ **الحق یعلو ولا یعلا علیہ**، حق خود بخود بلند ہوتا ہے بلند کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو لوگ اس میں حصہ لے رہے ہیں، قابلِ تحسین ہیں۔ خدا ان کی توفیقات میں اضافہ کرے۔

بچوں نے جو سوالات کئے ان میں اکثر کا concern یہی تھا کہ ہمارا future جو خراب ہو رہا ہے اس کی وجوہات کیا ہیں۔ ہم لوگ امریکہ کی طرف، west کی طرف دیکھ رہے ہیں، ہمارے ممالک میں ترقی کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ ہم نے اس کا جواب ایک ہی دیا ہے کہ اسلام کو ہم نے سمجھا ہی نہیں ہے۔ جس دن سے اسلام سمجھنے لگیں گے

اس دن سے ترقی کی ابتداء ہوجائے گی۔ کیوں نہیں سمجھا ہے؟

ہم نے مثال دی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بچہ شام کو جس مدرسہ میں جارہا ہے یہ دینی مدرسہ ہے۔ اور دن میں جہاں جارہا ہے وہ Secular مدرسہ ہے۔ اسلام میں اس کا تصور نہیں ہے۔ حدودِ شریعت میں حرکت کا نام اسلام ہے۔ اور جو بھی حرکت کررہا ہے وہ اسلام ہے۔ المرتضٰی بھی اسلام ہے، فاطمیہ بھی اسلام ہے۔ اگر علم انسان کی بھلائی کے لئے حاصل کیا جارہا ہے ورنہ جہل اسلام نہیں ہے۔ اگر کوئی امریکہ میں جارہا ہے علم حاصل کررہا ہے انسان کی بھلائی کے لئے تو وہ اسلام ہے۔

تو تربیت میں جو نکتہ بہت اہم ہے وہ اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ میں اپنے بچے کو جو آگے بڑھارہا ہوں، میرا بچہ انجینئر بن رہا ہے، ڈاکٹر بن رہا ہے، پروگرامر بن رہا ہے، آیا میں بچے کو بڑھارہا ہوں یا اس کی ضرورت کو بڑھارہا ہوں۔ باپ نے بچہ کو ڈاکٹر بنایا۔ ڈاکٹری ضرورت ہے، بچہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ اس کی earning کا source وہ ہے۔ خود بچے کو آگے بڑھانا، کمال کی طرف لے جانا ہے۔ بچہ انسان پیدا ہوا ہے اسے انسان رہنا ہے۔ اس لئے کہ پیدا ہونا کمال نہیں ہے انسان بن کے مرنا کمال ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم کے جو معنیٰ کئے ہیں مرحوم آیت اللہ امام خمینی نے وہ یہ ہیں کہ خداوندا! مجھے انسانیت کے راستے پر ثابت قدم رکھ۔ یعنی جب میں مروں تو انسان مروں۔ جانور تو مرتے ہی رہتے ہیں۔

یوم تبلی السرائر۔ قیامت وہ دن ہوگا لا الہ الا اللہ ہم دیکھیں گے چونٹیاں پھر رہی ہیں کچھ dogs ہیں کچھ pigs ہیں کون ہیں یہ؟ یہ وہی ہیں اگر دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو مولا امام صادقؑ طوافِ کعبہ کررہے ہیں ساتھ ابوبصیرؓ ہیں۔ جو بصارت نہیں رکھتے لیکن ابوبصیرؓ ہیں، بصارت کا باپ۔ طواف کرتے ہوئے کہا: **ما اکثر الحجیج**، کس قدر حاجی ہیں۔ دیکھ تو نہیں سکتا ہوں لیکن سنتا ہوں۔ آوازیں آرہی ہیں بہت خوشی ہورہی ہے۔

مولا نے کہا: ما اکثر ضجیج اقل الحجیج یہ چیخ و پکار زیادہ ہے حاجی کم ہیں۔ ابو بصیرؒ کی سمجھ میں نہ آیا، مولا نے کہا: دیکھو گے؟ عرض کیا: میں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ مولا نے گویا دوربین سامنے لگادی۔ دونور کی انگلیوں کو پیش کردیا ہے۔ اب جو دیکھا تو دیکھا کہ جانور پھر رہے ہیں اکا دکا انسان ہیں۔ کہا: مولا ہٹادیجئے میں دیکھنا نہیں چاہتا۔

لوگ ہم سے پوچھتے ہیں: مولانا! ہماری نمازیں قبول ہوئیں کیسے معلوم؟ ہمارے روزے قبول ہوئے کیسے معلوم؟ ہماری حج قبول ہوئی کیسے معلوم؟ ہماری زیارتیں قبول ہوئیں کیسے معلوم؟

میں کہتا ہوں مجھ سے کیوں پوچھتے ہو امام صادق سے پوچھو۔ امام فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے کردار میں تبدیلی آرہی ہے تو سمجھو نمازیں قبول ہو رہی ہیں۔ اگر effect ہورہا ہے، Impact ہورہا ہے تمہارے کردار میں حج پہ جانے کے بعد تو دیکھو کہ تمہارے کردار میں کتنی تبدیلی آگئی ہے۔ اگر تبدیلی آگئی ہے تو سمجھو تمہارا حج قبول ہوگیا ہے۔

انسان کو انسان باقی رکھنا۔ یہ تربیت کا پہلا اصول ہے ابھی میں ڈیفنس کی مجلس میں اشارہ کررہا تھا آیا اسلام Up-to-date ہے یا نہیں اس لئے کہ اسلام ضرورت پر کام نہیں کررہا ہے انسان پر کام کررہا ہے۔ ضرورت بدل رہی ہے انسان نہیں بدل رہا۔ آج بھی بھائی بھائی سے دشمنی کرتا ہے، حسد کرتا ہے، خون خرابہ ہے۔ انسان پہلے چاقو سے مارتا تھا آج gun سے مارتا ہے۔ انسان اس وقت خاندان سے دشمنی کرتا تھا آج شیعوں سے دشمنی کررہا ہے۔ تو دشمنی میں، اس کی عصبیت میں فرق نہیں آرہا ہے۔ کہاں ترقی کی ہے انسان نے؟ اپنی گاڑی کو بڑھادیا خود کو نہیں بڑھایا۔

گھر کا ماحول بچے کی انسانیت کی بقا کے لئے ہونا چاہئے۔ بات کرتے ہوئے، اٹھتے ہوئے، بیٹھتے ہوئے، بچہ علم کو حاصل کرے حصولِ انسانیت کے لئے۔ اب بچہ مدرسہ گیا، مدرسہ کے نقوش، مدرسہ کی دیواریں، مدرسہ کے کتبے، مدرسہ کے frames، مدرسہ کی sceneries، مدرسہ کے لوگ، مدرسہ کے boards یہاں تک کہ دروازہ

کھولنے والا ، مدرسہ میں پڑھانے والے ، صفائی کرنے والا، آپ سمجھئے یہ چھوٹی چیزیں نہیں ہیں۔ ہر ایک اس کے کردار کو Impact کر رہے ہیں۔ بچہ صرف ٹیچر سے نہیں سیکھ رہا۔ دیواروں پر لکھی ہوئی تحریروں سے بھی سیکھ رہا ہے۔ ٹیچرز کے انداز سے سیکھ رہا ہے۔ ٹیچر کے بولنے سے سیکھ رہا ہے، مزدور کی محنت سے سیکھ رہا ہے، پورے ماحول سے سیکھ رہا ہے۔

دو قوتیں ہیں ایک عاطفی ایک عقلی۔۔ عاطفی یعنی emmotional value اس کو آپ ایک مثال سے آسانی سے سمجھ جائینگے۔ دو بجے رات کو بچہ جھولے میں رویا۔ ماں نے بھی سنا باپ نے بھی سنا لیکن ماں اٹھ جاتی ہے، باپ نہیں اٹھتا۔ حالانکہ خون اس کا بھی ہے خون اس کا بھی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے عورت عاطفی ہے، وہ پہلے emmotional ہے بعد میں rational ہے۔ مرد پہلے rational ہے بعد میں emmotional ہے۔

تو اسلام کیا کہتا ہے دو قوتیں ہیں ایک قوتِ عاطفی ، ایک عقلی۔ ان دونوں کو ملا کر بچے کی تربیت کرنی چاہیئے ۔ عاطفہ بھی ہو عقل بھی ہو۔ محبت کے ساتھ اور عقلی اصولوں کے ساتھ، Logic کے اصولوں کے ساتھ۔

طالبعلم ذکی اور ہو استاد شفیق۔ ذ سے ذکی یعنی چالاک۔ ز سے زکی متقی کو کہتے ہیں۔ استاد میں شفقت ہو طالبعلم کی تربیت کے لئے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا ہے چھوٹا سا بچہ ساتھ ہے : رسول اللہ میرا بچہ کھجور بہت کھاتا ہے اس کو سمجھا دیجئے: (آپ نے بہت سنا ہوگا ذرا نتیجہ سن لیجئے) بھئی ! تم باپ ہو خود سمجھاؤ۔ رسول اللہ آئے تھے اسلام سمجھانے کے لئے۔ کوئی مولوی صاحب کے پاس آئے کہ میرا بچہ کھانا بہت کھاتا ہے۔ مولوی صاحب کہیں گے: میں فقہ سمجھانے بیٹھا ہوں یا تمہارے بچے کے کھانے کا مسئلہ حل کرنے کے لئے۔ مگر رسول اللہ!۔ ہائے۔ رحمت اللعالمین! فرمایا: کل آؤ۔

دوسرے روز آیا: رسول اللہ نے پیار کیا۔ سینے سے لگایا۔ شفقت سے باتیں کیں۔ کہا: بیٹے کھجور کم کھاؤ۔

باپ کو تعجب ہوا کہا: رسول اللہ اگر یہی کہنا تھا تو کل کیوں نہیں کہا؟

رسول اللہ مسکرادیئے: کہ کل میں نے خود زیادہ کھجوریں کھائیں تھیں۔

تو استاد اگر خود عامل نہ ہو تو بچے پر نصیحت اثر نہیں کرے گی۔ اگر استانی کا سر کھلا ہو تو کیا سر ڈھانکنے کی تلقین لڑکیوں پر کوئی اثر کرے گی؟ اسلام وہ دین ہے جس نے کردار کا کلمہ پہلے پڑھوایا بعد میں مذہب کا کلمہ پڑھوایا۔

چالیس سال کی عمر تک کفار قریش رسول کو کہتے ہیں صادق ہے امین ہے۔ اس کے بعد رسولؐ نے کلمہ اسلام پڑھوایا۔ بچے کو صداقت سکھایئے صداقت کے ذریعے۔ بچے کو امانت سکھایئے امانت کے ذریعے۔ زبان کی تعلیم دل تک نہیں پہنچتی، عمل کی باتیں دل تک پہنچتی ہیں۔

میں منبر پر بیٹھ کر جو کچھ پڑھ رہا ہوں ان میں وہی باتیں آپ تک پہنچ رہیں ہیں اور اثر کر رہی ہیں جو میں اپنی زندگی میں apply کرتا ہوں۔ جس دن میں وہ بات کروں گا جو میں اپنی زندگی میں apply نہیں کرتا تو وہ آپ کے دل میں اترنے والی نہیں ہے اس لئے کہ قول ختم ہو جاتا ہے عمل ختم نہیں ہوتا۔ گونگی تبلیغ کرو۔

رسول اللہ کی حدیث ہے: ''اپنی زبانوں کے بغیر لوگوں کو اپنی طرف بلاؤ''۔

اتنا عمل کرو کہ عمل reflect کرنے لگے۔ حضرت یوسفؑ کا قصہ تو سنا ہے آپ نے ذرا میرے مولا امام موسیٰ کاظمؑ کا قصہ سنئے۔ ایک beautiful woman اس کا assignment یہ ہے کہ اس جیل میں رہنے والے کو بھٹکاؤ۔ اس کو اس کام کے لئے پیسہ دیا گیا۔ وہ جیل میں بنی سنوری، مائل کرنے کے تمام اہتمام کے ساتھ آئی۔ لیکن وہ شخص رکوع میں ہے، سجود میں ہے، قیام میں ہے کوئی توجہ ہی نہیں کرتا۔ اس نے ایک دن دیکھا، دو دن دیکھا، تین دن دیکھا، تیسرے دن اس نے امام کے پیچھے مصلیٰ بچھا کر

خود بھی نماز شروع کردی۔ جو بدلنے آئی تھی خود بدل گئی۔

یوسفؑ تم زلیخا سے بھاگ رہے ہو۔ میرا مولا بھاگ نہیں رہا ہے اپنے کردار سے کردار کو بدل رہا ہے۔ ایک مرتبہ وہاں سے تہدید آئی۔ تمہارا assignment کیا تھا اور تم کیا کررہی ہو؟ تو اس عورت نے کہا: جو اس زندان نے دیا ہے وہ محل نہیں دے سکا۔ اس لئے کہ مجھے اس جیل نے انسان بنادیا ہے۔

خواہش کرتا ہوں خاص طور پر نوجوان جوڑوں سے جن کے چھوٹے بچے ہیں۔ اپنی زبان سے ایسے الفاظ نہ ادا کریں جس سے بچوں پر برا اثر ہو۔

میں آپ کو حدیثِ کساء میں عاطفہ کا وہ رخ دکھاتا ہوں جو تربیت کا رخ ہے۔ بی بی کہتی ہیں کہ میرا بابا آیا کہا میں اپنی body میں تکلیف محسوس کررہا ہوں مجھے یمنی چادر اڑھادو۔

فاطمہؑ کہتی ہیں میں نے چادر اڑھائی۔ کانها البدر فی لیلة تمامه و کماله، تو کیا ہوا گویا چودھویں رات کا چاند کمال کو پہنچ چکا ہے۔ شہزادی کیا چادر سے پہلے یہ نور نہیں تھا؟۔

ایک چیز اپنے نوجوانوں کو سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ دیکھئے Sunrays جو آرہی ہیں، زمین اور sun کے درمیان ایک چادر ہے جس کا نام ہے Ozone اگر یہ سورج ڈائریکٹ آپ پر آجائے تو Cancer ہوجائے گا۔ تو اہلبیت اس چادر کا نام ہیں جو ہمیں گمراہی کے Cancer سے بچاتے ہیں۔

فما کانت الاساعة اذا بولدی الحسن،۔ میں اپنے تربیت کے موضوع سے ہٹنا نہیں چاہتا۔ یہ روایت نقل کرنے والی ایک معصومہ ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرا بیٹا حسن آیا۔ (آج آپ حدیث کساء کو تربیت کے عنوان سے پڑھیے)۔

میرا بیٹا آیا آنے کے ساتھ سلام علیک یا اماہ تو بچے کو آنے کے ساتھ ہی سلام کرنا چاہئیے۔ اور جواب میں ماں نے صرف وعلیک السلام نہیں کہا بلکہ:

وعلیک السلام یا قرة عینی و ثمرة فوادی، اے آنکھوں کے نور اے

میرے دل کے میوے تجھ پر بھی سلام۔ جب بچے کو آنکھوں کا نور کہا جائے، میرا دل کہا جائے تو اس کا دل بڑھ جاتا ہے۔ عاطفہ کو بڑھایئے۔ بچے محبت کے پیاسے ہوتے ہیں۔ باتوں میں بھی محبت ہونی چاہئیے، سینے سے لگانا چاہئیے۔ ایسے بچے کسی بھی میدانِ عمل میں پیچھے نہیں رہیں گے۔

کہا: انی اشم عندک رائحة کانها رائحة جدی ، میں نانا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ شہزادی مرض کی شکایت لے کر باپ آیا ہے ذرا rest لینے دیجئے۔ شہزادی کیا کہہ رہی ہیں۔ تربیت کا اصول یہ ہے کہ جھوٹ نہیں کہوں۔ وہ چادر کے نیچے سور ہے ہیں۔ امام حسنؑ پاس گئے سلام کیا۔ جواب کا وہی انداز ہے جو ماں کا انداز ہے۔

یاصاحب حوضی۔ اے میرے حوض کے مالک آؤ اندر داخل ہو جاؤ۔

فما کانت الساعته اذا بولدی الحسین، تھوڑی دیر گزری تھی کہ دوسرا بیٹا حسینؑ آیا اور حسینؑ نے بھی سلام کیا۔ حسینؑ بعد میں آئے ہیں time differance ہے لیکن تربیت کے اصول دونوں کے برابر ہیں۔

(مولانا! یہ بچہ بہت شریر ہو گیا ہے دوسرا ٹھیک ہے۔ یہ شریر آپ ہی نے کیا ہے بچے کا قصور نہیں ہے۔) دونوں آئے السلام و علیک یا اماہ۔

اور ماں نے جواب دیا: وعلیک السلام یا قرة عینی و ه ثمرة فوادی۔

میرے بھائی سنیں، میری بہنیں سنیں یہ درسگاہِ حسینی ہے۔ یونیورسٹی ہے۔ حدیث یہ کہتی ہے اگر تم نے ایک بچے کو بوسہ دیا دوسرے کو چھوڑ دیا تو دنیا کا سب سے بڑا ظلم کیا۔ گفتگو میں بھی فرق نہیں ہونا چاہئے۔ بات کے انداز میں بھی دونوں میں فرق نہیں ہونا چاہئے۔

communication میں بھی دو بچوں کے درمیان فرق نہیں ہونا چاہئے۔ جس دن بچہ محسوس کرے گا کہ مجھ سے جب میری ماں ملتی ہے تو انداز اور ہوتا ہے اور میرے بھائی سے ملتی ہے تو انداز اور ہوتا ہے اسی دن سے فساد شروع ہو جائے گا۔ حسد وہیں سے شروع ہوا۔ مجھے نہیں معلوم آئیندہ کیا ہونے والا ہے۔

حدیث یہ کہتی ہے جب تم دو بچوں کو دیکھو ایک کو اگر پیار کیا اور دوسرے کو نہیں کیا تو بہت بڑا ظلم کیا۔ شہزادی نے ایک سے الفاظ میں دونوں بچوں کو مخاطب کیا۔

حسینؑ آئے وہی جملے جو بھائی نے کہے تھے:

انی اشم عندک رائحة جدی۔

میں نانا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ انداز بھی وہی جملے بھی وہی الفاظ بھی وہی۔

فاطمہؑ نے کہا: بابا چادر میں ہیں۔ گئے جانے کے بعد سلام کیا:

السلام علیک یا جداہ۔

جواب ملا وعلیک السلام یا ولدی و یا صاحبِ حوضی۔

اے صاحب حوض اے میرے بیٹے تم پر بھی سلام ہو آؤ داخل ہو جاؤ۔

تھوڑی دیر گزری تھی علی مرتضٰی آئے۔ نہ بیٹوں کی گفتار میں فرق ہے نہ باپ کی گفتار میں۔

السلام علیک یا بنت رسول اللہ اے رسول کی بیٹی سلام ہو میرا۔

دیکھیے انداز کتنا پیارا ہے اس گھر کا۔ یہ گھر ماڈل ہے ہمیں اور کسی گھر پر جانے کی ضرورت ہی نہیں۔

فاطمہؑ نے جواب دیا وعلیک السلام یا ابو الحسن، یا ابوالحسن تم پر بھی سلام ہو۔

فرماتے ہیں: انی اشم عندک رائحة اخی و ابن عمی۔ میں اپنے بھائی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ خوشبو آتی نہیں ہے خوشبو پھیلتی ہے۔ جس مشام میں قوت ہے کہ وہ رسالت کی خوشبو سونگھے وہ سونگھ لیتی ہے۔ جس میں قوت نہیں ہوتی وہ پہلو میں ہوتے ہوئے بھی نہیں محسوس کر سکتی۔

اب ذرا میں فضائل کا ایک رخ بتا دوں۔ امام حسینؑ جب آئے تھے انہوں نے امام حسنؑ کو نہیں دیکھا تھا۔ مولا علیؑ نے دونوں کو نہیں دیکھا تھا۔ داخل ہونے کا انداز، سلام کرنے کا انداز، جملوں کا انداز بدلا نہیں۔ تین امام ایک جگہ جمع ہو کر یہ بتلا رہے

ہیں: نہ ہمارے قول میں فرق ہے نہ ہمارے کردار میں فرق ہے اسی طرح سے چودہ کے چودہ ہیں۔

عاطفہ بہت ضروری ہے چھوٹے بچوں کے ساتھ محبت۔ western phsycologist یہ کہتے ہیں کہ سینے سے لگالینے سے بچے یا بڑے حتیٰ کہ جو شخص مر رہا ہو اسے بھی انتہائی سکون ملتا ہے۔ اس چیز کو بچے بہت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ماں باپ جو ایک مرتبہ بچے کو سینے سے لگالیتے ہیں۔ خدا یہ کہتا ہے کہ تو نے اپنے بچے پر رحم کیا میں بھی تیرے گناہ بخش کر تجھ پر رحم کروں گا۔

میں خواہش کرتا ہوں کہ آپ یہاں صرف سننے کے لئے نہیں آیئے بلکہ اپنی زندگی میں اس درسگاہِ حسینی سے فیض اٹھا کر تبدیلی لایئے۔ میں لندن میں عشرہ پڑھ رہا تھا۔ ایک نوجوان نے خط لکھا کہ مولانا! آپ کا مجلس پڑھنے کا purpose کیا ہوتا ہے تو میں نے کہا میرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایک مجھ سے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی زندگی کو بدل لیا ہے میری کامیابی یہی ہے۔

عزیزان گرامی! عاطفہ کیا ہے؟ Loving, caring اور اس کے بعد کیا آتا ہے قوت عقلی۔

بچہ اگر کبھی غلطی کرے سزا دینی چاہئے یا نہیں؟۔ سات سال تک کسی بھی بچے کو مارنے کا حق اسلام نے نہیں دیا۔ (لیجئے پریشانی شروع ہوگئی۔ اب تک اچھی باتیں کر رہے تھے اب۔!) وسعہ صبر چاہئے۔

بچہ معصوم ہے اس نے کیا غلطی کی ہے اگر آپ میں دم نہیں ہے تو آپ کی غلطی ہے۔ اب اگر punishment دینی ہے تو بچے کے preception level کی حد تک دیجئے۔ Serious punishment بھی نہیں ہونی چاہئے۔ Teaching tools میں یہ سمجھایا جاتا ہے۔ مثلاً پندرہ بچوں کو ایک ٹیچر پڑھا رہا ہے یا پڑھا رہی ہے۔ ایک بچہ مسلسل شرارت کئے جا رہا ہے۔

حدیث میں ہے جو شریر ہوتے ہیں وہی عقلمند بھی ہوتے ہیں صرف ان کو مربی کی ضرورت ہوتی ہے، تربیت کرنے والے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے:

شریر بچوں کو صرف ایک موڑنے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے پاس وہ موڑنے والے بہت کم ہیں۔ ماں باپ تو ایک طرف رہ گئے۔ محلہ والے بچے کی شرارت کرتے دیکھ کر کہتے ہیں: کیا بچہ پیدا کیا ہے!۔ بچے کی شرارت پر گالیاں فوراً ماں باپ پر پڑتی ہیں۔ شرارت دیکھ کر باپ یاد آتا ہے؟

میرے برادران عزیز کہیں ہمارے کردار کو دیکھ کر لوگ امام کی طرف نہ جائیں۔

حدیث یہ کہہ رہی ہے کہ بچے کو سات سال تک نہ ماریں، اگر آپ کبھی کسی مسئلے میں غصہ کر رہے ہیں تو آپ کا غصہ دیر تک نہیں ہونا چاہئے غصہ short ہونا چاہئے۔ بہت کم! اور فوراً ہی پھر بچے کو سینے سے لگا کر بتانا چاہئے کہ یہ غصہ جو میں نے کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

بچہ logic سیکھ رہا ہے کہ میں جب کبھی غلط کام کرتا ہوں تو مجھے ان چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ teacher پڑھا رہی ہے، دس پندرہ بچوں کو۔ دیکھا ایک بچہ شرارت میں مسلسل کچھ نہ کچھ کر رہا ہے۔ کیا کرنا چاہئے؟ پڑھاتے پڑھاتے نگاہوں کا focus بچے پر کر دینا چاہئے۔ ہم بھی کبھی کبھی مجلس میں کرتے ہیں۔ بولنے والوں پر نظریں جمائیں تھوڑا سا مسکرائے اور صلوٰۃ۔

تو نگاہوں سے ٹیچر نے دیکھا بچے نے سمجھ لیا۔ لیکن بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ نگاہیں بھی ان پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ ایک ٹیچر نے وہ جو ایک سیکنڈ دیکھا تھا اب ذرا سا اس کو طوالت دی۔ یعنی پوری کلاس کو بتا دیا کہ شرارت کا گڑھ یہ ہے۔ اس کے بعد بھی وہ شرارت کر رہا ہے اب ٹیچر کیا کرے۔ نام لے کے کہتی ہے: پندرہ بچوں میں تم اور عبداللہ کیا کر رہے ہو حسن اور محسن تو کبھی گڑ بڑ نہیں کرتے۔

پھر پڑھانے لگی لیکن دیکھا کہ وہ پھر بھی شرارت نہیں چھوڑتا۔ اب اس بچے سے

کہا: میرے پہلو میں بیٹھ جاؤ۔ اسے مارا نہیں۔ گروپ سے الگ کر دیا۔ یا کہا: قوموا عنی، (میرے پاس سے اٹھ جاؤ)۔

تینیس (۲۳) سال تک رحمت اللعالمین آنکھوں سے سزا دیتے رہے، زبان سے سزا دیتے رہے لیکن جب دیکھا کہ یہ رکتے نہیں ہیں تو بزم سے اٹھا دیا۔

قوموا عنی، نکل جاؤ میرے سامنے سے اب رحمت کے پہلو میں بیٹھنے کے قابل نہیں ہو۔ اب تمہاری قابلیت ختم ہو چکی ہے۔

تو آپ نے بچے کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ اس طرح ایک تیر سے دو شکار کر رہے ہیں۔ پہلے تو محبت کا اظہار ہو رہا ہے کہ اپنے پہلو میں بٹھالیا، ہٹایا نہیں ہے۔

بعض کہتے ہیں پیچھے چلے جاؤ۔ بعض اور harsh ہوتے ہیں کہتے ہیں کلاس سے باہر چلے جاؤ۔ بہت برا ہے آج کے سائیکولوجسٹ کہتے ہیں: نہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اس بچے کو پہلو میں بٹھالینا چاہئے۔ ایک تو سزا یہ دی کہ گروپ سے ہٹالیا۔ دوسری سزا دی کہ پہلو میں بٹھالیا۔ ٹیچر کے پہلو میں بیٹھنا کوئی آسان تھوڑی ہے۔ تھوڑی دیر میں بچہ نے Uncomfort محسوس کیا۔ سینے سے لگالیا کہ بیٹا تم نے یہ شرارت کی اس وجہ سے ہم نے تمہیں یہ سزا دی۔ یہ logic سکھاتے چلے جایئے۔ جب بڑھے گا تو سمجھے گا کہ خدا بھی یہ کہہ رہا ہے کہ نیکیاں کرو گے تو جزا ملے گی اور برائیاں کرو گے تو سزا ملے گی۔

تربیت ایسی ہو کہ بچہ مشکلات میں بھی گھبرائے نہیں جو ماں کہہ دے اس کے لئے تیار ہو جائے۔ کربلا میں تربیت کا ایک رخ ہے۔

اے زینبؑ! تم نے کس طرح بچوں کی تربیت کی تھی۔ تاریخ اٹھایئے۔ میرے مولا حسینؑ شبِ عاشور ایک ایک خیمہ کے پاس جاتے، رک جاتے، سنتے کہ ماں کیا کہہ رہی ہے۔

ام فروہ، قاسمؑ کو بٹھا کے کہہ رہی ہیں: کل چچا کا امتحان ہے اپنی جان کو عزیز نہ کرنا۔

علی اکبرؑ کی ماں علی اکبرؑ کو بٹھائے کہہ رہی ہیں: کل بابا کا امتحان ہے۔ اپنی

جان کو عزیز نہ کرنا۔ ایسی مائیں ہیں۔ ہر ماں، بچے کی بقا چاہتی ہے، بچے کی حیات چاہتی ہے۔ کربلا کی مائیں گودیوں کو خالی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ حسینؑ زینبؑ کے خیمے کے قریب پہنچے۔ دونوں بچوں کو زینبؑ نے بٹھایا تھا اور دستِ شفقت سے زلفوں کو سنوارتی جارہی تھیں:

میرے بیٹوں! کل تمہیں معلوم ہے کہ ماموں جان پر امتحان کا وقت ہے اپنی جانوں کو عزیز نہ کرنا۔

ایک مرتبہ عونؑ ومحمدؑ نے ہاتھوں کو جوڑا: مادر گرامی اجازت دلا دیجئے ہم دنیا کو بتادیں گے ہم جعفر طیارؓ کے پوتے اور علیؑ مرتضیٰ کے نواسے ہیں۔

تاریخ کہتی ہے کہ میرا حسینؑ آسمان کو دیکھتا ہے ہاتھوں کو اٹھاتا ہے:

مالک یہ کیسی مائیں ہیں جو اپنی گوددوں کو خالی کرنے کے لئے تیار ہورہی ہیں۔

کربلا اس حقیقت کا نام ہے۔ اس تربیت گاہ کا نام ہے جہاں مقصد کو دیکھا گیا شخصیتوں کو نہیں دیکھا گیا۔ وہ دن آ گیا۔ قیامت کا دن آیا، عصر کا وقت قریب آیا۔ مقاتل میں اختلاف ہے کہ بنی ہاشم میں سے پہلا کون ہے جو اصحاب کے بعد شہید ہونے کے لئے گیا۔ مجھے اختلاف میں جانا نہیں ہے۔ معروف یہی ہے کہ زینبؑ نے کہا:

سب سے پہلے میں اپنے بچوں کو بھیجوں گی، میں اپنے بچوں کو قربان کروں گی۔

بچوں کو اپنے ہاتھوں سے تیار کیا۔ کاہے کے لئے؟! مرنے کے لئے تیار کررہی ہیں۔ تلواریں لٹکائیں۔ درخیمہ کے قریب آئے۔ روکا۔ کہا: خبردار میرے لال تم جعفر طیارؓ کے پوتے ہو، علی مرتضیٰؑ کے نواسے ہو، جنگ کرتے ہوئے فرات کی طرف ضرور جانا مگر پانی نہیں پینا۔ اس لئے کہ میرے حسینؑ کے بچے پیاسے ہیں۔

بچوں نے کہا: مادر گرامی ہم پانی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ اجازت دلوادیجئے۔

امام کے قریب پہنچے۔ حسینؑ نے دیکھا کہ نونہال آئے ہیں۔ تیار ہوکر آئے ہیں۔ کہا: بیٹا کیا ارادہ ہے۔ کہا: ماموں جان اجازت دیدیجئے۔ کہا: ماں؟!

کہا: ماموں جان! ماں نے ہی تو تیار کیا ہے۔ ماں نے ہی تو بھیجا ہے۔ اور یہ کہا ہے اپنا دودھ اس وقت تک نہیں بخشوں گی جب تک ہم آپ پر قربان نہ ہو جائیں۔ اجازت دیجئے۔

امام حسینؑ نے بچوں کو گھوڑوں پر سوار کیا: جاؤ بیٹو! خدا حافظ۔ تاریخ کہتی ہے کہ بچوں نے رجز پڑھی۔ جنگ کرتے جاتے تھے، کہتے جاتے تھے۔ ہم جعفر طیارؓ کے پوتے ہیں، علیؑ کے نواسے ہیں۔ آؤ ہمارے مقابل میں کون آتا ہے۔

جو سامنے آتا قتل ہو جاتا۔ عمر سعد نے دیکھا کہ دو نونہال ہیں جدھر چاہتے ہیں نکلتے چلے جاتے ہیں اور فوج ان کے سامنے سے بھاگ رہی ہے۔

کہا: دیکھو یہ بڑے جری گھرانے کے ہیں جب تک یہ ملے رہیں گے تم ان پر فتح حاصل نہ کر سکو گے۔ ان دو بھائیوں کو جدا کر دو۔

تاریخ کہتی ہے کہ کوشش ہوئی کہ ان کو جدا کر دیا جائے۔ میمنہ کی طرف ایک بھائی، میسرہ کی طرف ایک بھائی کر دیا گیا۔ زخموں سے چور دونوں بھائی گرنے لگے۔ آواز دی: ماموں جان سلام قبول کیجئے۔

ایک مرتبہ علی اکبرؑ ایک طرف، عباسؑ ایک طرف، حسینؑ ایک طرف سے آگے بڑھے۔ میں کہوں: مولا کتنا اچھا موقع ہے کہ نونہالوں کی میتوں پہ پہنچنے سے پہلے۔ کم از کم علیؑ اکبر موجود ہیں، عباسؑ موجود ہیں۔ لیکن جب علی اکبرؑ نہ ہوں گے؟

چند ہی دن تو باقی ہیں فاطمہؑ کو پرسہ دیجئے۔ آوازیں بلند ہوں۔ روئیے۔ شہزادی ہمارے آنسو اگر کسی قابل ہیں تو قبول فرمائیے۔

تاریخ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ بچوں کے لاشے آئے۔ میری مائیں جگر تھام کر بیٹھی رہیں۔ سلام ہو اس ماں پر۔ عجیب وغریب قصہ ہے جب بھی میں پڑھتا ہوں کانپ جاتا ہوں۔ بچوں کے لاشے آئے ہیں۔ زینبؑ فاطمہؑ کے انداز میں آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے، روتی نہیں ہیں، لاشوں کے بیچ میں بیٹھ جاتی ہیں۔ عونؑ کے سینے پر سیدھا ہاتھ

رکھا، محمدؑ کے سینے پر بایاں ہاتھ رکھا۔ کربلا کی ریت پر سجدہ کیا۔ خدایا اس قربانی کو قبول فرما۔

اس وقت کے بعد زینبؑ نے اپنے بچوں پر گریہ نہیں کیا۔ جب بھی روتیں:

ہائے علی اکبرؑ! ہائے عباسؑ! ہائے میرے حسینؑ!

کربلا سے چلیں زینبؑ نے بچوں کو یاد نہیں کیا، کوفہ پہنچیں بچوں کو یاد کر کے نہیں ہوئیں، شام کے قید خانے میں گئیں ہائے حسینؑ !ہائے حسینؑ !بھائی پر ہمیشہ گریہ کیا۔ بچوں کو کبھی یاد نہیں کیا۔خبر ملی آزاد ہورہے ہیں۔

زینبؑ نے کہا: پہلی خواہش ہے کہ میں نے حسینؑ پر ماتم نہیں کیا ہے۔ پہلے مجھے مجلس کرنے دو۔مجلس برپا ہوئی۔

کہا: سرہائے شہدا لائے جائیں۔ ایک ایک سر آتا تھا۔ ایک ایک بی بی سر کو لیکر بین کرنے لگتی تھی۔ اب سر ختم ہوگئے۔لیکن دونونہالوں کے سر وہیں پر تھے۔

کسی شامی عورت نے کہا: ہائے ان بچوں کی ماں اس دنیا سے چلی گئی ہوگی۔

زینبؑ نے کہا: بی بیو! ایسا نہ کہو۔ یہ میرے بچے ہیں میں نے بھائی پر سے ان کو قربان کیا ہے اب ان بچوں پر میں روتی نہیں ہوں۔

زینبؑ!اس عظیم عورت کا نام ہے۔ کربلا سے واپس آئیں۔ بھائی کی زیارت کی بچوں کو یاد نہیں کیا۔ پلٹ کر مدینہ پہنچ گئیں۔ میری مائیں ذرا دل تھام کر سنیں۔

جو زینبؑ ! بچوں کو یاد نہیں کرتی تھیں تاریخ کہتی ہے کہ جب مدینہ پلٹیں، اپنے گھر میں پہنچیں، صحن خانہ میں بیٹھیں۔ ایک مرتبہ زینبؑ کی نگاہ اس چبوترے پر پڑی جس میں عونؑ و محمدؑ غذا کھایا کرتے تھے۔ کربلا کا رخ کیا پکاریں: عونؑ و محمدؑ!

مجلس ہشتم

تربیت اولاد کے سلسلے میں یہ ہماری اس آٹھویں گفتگو ہے۔کل تک ہم یہاں تک پہنچے تھے کہ بچے کی تربیت کے دو پہلو ہیں ایک پیدائش سے پہلے اور ایک پیدائش کے بعد۔ پیدائش سے پہلے بھی اسلام نے بتایا ہے کہ زوج اور زوجہ کے درمیان کس طرح کے تعلقات ہونے چاہئیں۔ ماں کو کس طرح کی غذا کھانی چاہیے۔فکر کا اثر، غذا کا اثر، ماحول کا اثر، سکون کا اثر، اطمینان کا اثر، یہ سب Factors ہیں، یہ سب عوامل ہیں بچے کی تربیت کے آغاز کے لیے۔ اس کے بعد جب ظاہری دنیا میں بچہ آتا ہے۔ جب پہلا قدم اس کا گھر میں آتا ہے تو گھر کا ماحول، گھر میں رہنے والے اشخاص، گھر کا کردار اس پر بہت زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

دوسرا نقش، نقشِ مدرسہ ہے اس پر بھی ہم نے بہت کچھ گفتگو کی ہے۔ آج ہم تیسرے نقش کی طرف آرہے ہیں۔ جو ہے Impact of the Society، جامعہ (معاشرہ) کا کتنا نقش ہے۔

بچہ صرف گھر میں ہی نہیں پلتا، مدرسہ بھی جاتا ہے، گھر سے مدرسے تک محلے کی گلیوں تک، شہر میں رہتا ہے، ماحول میں پلتا ہے، سوسائٹی میں باہر نظر آنے والی چیزیں

(مثلاً) بورڈز، راستے، راستوں پر لکھے ہوئے پیغامات، سامنے لکھے ہوئے پیغامات، یہ سب مؤثر ہیں۔ قدم قدم پر جو بھی دکھائی دے رہا ہے بچے پر اثر کر رہا ہے۔

اسی لیے میں نے پہلے دن ہی اشارہ کیا تھا کہ اسلام بغیر مکمل سسٹم کے ناتمام ہے۔ اسلام صرف اکیلے گھر میں اسلام پر عمل کرنے کا نام نہیں ہے، سوسائٹی کو Complete اسلامی بنانے کا نام اسلام ہے۔

اسی لیے اسلام کی Ideology یہ ہے، عکاسی یہی ہے کہ سب سے پہلے جس کی ضرورت ہے وہ رہبر ہے، جیسا لیڈر ہوگا ویسی ہی قوم ہوگی۔ ویسے ہی Followers ہوں گے۔

ذات پروردگار نے آواز دی' انی جاعل فی الارض خلیفه'۔ ابھی آدم نہ آدم زاد کچھ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس رہبر کی کیا ضرورت ہے، خلیفہ کی کیا ضرورت ہے؟ مالک چند انسانوں کو پیدا کر دے جب وہ آپس میں جھگڑنے لگیں پھر رہبر بھیج۔

آواز آئے گی: نہیں جب کوئی نہ ہوگا جب بھی اور جب سب ہوں گے جب بھی رہبر ہماری طرف سے ہوگا تمہاری طرف سے نہیں ہوگا۔ چناں چہ ملائکہ نے آواز دی: 'اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماءَ ونحن نسبح بحمدک و نقدس لک' (بقرہ آیت ۳۰)

پروردگار! کیا تو اس کو خلیفہ بنائے گا جو زمین پر فساد اور خون ریزی برپا کرے ہم بھی تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں تو مالک ہمیں خلافت دے، ہمیں رہبری دے۔

آواز آئی۔ انی اعلم مالا تعلمون۔ ملک کی زبان کی بند کر دیا گیا کہ اب آگے نہ بڑھو۔

مسئلہ رہبری کا ہے۔ یہاں تم بھی بول نہیں سکتے۔ معصوم ملک نہیں بول سکتا تو ایرے غیرے کیسے بول سکتے ہیں، کسی کو حق نہیں ہے مسئلہ رہبری میں بولنے کا۔

کیوں اتنی سختی ہے؟...... اس لیے کہ رہبر ہی کے ذریعے سے سب کچھ ہے۔ بہت

مشہور حدیث ہے بنی الاسلام علیٰ الخمسہ۔ اسلام کی بنیادیں پانچ چیزوں پر ہیں۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ، امامت یا رہبریت اور سب کا Pillar امامت ہے۔ جب آپ ٹینٹ لگاتے ہیں تو Centre Pillar کے بغیر وہ خیمہ قائم نہیں رہ سکتا۔ نماز ہے مگر بے کار، روزہ ہے مگر بے کار۔ اب دیکھیے ہر سال 2.5 Million مسلم سارے ورلڈ سے مکہ آتے ہیں۔ وہاں کیا ہوتا ہے۔ کچھ نہیں۔ Ritual طواف کیا اور چلے گئے۔

اسی لیے اسلام میں رہبریت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ گو کہ میرا موضوع یہ نہیں ہے۔ تو سوسائٹی میں جہاں بچہ جا رہا ہے، بورڈز کے اوپر جو پڑھ رہا ہے، اسکول میں جو سیکھ رہا ہے، باہر کا جو ماحول ہے، دو کانوں جو ماحول ہے اور دکانوں کے باہر جو ماحول ہے، کھیل کے میدان میں جو ماحول ہے یہ سب بچے پر اثر کر رہے ہیں۔

میں نے عمداً ایک جملہ نہیں کہا تھا۔ میں Suspense میں رکھتا ہوں تا کہ آئندہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہاں جمع ہوں، زیادہ سے زیادہ سمجھیں۔ بہت ہی غور سے سنیں۔

تربیت کیا ہے؟ تربیت یعنی انسان کی اندرونی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اُبھارنے کے لیے ماحول کا پیدا کرنا۔ یعنی اندر دی ہوئی Abilities کو اُبھارنے کے لیے ماحول کو تیار کرنا تا کہ وہ بچہ اُبھر کر کچھ بنے یہ کام تمام سوسائٹی کا ہے۔ اس میں پہلا فرض ماں باپ کا ہے، دوسرا اسکول اور استاد کا اور تیسرا فرض جامعہ (سوسائٹی) کا ہے۔

اسلام نے یہی بتایا ہے کہ اگر معاشرے میں سکون لانا ہے تو اس کا حل یہی ہے کہ تربیت گود سے شروع کی جائے۔ بعد میں تربیت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ آپ انسان رہیں جانور نہ، بنیں۔ حکم نہیں ہے کہ کسی جانور کو بھی بے ضرورت مار دیں۔ کسی جانور کو بھی آپ کا حق نہیں ہے کہ ماریں۔ یہ کیسے انسان ہیں کیسے مسلمان ہیں کہ مسجد میں نماز پڑھنے والوں کو مار رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

سب کچھ موجود ہے لیکن ہماری Will نہیں ہے...... کیا معنی ہے؟...... خدا ان شاء اللہ ان مرنے والوں کے درجات کو عالی فرمائے۔ آپ لوگ دعا کریں۔

یہ حل نہیں ہے برادرانِ اسلامی، کسی چیز کو کاٹنے سے چیز ختم نہیں ہوتی۔ درخت میں ٹہنی کو کاٹیے پانچ شاخیں اور نکلتی ہیں۔ Ideology کو کاٹیے نہیں۔ بنی امیہ نے کاٹا دیکھ لیا کیا ہوا۔ بنی عباس نے کاٹا دیکھ لیا کیا ہوا۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں کاٹ کر ختم کر دیں گے؟ نہیں ایک کاٹیں گے اور پانچ ابھریں گے۔

پانچ کاٹیے تو بارہ ابھریں گے۔

بارہ کاٹیے تو چودہ ابھریں گے۔

اسلام چاہتا تھا کہ انسان انسان بنے۔ میری خواہش ہے کہ اسی کے Parallel جو مجالس ہو رہی ہیں Defence کی ان میں جو اجتماعی Problems ہیں ان کے Solutions کو میں بیان کر رہا ہوں انہیں بھی آپ سنیں۔

اسلام ایک چیلنج لے کر آیا ہے۔ اِس رُخ کو سنیے اورا ن شاء اللہ آپ Appreciate کریں گے۔ یہاں پر ماشاء اللہ علماء کو آپ سنتے رہے ہیں. کراچی بہت ہی زرخیز مقام ہے۔ الفاظ کو بھی آپ لوگ پرکھتے ہیں۔

آدمی جب دنیا میں آتا ہے آدمی ہوتا ہے اور جب ختم ہوتا ہے تو آدمی ہی ہوتا ہے۔ درخت جب پیدا ہوتا ہے تو درخت ہی ہوتا ہے اور جب ختم ہونے لگتا ہے تو درخت ہی ہوتا ہے۔ جانور جب پیدا ہوتا ہے تو جانور پیدا ہوتا ہے جانور ہی مرتا ہے۔ مگر ان کی Complication یہ ہے کہ انسان پیدا ہوتا ہے مرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کو انسان بننا ہے۔ پیدا تو انسان کے گھر میں ہوا ہے صورت اس کی وہی ہے چہرہ وہی، آنکھیں وہی مگر انسان نہیں ہے اس کو کمال کی راہوں پر بڑھنا ہے اور مرنے تک

Struggle کرنا ہے، انسان بننے کے لیے اور انسان رہنے کے لیے۔ یہ ہے Complication انسان اور دوسری چیزوں میں، ہر چیز کامل پیدا ہوئی ہے۔ انسان کامل پیدا نہیں ہوا۔ کمال حاصل کرنے کے لیے دنیا میں آیا ہے اور کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کامل لوگوں کے پہلو میں نہ بیٹھا جائے اور کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ کل ایمان کو نہ مانا جائے۔

اب میں تربیت کا ایک اہم اصول سمجھانے جا رہا ہوں اور یہ حدیث ہر گھر میں، ہر مدرسے میں ہر گلی کوچے میں سونے کے حروف سے لکھی جانی چاہیے۔ یہ حدیثِ کلامِ معصوم اسی طرح سے زندہ ہے جس طرح قران زندہ ہے۔ جب بھی آپ پڑھیں گے آپ کو Freshness معلوم ہوگی۔

الولد سید سبع سنین، عبد سبع سنین، وزیر سبع سنین۔

تین مرحلے ہیں سات سات سال کے۔ میں نے اشارہ کیا تھا کہ والدین کا فرض ہے کہ اکیس سال تک بچے کو guide کریں اور اب اکیس سال بعد وہ کوئی گناہ کرے گا تو دوش اسی پر ہوگا، ماں باپ پر نہیں ہوگا۔ اسی سے پتہ چلا کہ اکیس سال سے پہلے جو گناہ کرلے گا ماں باپ کا کچھ حصہ اس میں موجود ہے۔

تین مراحل کیا ہیں۔ پہلا سرداری۔ امّی نہلا دیجیے۔ کپڑے پہنا دیجیے۔ بچے کے کام ماں باپ خوشی خوشی کر رہے ہیں کوئی تکلیف نہیں ہو رہی۔ پانچ سال کا بچہ پیر دے رہا ہے: بابا جوتا پہنچا دیجیے۔ باپ خوشی سے پہنا رہا ہے۔ اگر بارہ سال کا بچہ کہے کہ بابا جوتا پہنا دیجیے تو اسی جوتے سے......

Human Psychology پر آج کل بہت کام ہو رہا ہے اور میں نے جن بہنوں سے یہاں باتیں کی ہیں مجھے خوشی ہوئی کہ بہت سی بہنوں نے Masters کیا ہے Human Psychology میں، ماشاء اللہ! کیا کہنے! Child Psychology آج کی دنیا میں ایک باقاعدہ Subject ہے اور بتایا جاتا ہے کہ

کب سے بچے کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے۔

تو یہ حدیث کہہ رہی ہے کہ سات سال کے پہلے مرحلے میں بچہ بادشاہ ہے، سید ہے، سردار ہے۔ مجھے تین مرحلے بتانے ہیں الولدسید پہلے سات سال سید ہے، ماسٹر ہے اور دوسرے سات سال عبد ہے، غلام ہے، اطاعت گزار ہے، یہ بچے سن رہے ہیں۔ جو سات سال کے نہیں ہیں وہ مزے اڑائیں۔ بابا! ہم تو ماسٹر ہیں ہم سے کچھ نہیں کہہ سکتے آپ! سات سال کے بچے ماسٹر ہیں اور سات سال کے بعد اطاعت کا زمانہ آتا۔

اب !No more love۔ اب محبت Spoil کر دے گی۔ اب direction کا زمانہ ہے اب Direction نہیں کریں گے تو بچہ ختم ہو جائے گا۔ سات سال تک یہ سلسلہ۔

جیسے ہی چودہ سال مکمل ہوئے تو غلامی کا زمانہ ختم ہوگیا۔ اب نوجوان سے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم میرے غلام ہو۔ اب وہ باپ کے شانہ بہ شانہ ہو چکا ہے۔ آنکھوں سے آنکھیں ملانے کے تیار ہو چکا ہے۔ اس کے harmones بھی بڑھ گئے ہیں۔ اب No more غلام ہے۔

اب اسلام نے کہا: اسے وزیر بنالو آپس میں مل کر بیٹھو۔ کہو بیٹا ہمارے گھر کے لیے یہ اچھا ہے۔ اگرچہ سب مل کر کام کریں تو یہ اچھا ہے۔ اس سے advisory کا کام لیں۔ زبردستی نہ کریں۔

آپ سوچیں بہت پیاری چیز ہے۔ تو پہلا مرحلہ ہے مرحلۂ سیادت دوسرا مرحلہ ہے مرحلہ اطاعت، اور تیسرا مرحلہ ہے مرحلۂ وزارت۔

پہلے مرحلے میں بچہ Confidence (اعتماد) حاصل کرتا ہے۔ ماں باپ کو اس لئے محبت کرنی چاہئے کہ بچے کو پوری طرح سے Confidence آجائے کہ یہی میرے سب کچھ ہیں۔ مجھے غذا دیتے ہیں؟ مجھے shelter دیتے ہیں۔ جب مریض ہو جاتا ہوں تو مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں۔ سات سال تک یہ کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ

سات سال تک بچے کو مارنے کا حق ماں باپ کو نہیں ہے۔ غصہ بھی کریں تو دیر تک نہ کریں۔ حدیث یہ کہتی ہے کہ غصہ کو طول نہ دیں فوراً غصہ کی وجہ بتائیں۔ logic بتائیں۔ کیوں میں غصہ میں آیا تھا؟ بیٹے میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔ غصہ کی وجہ یہ تھی۔

اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ ہم جوان ہوتے ہیں اور بچے ہو جاتے ہیں اب جوان میں وہ Capacity نہیں ہے کہ بچے کو سنبھالے۔ اس کا حل یہی ہے کہ وہ بزرگ جو نبی ہے اسے پالے۔ حدیث ہے"**الشیخ فی اسرته کالنبی فی امته**"

ایک بزرگ کسی خاندان میں اس طرح ہے جیسے نبی کسی امت میں۔

اس انرجی کو یہاں divert کیجئے۔ تو جوان جن کے پاس ٹائم نہیں ہے بزرگ اس کی تلافی کر دیں گے۔ مغربی دنیا نے اس چیز کو بڑے پیارے انداز سے لیا ہے۔ ایک اسکول سے میں واقف ہوں ٹورنٹو میں اس اسکول میں پانچ سال کی عمر میں جب بچے کو ڈال دیتے ہیں تو وہ سات سال کی عمر تک اس بچے کو کچھ پڑھاتے ہی نہیں۔ اور پڑھاتے بھی ہیں تو کھیل کود میں ہی پڑھاتے ہیں۔ وہ بچے کو پڑھنے کے لئے نہیں کہتے۔ بلکہ کہتے ہیں: یہاں آؤ enjoy کرو۔

چنانچہ ہم نے اور آپ نے دیکھا ہے کہ ایک ہے دینی مدرسہ اور ایک ہے دنیاوی مدرسہ (میں نے کل کہا تھا کہ دینی اور دنیاوی کو علیحدہ مت کیجئے)۔ تو دنیاوی مدرسہ میں ہمارے بچے بہت تیزی سے جاتے ہیں۔ بہت خوشی خوشی جاتے ہیں۔ جیسے ہی کہا: دینی مدرسہ تو بچے کہتے ہیں: نہیں جانا ہی نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ دین کو ہم نے اتنا bore پیش کیا، ایسے boring subject کے طور پر پیش کیا (کہ بچے وہاں جانے سے ہچکچانے لگے)۔

اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ پیغمبرؐ اور ائمہ بہت serious لوگ تھے۔ نہیں حدیث میں ہے کہ رسول اللہ مسکراتے تھے۔ آج western countries میں مسکرانے کو انسان کی خوش اخلاقی سمجھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں The man smiles

all the time کتنا اچھا آدمی ہے ہمیشہ مسکراتا ہے۔ رسول اللہ کے لئے غم و آلام کا ہجوم بھی ہوتا تھا لیکن ان کی مسکراہٹ میں فرق نہیں آتا تھا۔

احادیث یہ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ چھوٹے چھوٹے بچوں کے پیچھے جاتے تھے اور ان کی آنکھیں بند کر کے آواز بدل کر کہتے تھے بتاؤ میں کون ہوں۔ سیرت رسول اللہؐ بیان کر رہا ہوں۔ بچہ کوئی نام لیتا تھا، مسکراتے تھے: نہیں اور نام بتاؤ یہ نہیں ہے۔

یہ کیا ہے؟ انقلاب ایسے ہی نہیں آتا جب تک کہ محبت نہ ہو۔ رسول اللہؐ نے Five years سے شروع کیا ہے۔ جب وہ بچے جوان ہوئے ہیں تو ان کے دلوں میں ہے کہ یہ ہم کو چاہتے ہیں یہ ہم سے محبت کرتے ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ خلوص رکھتے ہیں۔

احادیث کو education کی lines پر سوچئے صرف فضائل تک محدود نہ کیجئے۔ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ کہتے ہیں کہ عید کا دن ہے سب کے پاس سواری ہے ہمارے پاس سواری نہیں ہے۔ اس کو ذرا فضائل سے ہٹا کر تربیت کے رخ پر لائیے۔ رسول اللہؐ کہتے ہیں کہ اگر تمہارے پاس سواری نہیں ہے تو میری پشت پر آجاؤ۔ یہاں فضائل پر نہ جائیے تربیت کو سمجھئے۔ رسول اللہؐ یہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی چھوٹے ہیں ابھی انہیں کچھ معلوم نہیں ہے۔ اب یہ معرفت کی بات ہے۔ سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ رسول آیا ہے انسانیت کا سبق دینے کے لئے۔ اگر پہلے ہی سے رسالت کا اعلان کر دے گا تو کام نہیں بنے گا۔ اسے انسانیت کی تربیت دینی ہے۔ تو بچوں کو پشت پر سوار کرتا ہے۔

اور اس طرح کہ بچے کہتے ہیں: نانا! دوسروں کی سواریاں آواز دے رہی ہیں ہماری سواری آواز نہیں دے رہی۔ تو رسول اللہ اونٹ کی آواز نکالتے ہیں۔ تاریخِ سیرت ہے۔ یارسول اللہ آپ یہ کام کر رہے ہیں؟ مہمل کام کر رہے ہیں۔ کہا: نہیں جانتے کہ پشت پر میرے بچے ہیں؟

اس کو فضائل پر نہ لے جائیے کہ کہیں کہ امامت، رسالت پر ہے۔ نہیں اس سے ہٹ کر دیکھئے ہر فضیلت کے کئی زاویے ہیں۔ ایک زاویہ یہ ہے کہ رسول اللہ تربیت کرنا

چاہ رہے تھے۔ حالانکہ ان کو تربیت کی ضرورت نہیں تھی صرف ہم تک پہنچانا تھا۔ کہ بچوں کو کس طرح سے (treat کرنا ہے)۔

مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ رسولؐ جو اتنا بڑا انقلاب لایا کس طرح گھر میں بچوں کو time دے رہا ہے، بچوں کے ساتھ کھیلتا ہے، ان کو اپنی پشت پر سوار کرتا ہے۔ بچوں کے ساتھ اس کا کتنا رابطہ ہے!

تو پہلے سات سال کا سن بہت delicate ہے۔ اگر آپ نے پہلے سات سال میں بچے کے چھپے ہوئے کمال کو دبا دیا تو یہ بچہ ابھرنے والا نہیں ہے۔ محبت کے ذریعے اس کو ابھارنا ہے۔

آج کے اسکالرز یہ کہتے ہیں کہ گھر میں ایسی چیزیں نہ رکھیں جو بچے کے لئے نقصان دہ ہیں جیسے sharp اشیا کے گرنے کے بعد بچہ زخمی ہو جائے، نہ ایسی قیمتی اشیاء (جن کے ٹوٹنے سے آپ تکلیف محسوس کریں) اس کو گھر کے ماحول میں آزاد رہنے دو۔ اور جب سات سال کا ہو جائے تو اسے direction دینے لگو۔

توجہ کا طالب ہوں ایک عجیب وغریب بات کہنا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ لوگ اس کو applicate کریں گے۔ seven years تک آپ کو بہت محبت دینی ہے، بہت پیار دینا ہے جیسے ہی آٹھواں سال شروع ہوا اب اسلام کہتا ہے کہ اس کو direct کریں رہبری کریں۔ کب تک؟۔ چودہ سال تک۔

پہلے سات سال تک تھپڑ مارتے رہے، گالی بکتے رہے، اور اس کے بعد دوسرے سات سال میں direct بھی کیا۔ چودہ سال کا بچہ ہو گیا اب پریشان ہو گئے۔ مولوی صاحب! سنتا نہیں ہے بیٹا!۔ مولوی صاحب کیا کریں گے بھائی؟ تعویذ دید یجئے۔ اب پورا قران لٹکا دیجئے وہ بچہ ٹھیک ہونے والا نہیں ہے۔ سالِ گذشتہ میں نے اشارہ کیا تھا ساری بلائیں ہمارے پاس تعویذ سے ہیں۔

بچے کے صحیح ہونے کے لئے کیا کیجئے۔ مولانا بچے بڑے ہو گئے ہیں وہ تو سب

نہیں کیا (جو آپ بتا رہے ہیں) مولا زین العابدینؑ کی پچیسویں دعا ہے۔

''دعاوہ لاولادہ''۔ بچوں کے لئے دعا۔ بہت اچھے نکات ہیں۔ پروردگار بچوں کی تربیت میں میری مدد فرما، کمک کر۔

بچوں کی تربیت کرنا آسان چیز نہیں ہے۔ امام خدا سے بھیک مانگ رہا ہے۔ خدایا تو میری مدد کر مجھے کمک کر۔ help کر کہ میں بچوں کو اخلاق سکھا سکوں، ان کی تربیت کرسکوں پروردگارا! میری مدد کر۔

تو آپ لوگ تربیتِ اولاد کے لئے بہت زیادہ دعا کیا کیجئے اور یاد رکھیے دعا کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ ہزاروں چیزیں ایک طرف دعا ایک طرف۔

یہاں فضیلت کا ایک رخ آ گیا۔ رسول اللہؐ اس دنیا میں آئے۔ ہم تو کہتے ہیں پیدا ہی رسول ہوئے۔ چالیسویں سال میں اعلانِ نبوت کیا، بنے نہیں۔ لیکن ہمارے برادرانِ اہلسنت کہتے ہیں کہ چالیسویں سال میں ۔۔۔ اس پیغمبر کو، اس بچے کو کس نے محبت دی؟ کس نے direct کیا؟

پہلا عزیز باپ، دنیا میں نہیں آئے تھے کہ باپ کا انتقال ہوگیا۔ ماں کے شکم ہی میں تھے کہ عبداللہؑ کا انتقال ہوگیا۔ ماں کی محبت مل رہی تھی۔ پانچ سال کے تھے کہ ماں کا انتقال ہوگیا۔ دادا کے ہاتھ میں آئے۔ آٹھواں سال آیا دادا کا انتقال ہوگیا۔ یہ وہی سال ہے کہ اس میں اگر صحیح ڈائریکشن نہ ہو تو خدانخواستہ گڑ بڑ ہو جائے گی۔

اب جاتے جاتے عبدالمطلبؑ نے ابوطالبؑ کو بلایا کہ اس بچے کو لو۔ اب سمجھئے کہ ابوطالبؑ کون ہے۔ اس situation میں بچے کو لے رہا ہے اور ایسا ڈائرکٹ کیا کہ بچے کو نبی بنا دیا۔

اے ابوطالبؑ تیری تربیت کا کیا انداز تھا۔ اے فاطمہ بنت اسدؑ تم نے کیسے تربیت کی۔ گھر میں اس طرح بچوں کو پالا کہ یا اسلام بنیں یا محافظِ اسلام بنیں۔

نبوت اسلام ہے، امامت اسلام ہے اور عقیلؓ محافظِ اسلام ہے۔

میں ڈر رہا ہوں کہ جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں اسے پورا کرسکوں گا یا نہیں بہرحال

آپ حضرات اسے elaborate کیجئے۔

چودہ سال کی عمر کے بعد بچے کی رہنمائی کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ اسی لئے اسلام نے کہا کہ اب یہ سیادت اور غلامی کے دور سے نکل چکا ہے اب اسے غلام نہ بناؤ۔ اب اسے advisor بنالو۔

بعض بچے energetic ہوتے ہیں، بعض بچے شریر ہوتے ہیں۔ میرے پاس ٹورنٹو میں ایک بہن آئیں: مولانا! میں بہت پریشان ہوں میرا بچہ پندرہ سال کا ہوگیا ہے۔ یہ ہے، وہ ہے اس کے لئے کچھ کیجئے۔

بہت سے لوگ آتے ہیں میرے پاس تعویذ لینے کے لئے۔ میں کبھی تعویذ لکھتا نہیں اس لئے کہ مجھے کچھ لکھنا ہی نہیں آتا۔ میں نے کہا: تعویذ تو نہیں البتہ ایک Suggestion دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کے گھر میں weekly جوخرچہ ہوتا ہے وہ اس بچے کے ذمہ کردیجئے کہ بیٹا ہمارے گھر میں weekly یہ خرچ ہوتا ہے تم اسے اپنے پاس رکھو اور اس گھر کو چلاؤ۔ چھ مہینے بعد اس بہن نے فون کیا کہ مولانا کیا دوا دی تھی آپ نے اب وہ بچہ شرارت نہیں کرتا اب اس کا دماغ پیسے میں ہوگیا۔ دو ڈالر weekly لیتا تھا۔ اب یہ فکر ہوگئی ہے کہ پانچ ڈالر اِدھر سے کیسے بچاؤں، چھ ڈالر اُدھر سے کیسے بچاؤں۔

دیکھئے solution انسان کے پاس ہونا چاہئے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ بچوں کی تربیت میں جو سب سے زیادہ اہم چیز ہے وہ Capacity ہے، وسعتِ صدر ہے، جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ دیکھنا ہے کہ Situation کیا ہے۔ مولانا آپ نے تو بیان کردیا۔ ہمارے بچے بڑے ہوگئے ہیں ان کا کیا ہوگا۔

تو بہت سی اور Tricks موجود ہیں ان کو پڑھنے کی کوشش کیجئے۔

اسلام یہ کہتا ہے کہ چودہ سال کے بعد بچہ آپ کا وزیر ہے، advisor ہے۔

ایک خواہش میں آپ سے کرتا ہوں اور اس کا میں خود بھی پابند ہوں۔

Western countries میں بھی رائے دیتا ہوں کہ مغرب عشاء کی نماز کم از کم گھر میں جماعت سے ہونی چاہئے، جہاں مساجد نہیں ہیں۔ نماز پڑھیں اور پانچ دس منٹ ایک آیت، ایک حدیث بیان کریں اور اس کے بعد کھانے کی ٹیبل پر سب گھر والے جمع ہوں اس کا اثر بہت ہوتا ہے۔ آج کے psychologist نے اسے suggest کیا ہے۔ جو فیملی کم از کم ایک مرتبہ کھانے کی ٹیبل پر اکٹھی ہوتی ہے اور گفتگو کرتی ہے اس فیملی میں پرسکون حالات ہوسکتے ہیں اور اسی لئے ہمارے پاس حدیث میں ہے کہ وہ ملعون ہے جو اکیلا سفر کرتا ہے، اکیلا کھاتا ہے، اکیلا سوتا ہے۔

اب وہ اکیلے سفر کا زمانہ ختم ہوگیا کہ لوگ گھوڑوں پر سفر کرتے تھے۔ اب تو سفر میں کوئی نہ کوئی ضرور ساتھ ہوتا ہے۔

پھر کھانا ساتھ کھانا چاہئے گھر میں situation ایسی بنائیے۔ ہمارے پاس رواج پڑ گیا ہے کہ جب لوگ گھر سے باہر ہوتے ہیں تو بنے سنورے رہتے ہیں، گھر سے باہر جانے سے پہلے خود کو تیار کرتے ہیں۔ لیکن گھر میں ان کی صورت دیکھنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ اور بیوی گھر میں ماشاء اللہ!

کسی صاحب نے ہم سے سوال کیا کہ مولانا! آج کل کی عورتیں بال کٹوا رہی ہیں۔

کٹوانے دیجئے بال۔ بال کٹوانا حرام نہیں ہے۔ اگر شوہر کے لئے زینت کر رہی ہیں تو شرعی طور پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ بال کٹانا حرام نہیں ہے۔ بال بتانا حرام ہے۔ بال دکھانا حرام ہے۔

میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا گھر سے باہر مسکراتے ہیں، مذاق کرتے ہیں humor ہے ان کے پاس دوست، احباب یہ چاہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے ساتھ اٹھے بیٹھے۔ یہی humor والا آدمی جب گھر میں جاتا ہے تو صدام ہو جاتا ہے!

ارے بھئی کیا ہوگیا تمہارا humor؟ یہ double standard کیوں؟

بلکہ گھر میں مسکراؤ باہر والوں کو خوش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گھر کو

ابھارنے کی ضرورت ہے۔ تمہارا کردار جتنا اچھا ہوگا یہ بچے اسی طرح سے خوش اخلاق ابھریں گے۔ اب ہم آپ کو مشکل میں لا رہے ہیں بہنیں ان شاء اللہ خوش ہوں گی۔

ایک مرتبہ مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ دال صاف کر رہے تھے۔ خیبر کو اکھاڑنے والا اللہ اکبر! دال صاف کر رہا ہے۔ کمال یہی ہے انسان کا۔ رسول اللہؐ داخل ہوئے سلام کیا مسکرا کر کہا: جانتے ہو کہ اس کا کیا ثواب ہے؟ جو گھر میں بیوی بچوں کی مدد کرتا ہے اس کا ثواب کیا ہے؟

حضرت علیؑ اس طرح کے مواقع پر ہمیشہ کہا کرتے تھے: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ لیکن یہ واحد موقع تھا کہ فرمایا: میں بتاؤں یا آپ بتائیں گے۔ جب آئے تھے معراج سے اس وقت یہ نہیں کہا تھا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ہے اگر ایک مرتبہ گھر میں خدمت کرے۔

اب جس جس کو حج کرنا ہے عمرہ کرنا ہے وہ جائے اور اس پر عمل کرے۔

اچھا اب اس کو analyse کرتا ہوں۔ کیوں اتنا ثواب ہے۔ مولانا جو یہ آپ کہہ دیتے ہیں یہ حج کا ثواب، اتنا ثواب یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ دیکھئے اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ حج کرنے جاتے ہیں کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ اور کتنا پیسہ آپ کا ایک حج کرنے کے لئے خرچ ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو گھر میں کام کرنے پر ذاتی طور پر تکلیف ضرور ہو رہی ہے لیکن پروردگار آپ کو اس تکلیف کا صلہ دے رہا ہے۔ کہ تمہارے لئے اتنا ثواب ہے کہ گویا تم حج کر رہے ہو۔

تو خدا نے انسان کو بتایا ہے کہ وہ کس طرح اپنے گھر کو سنوار سکتا ہے۔ بہنوں کا گھر میں کیا رویہ ہے۔ شوہر چیخ رہا ہے: باقری صاحب ساڑھے نو بجے بیٹھ جاتے ہیں۔ نو بج رہے ہیں تم کیا کر رہی ہو؟۔

وہ آئینے کے سامنے بیٹھی ہوئی ہیں۔ تیار کب ہونا چاہئے تھا؟۔ دن بھر صاف رہنا

چاہیئے تھا۔ گھر میں اس طرح خوبصورت رہیئے کہ مرد کسی دوسری عورت کی طرف نظر اٹھا نہ سکے۔ باہر جاتے ہوئے بننے سنورنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ Islamic style نہیں ہے۔ باہر جاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ بدصورت نظر آیئے کہ کوئی دیکھے ہی نہیں۔

یاد رکھیے کہ جو گھر peaceful رہے گا اسی میں پرورش پانے والے بچے کامیاب ہوں گے۔ بعض لوگ ہمارے پاس آتے ہیں کہ مولانا آپ ایسی بات کرتے ہیں جس پر صرف دولت مند ہی عمل کر سکتے ہیں۔ جی نہیں۔ سکون کے لئے پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ عورت مسکراہٹ چاہتی ہے۔ انسان مسکراہٹ چاہتا ہے، اگر غلطی ہوگئی ہے تو معافی مانگ لیجئے۔ بیوی سے معافی مانگنے والا بہترین جواں مرد ہے کیونکہ وہ آپ کی ماتحت ہے، کمزور ہے۔ کمزور سے معافی مانگنے میں کوئی سبکی نہیں ہے۔ اس طرزِ عمل سے بچے پر بھی اثر ہوگا کہ اگر میں غلطی کروں گا تو مجھے بھی معافی مانگنی چاہئے۔

مردانگی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ اگر غلطی ہوگئی ہے تو کچھ بولیں ہی نہیں۔ مردانگی کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں جیسا موقع ہو ویسے act کریں۔ علیؑ جہاں خیبر کا در اکھاڑتا تھا وہاں مصلے پر آ کر بچے کی طرح تڑپ رہا ہے، آبشار کی طرح رو رہا ہے:

اے دنیا کیوں میرے سامنے آتی ہے۔ نکل جا میں نے تین مرتبہ تجھے طلاق دے دی ہے۔ اب کوئی شادی کا تصور ہی نہیں ہے۔ تیرے عیش میں بہت کمی ہے۔ تیری آرزو بہت حقیر ہے۔ ’’آہ من قلة الزاد‘‘۔

جو رات رات بھر مصلے پر روتا تھا وہ میدان میں شجیع تھا۔ تو مرد وہی ہے جو حالات کے مطابق کام کرے۔ اور بچے کی تربیت میں اس بات کا خیال رکھے۔ آئیندہ کی فکر رکھے۔

اگر کسی ماں کو معلوم ہو جائے کہ خدانخواستہ بڑی مہلک بیماری آئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ تو ماں بچوں کے آرام کی خاطر، جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، کپڑے سلوا کر رکھ دیتی ہے کہ نہ جانے میرے مرنے کے بعد بچوں کو کون دیکھے گا۔ تو فاطمہ زہراؑ کو بھی معلوم ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ زینبؑ یہ کرتا میں نے

حسینؑ کے لئے سیا ہے جب آخری رخصت کے لئے آئے تو اس کرتے کو پہنا دینا۔

ماں ہے ماں! دیکھئے تربیت۔

آیئے آج اس شہزادے کو پرسہ دینا ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ پچاس ھجری تھی۔ امام حسنؑ جگر کے بہتر ٹکڑے اگل رہے تھے۔ ایک مرتبہ زینبؑ نے دیکھ کر آہ کی تھی کہ اے پروردگار میرا بھائی!

میں کہوں: شہزادی یہاں صرف جگر کے بہتر ٹکڑے ہیں۔ ذرا چند دن خاموش رہئیے کربلا میں بہتر لاشیں دیکھنا ہیں۔

روایتیں کہتی ہیں کہ امام حسنؑ نے چھوٹے بچے کو بلایا، سینے سے لگایا۔ میرے لال! میں کربلا میں نہیں ہوں گا۔ یہ تعویذ لو۔

تعویذ کو قاسم کے بازو میں باندھا۔ اس وقت صرف تین سال کا سن تھا۔ کربلا میں پہنچے تو چودہ سال کے ہو چکے تھے۔ شبِ عاشور حضرت قاسمؑ نے چچا سے پوچھا کہ چچا جان کل مرنے والے کون کون ہیں۔ ان کی فہرست سنایئے۔

امام حسینؑ نے فہرست سنانی شروع کی۔ عباسؑ کا نام ہے، علی اکبرؑ کا نام ہے، ایک ایک کا نام لے رہے ہیں چہرے کو دیکھتے جا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ قاسمؑ کا نام لیا دیکھا چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو گئے۔ نام لیتے لیتے آخر میں کہا: علی اصغرؑ۔

یہ نام لینا تھا کہ قاسمؑ نے کہا: یہ چھوٹا ننھا علی اصغرؑ! ابھی میدان میں جا ہی نہیں سکتا۔ کہیں ایسا نہ ہو فوجِ اشقیاء خیموں میں آجائے۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے کہا: نہیں بیٹا اس بچے کو میں میدان میں خود لے جاؤں گا اور یہ بچہ تیرِ ستم سے شہید ہو جائیگا۔

جب امام نے دیکھا کہ یہ بچہ علی اصغرؑ سے متعلق پوچھ رہا ہے لیکن اپنے متعلق نہیں تو پوچھا: ''کیف وجدت الموت'' اے میرے بیٹے تم نے موت کو کیسا پایا؟۔ جواب دیا: ''اھل من العسل'' چچا جان اگر حق کے لئے ہے تو شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔

وہ وقت آیا۔ عصر کے قریب قاسمؑ آتے ہیں۔ حسینؑ نے سینے سے لگالیا۔ بیٹا تم جانا

چاہتے ہو میرے بھائی کی ایک ہی نشانی ہے میں تمہیں مرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ روایتیں کہتی ہیں کہ یہ سن کر واپس جاتے ہیں اور خیمے کے ایک گوشے میں بیٹھ کر رونے لگتے ہیں۔

ذہن میں خیال آیا۔ بچپنے میں بابا نے تعویذ باندھا تھا اور یہ کہا تھا بیٹا جب کبھی کوئی بڑی مصیبت آئے تو اسے کھول لینا اور جو میں نے اس پر لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ قاسمؑ نے سوچا اس سے بڑی مصیبت کیا ہوگی کہ چچا مرنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ تعویذ کھولا اس میں لکھا تھا کہ حسینؑ میں کربلا میں نہیں ہوں گا اگر میرا بچہ اجازت لینے کے لئے آئے تو میری طرف سے اسے قربان کر دینا۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ خوشی خوشی امام کے پاس گئے:

چچا جان۔ دیکھئے میرے بابا نے کیا لکھا ہے۔

امام حسینؑ نے خط کو پڑھا اور کہا: ''اناللّٰہ و انا الیہ راجعون''۔

جاؤ قاسمؑ تم نے مجبور کر دیا۔

قاسمؑ میدان کی طرف جاتے ہیں۔ جنگ شروع کرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں: میں حسن ابن علیؑ کا بیٹا ہوں۔ کون آتا ہے میرے مقابل میں۔

ایک ایک آتا ہے قتل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ارزقِ شامی کے چار لڑکے مقابل میں آئے اور قتل ہوئے۔ ارزق خود مقابل میں آتا ہے۔ امام حسینؑ دعا کرتے ہیں کہ قاسمؑ کو اس پر فتح نصیب فرما۔ اس پر بھی فتح ہوتی ہے۔ اب قاسمؑ اکیلے ہیں۔ چاروں طرف سے وار ہو رہے ہیں۔ زخموں سے چور قاسمؑ زمین پر گر رہے ہیں۔ آواز دیں تو کس کو دیں؟

''چچا جان! میرا آخری سلام قبول ہو۔ خدا حافظ''

روایتیں کہتی ہیں کہ ایک طرف سے علی اکبرؑ، ایک طرف سے عباسؑ، ایک طرف سے حسینؑ آگے بڑھے۔ فوجوں میں بھگدڑ مچی۔ خدا کسی شہید کو اس عالم میں نہ دکھائے۔ جب حسینؑ پہنچے ہیں تو کچھ باقی نہیں تھا۔

عباء کو بچھایا قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑوں کو جمع کیا اور خیمے میں لائے۔

مجلس نہم

تربیت اولاد کے سلسلے میں ہماری گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ انسانی نفسیات کے ماہر آج جس conclusion پر پہنچے ہیں، جس نتیجے پر پہنچے ہیں اس کو چودہ سو سال پہلے اسلام نے پوری طرح واضح کر کے بتادیا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم انہیں سکھاتے وہ ہمیں سکھا رہے ہیں اور مشکل مسئلہ یہ ہے کہ بچے کے حقوق کے متعلق گفتگو کی جائے۔ جس کو کوئی نہ پہچانے اس کا حق کون بیان کرے؟

جوان ہونے کے بعد آپ اپنا حق مانگ سکتے ہیں، عورت اپنا حق مانگ سکتی ہے لیکن جو بچہ گود میں ہے وہ حق مانگ ہی نہیں سکتا۔ اس کے حق کو کون جانتا ہے؟

ابھی دو سال پہلے امریکہ میں ایک کیس ہوا تھا۔ ایک ماں نے اپنے جنین کو جو شکم میں تھا مار دیا تھا۔ اس کے شکم میں جو بچہ تھا gun کے ذریعے اسے ختم کردیا تھا۔ اس کا کیس چلا نتیجہ میں جج نے جو فیصلہ دیا وہ یوں ہے: کیوں کہ امریکہ کے constitution میں اس جنین کا وجود نہیں مانا جاتا اس لیے وہ قتل نہیں۔

ایسا نہیں کہ میں یہاں بیٹھا ہوا ایسے ہی کہہ رہا ہوں بلکہ یہ باقاعدہ کیس چلا تھا اور ایک زمانہ تک اس پر ہنگامہ بھی ہوا۔ نتیجہ یہی نکلا کہ انسان اس معصوم کا حق بیان کرے

اس لئے ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ انسان کے حقوق کو انسان بیان نہیں کرسکتا۔ انسان کے حقوق کو خالقِ انسان ہی بیان کرسکتا ہے۔ جس نے پیدا کیا ہے وہ جان سکتا ہے کہ اس کا حق کیا ہے۔

بچے کا کیا حق ہے، گود میں رہنے والے کا کیا حق ہے، پیٹ میں رہنے والے کا کیا حق ہے۔ ہماری شریعت نے abortion کو حرام قرار دیا ہے بلکہ ہر stage میں اس کے قتل پر کفارہ ہے، severe punishment ہے لیکن اور وہ ظاہری کفارہ ہے، باطنی کیا ہوگا نہیں معلوم۔

روایت یہ ہے کہ اگر بچہ بغیر کسی outside force کے سقط ہوجائے تو وہ بچہ جنت کے دروازے پر رک کے یہ کہے گا کہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گا جب تک میرے ماں باپ داخل نہ ہوجائیں۔

یہ اسلام کا concept ہے اور بہت عجیب وغریب ہے۔ ایک اور روایت بڑھنے جارہا ہوں اور امید ہے کہ یہاں پر جو لوگ thinking line میں ہیں وہ اس بات پر بہت زیادہ غور کریں گے۔

ساری پریشانی ہماری perception (ادراک) کی ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ دنیا کیسی ہوگی۔ ہمارے ادراکات آخرت کی دنیا کو درک نہیں کرتے کیونکہ tangible (حِسّی) ہیں ہم لوگ، محسوسات کی دنیا میں رہتے ہیں۔ آخرت غیر محسوس چیز ہے اس کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن جہاں جہاں non-tangible (غیر محسوس) چیزوں کو سمجھانا چاہتا ہے وہاں tangible example سے، محسوسات کے example سے معقولات کو سمجھاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O انا انزلناہ فی لیلۃ القدر O وما ادراک مالیلتہ القدر''۔

اب کیا ہے یہاں پر؟ ہم نے قران کو شبِ قدر میں نازل کیا۔ اب یہ شب کیا

ہے؟ تم شب کو سوجاتے ہو یہ بھی اسی طرح سوجانے والی رات ہے۔
ماادراک تم اس کو کیسے سمجھ سکتے ہو؟ تمہیں کیا معلوم ہے؟ کیسے اسے perecive (درک) کرسکتے ہو؟ قران نے خود جواب دیا:

''وما ادراک ما لیلة القدر۔ لیلة القدر خیرمن الف شهر''۔

درک نہیں ہے، مجھ جیسے کو معلوم نہیں ہے کہ شبِ قدر کی عظمت کیا ہے۔

تو انسان ہمیشہ calculation میں رہتا ہے۔ نماز پڑھی۔'' مولانا ثواب کیا ہے؟'' حدیث میں ہے کہ ایک امام کے پیچھے ماموم آجائے تو 15 کو 15 سے ضرب دیجئے۔ کتنے ہوئے؟ مولانا Calculator تو ہم لائے نہیں!۔ دو سو پچیس نمازیں ہوگئیں۔اب اگر دو ماموم آگئے پھر 225 کو 15 سے ضرب دیجئے۔تین آجائیں حاصل کو 15 سے ضرب دیجئے۔ چار آجائیں حاصل کو 15 سے ضرب۔ دس آجائیں تو خدا کہتا ہے۔تمام دریا سیاہی ہوجائیں۔تمام ملک لکھنا چاہیں تو اس ثواب کو نہیں لکھ سکتے۔

کیا ہے یہ میں اب تک نہیں سمجھ سکا آپ لوگ بھی ponder (غور) کیجئے۔خدا یہ کہہ رہا ہے کہ اس ثواب کو کوئی فرشتہ لکھ نہیں سکتا۔ اسلام میں Social Interaction (معاشرتی میل جول) کی اتنی اہمیت ہے۔ جامعہ (معاشرہ) میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی اتنی اہمیت ہے۔ دس انسان مل جائیں تو فخر کریں۔ اور اگر دس لاکھ انسان مل جائیں؟

جدائی اسلام چاہتا ہی نہیں ہے یہ مسلمان ہے جو جدا کررہا ہے۔

ادراک ہمارے پاس نہیں ہے۔ perception آپ کے پاس نہیں ہے۔ قران کہتا ہے، لیلة القدر خیر من الف شهر،۔

تم calculation کی دنیا میں رہتے ہو۔ ون ملین، ٹو ملین، تھری ملین، چلو حساب کرو، آج کی رات کو اگر تم compare کرنا چاہتے ہو اپنی راتوں سے۔میرے راتوں کو تو تم ادراک ہی نہیں کرسکتے۔

تو اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ ہزار مہینے ایک طرف یہ رات ایک طرف۔ تو معقولات کو محسوسات کے ذریعہ سمجھایا جارہا ہے جو چیزیں non tangible ہیں ان کو tangible چیزوں کے ذریعے سمجھایا جارہا ہے۔ میں کوشش کررہا ہوں کہ اس دنیا کو میں بھی سمجھوں اور سمجھنا چاہئیے۔ Main idea یہی ہے کہ وہ دنیا سمجھ میں آجائے تو اس دنیا میں مزا کیا آیگا۔ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ روایت میں ہے کہ،

ان اطفال شیعتنا تربی فاطمۃ زھرا صلوات اللّٰہ علیھا۔

عربی جانتے تو جھوم جاتے آپ! جب کوئی ہمارا ننھا بچہ مرتا ہے تو فاطمہ زہراؑ اپنی تربیت میں لے لیتی ہیں۔ یہ کیا بات ہے مولانا! ہم تو سمجھتے تھے کہ زندگی ہی میں تربیت ہوتی ہے یہ مرنے کے بعد تربیت کیا ہے؟ تو معلوم ہوا ہمیں ابھی تک اندازہ نہیں ہے کہ وہ دنیا کیا ہے۔

آپ تلقین میں کیا پڑھتے تھے۔

''ثبتک اللّٰہ بالقول الثابت وھداک اللّٰہ الی صراطٍ مُستقّیم''

خدا تیرے قول پر تجھے ثابت رکھے اور تجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائے۔

تشیع جنازہ میں شریک ہوا کیجئے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص میت میں شریک ہوتا ہے اس دن تک کے جتنے گناہ ہیں وہ دُھل جاتے ہیں۔ turning point ہے۔ میت میں شریک ہونا بہت اہم ہے۔ تو شریک ہوا کیجئے اور وہاں جو تلقین ہوتی ہے اسے بہت غور سے سنا کیجئے۔

تلقین کیا ہے؟۔ **ثبتک اللّٰہ بالقول الثابت و ھداک اللّٰہ الی صراط مستقیم**۔ خدا تجھے اپنے قول پر ثابت قدم رکھے۔

کیا قول تھا اس کا؟۔ **اللّٰہ جل جلالہ ربی و محمد نبیّ**،

تو اس قول پر ثابت رکھے اور **ھداک اللّٰہ الی صراط مستقیم**،

اور خدا تمہیں سیدھے راستے کی ہدایت فرمائے۔ تو معلوم ہوا ادھر بھی کچھ ایسی گڑ

بڑے ہے جہاں بھٹک جاتے ہیں۔ برزخ میں بھی بھٹکنے کے Chances ہیں۔ اسی لئے یہاں دعا کی جارہی ہے۔

پروردگار! تیری ہدایت فرمائے۔ اسے peceive (درک) ہم نہیں کر سکتے۔ نتیجہ اس تمام بحث کا یہ ہے کہ تربیت کو دنیا کے مسئلوں میں Include (شامل) کرنے کی کوشش مت کیجئے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ اس بچے کی تربیت آخرت کے لئے ہوجائے۔ ایسی ہوجائے کہ وہ بچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب رہے۔

دنیا بھی اس کی کامیاب ہو لیکن آخرت کامیاب تر رہے۔

آج کے psychologist یہ کہتے ہیں کہ بچے کی شخصیت پانچ سال کی عمر میں ہی بن جاتی ہے۔ difference of opinion دو گروپوں میں یہ ہے کہ ایک کہتے ہیں foundation پڑ جاتی ہے یا یہ کہ بن جاتی ہے۔ مجھے اس میں جانا نہیں ہے۔ مگر یہ یقین ہے کہ پہلے پانچ سال ہی میں بچے کی بنیادیں پڑ جاتی ہیں۔

اب انہی بنیادوں پر اس کی بلڈنگ قائم ہوگی۔ اگر وہ صحیح بنیادوں پر قائم ہے تو دنیا میں بڑا انقلاب لاسکتا ہے۔ کیا کہا تھا رسول اللہؐ نے؟۔ بچہ سات سال تک سردار ہے، سات سال تک غلام ہے، سات سال تک وزیر ہے۔ ادھر رسول اللہ تشریف لاتے تھے خانہ کعبہ کے پہلو میں۔ ادھر عبدالمطلبؑ تعظیم کو اٹھ جاتے تھے۔ کس کی تعظیم کے لئے جو ابھی سات سال کے اندر چھوٹا بچہ ہے۔ اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور اس کے سامنے ایسے بیٹھتے تھے جیسے استاد کے سامنے شاگرد بیٹھتا ہے۔

آج کل کے اسکالرز نے بحث کی کہ رسول اللہؐ ساری ورلڈ میں جو انقلاب لے آئے اس کی وجہ کیا ہے؟ اب کیونکہ Tangible لوگ ہیں رسول کو تو نہیں مانتے لیکن فکر و بحث کرتے ہیں کہ یہ بچہ جو بڑے ہوکر اتنا بڑا انقلاب لایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء ہی سے Independent رہا۔ خدا نے باپ کو لے لیا، خدا نے ماں کو لے لیا۔

کسی پر بھروسہ نہ کرو اس ایک پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ اس نے ہمیشہ اس ایک پر

بھروسہ کیا اسی لئے اسے پورا یقین تھا کہ جس revolution کو میں لانا چاہتا ہوں اسے لاسکتا ہوں اور وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ لوگ آئے اور کہا:

ابوطالب اپنے بھتیجے سے کہو کہ پیسہ لے لے یا اگر ہماری لڑکیاں چاہتا ہے تو کسی بھی خوبصورت لڑکی کو لے لے مگر یہ مہم چھوڑ دے۔

ابو طالبؑ نے بھتیجے کے سامنے کفار کا یہ مطالبہ رکھا تو مسکرا کے جواب دیا:

اگر یہ دنیا میرے ایک ہاتھ میں سورج اور ایک ہاتھ میں چاند رکھ دے تو میں اپنے مشن سے رکنے والا نہیں ہوں۔

رسول اللہ انقلاب کس طرح لائے؟۔ بنیاد ہی بزرگوں نے ایسی کردی تھی۔ ایک آمنہؑ جیسی ماں کی گود، دوسرے دادا عبدالمطلبؑ، تیسرے ابوطالبؑ۔ اس گھرانے کو سمجھئے یہ کیا گھرانا ہے جہاں اسلام پلتا ہے، شریعت پلتی ہے۔

نوجوان جوڑوں کو جن کے نئے نئے بچے ہورہے ہیں ان کو خوش خبری دینا چاہتا ہوں۔ میں نے جو ریسرچ کی ہے، میں جو پڑھ رہا ہوں، میں خود اپنے بچوں کے لئے وہ نہیں کرسکا ہوں کیونکہ اب آ کر مجھے معلوم ہوا ہے۔تو آپ کو جو معلومات حاصل ہورہی ہیں ان پر دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کیجئے کہ ہمیں اس طرح کی معلومات مل رہی ہیں مجلسِ حسینؑ کے طفیل میں کہ یہ اس سے پہلے ہمارے پاس نہیں تھیں۔ اور ان کو لے کر آگے بڑھیئے۔

آیئے حدیث پڑھیں۔ ''اولادنا اکبادنا، صغارھم امراء نا''۔

ہمارے بچے ہمارے جگر ہیں (کبد عربی میں جگر کو کہتے ہیں جیسے بچوں کو جگر کا ٹکڑا کہتے ہیں یہ عربی ہی سے آیا ہے)۔ اور ان میں سے جو چھوٹے ہیں وہ ہمارے امید ہیں، لیڈر ہیں۔

بچہ حقیقت میں لیڈ کرسکتا ہے یہ چھوٹا بچہ۔ اگر اس کے اندر چھپے ہوئے راز آپ list کر کے دیکھیں تو ہر مرتبہ آپ کو سبق دے رہے ہیں مگر اس سبق کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں آنکھوں کی ضرورت ہے کہ ہم دیکھ سکیں کہ کیا سبق دے رہا ہے بچہ، کیا

message دے رہا ہے اور بہت سے messages ایسے ملتے ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

یہ ایک حدیث اور آئیے اب ایک اور حدیث۔ کل کی حدیث کو back up کررہی ہے۔ ''ضع ابنک یلعب سبعا۔ و یوڈب سبعا۔ والزمه نفسک سبعا''۔ بچے کو چھوڑ دو کہ کھیلے۔ کب تک؟ سات سال تک۔

اور دوسرے ''یوڈب''۔ اب تربیت شروع ہوئی جیسے ہی سات سال کا ہوگیا۔ اب کھیلنے والا نہیں اب تربیت کی ضرورت ہے سات سال اور جب چودہ سال کا ہوگیا تو اب اس کو ساتھی بنالو۔

الزمه نفسک۔ no more son, no more daughter اب وہ تمہارا/تمہاری ساتھی ہے۔ دوست ہے۔ اتنی دوستی آگے بڑھالو کہ بچہ ہر راز پہلے ماں باپ کو بتائے پھر دوسروں کو بتائے۔

ہم نے یہ دیکھا کہ ہم بچوں کو اتنا supress کردیتے ہیں کہ وہ ماں باپ سے بولنے میں شرماتے ہیں دوسرے سے بولنے میں نہیں شرماتے۔ بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں کہ بچے کا دوست آکر ہم سے کہتا ہے کہ آپ کا بچہ یہ کہہ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم Communication line کو open نہیں کیا ہے۔ اپنے سسٹم کو اتنا rigid بنالیا ہے کہ بچہ سامنے آکر بول نہیں سکتا۔

یہ حدیثیں جو میں آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں یہ مکارم الاخلاق، کافی، وسائل الشیعہ میں بھری پڑی ہیں۔ میں صرف guideline کے طور پر تھوڑی حدیثیں آپ کے سامنے بیان کررہا ہوں جو ہمارے نفسیات کے قریب ہوں، جنہیں ہم سمجھ سکیں۔ ورنہ اتنی حدیثیں ہیں بچوں کی تربیت سے متعلق ان شاء اللہ آپ پڑھیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کیا خزانہ اسلام نے ہمیں دیا ہے۔ ہمیں غیر کی باتیں معلوم ہیں اپنی باتیں اب تک معلوم نہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ غیر ہمیں سمجھا رہا ہے کہ بچے کی تربیت کیسے کریں۔ ہمیں

خود پتہ نہیں ہے کہ بچے کی تربیت کیسے کرنی چاہئے۔

الحمد للہ انقلابِ ایران کے بعد اتنی کتابیں چھپی ہیں کہ اگر ان کا translation ہو جائے تو بہت بڑا کام ہوگا۔ امید ہے کہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی آگے بڑھے گا۔ اور یہ ایسا ثوابِ جاریہ ہے کہ جب تک نسلیں رہیں گی فائدہ اس کو پہنچتا رہے گا۔

مولا علیؑ فرماتے ہیں، ذابنک ریحانہ، تیرا بچہ پھول ہے۔

پھول کے ساتھ آپ کیا کرتے ہیں؟ اس کو مسلتے نہیں ہیں۔ اس کو اس طرح سے رکھتے ہیں کہ خراب نہ ہو۔ یا گلدستہ میں رکھتے ہیں یا اسے کسی کو دینا بھی چاہتے ہیں تو اتنا سنبھال کر لے جاتے ہیں کہ وہ مسلے نہیں۔ اسی طرح بچہ پیدا ہونے کے بعد ریحانہ ہے اس کو سنبھالئے۔ اور پھول کہہ کر بتایا کہ اس میں سے خوشبو بھی نکلتی ہے۔ اس بچے سے خوشبو بھی نکلتی ہے۔ یہ کون سی خوشبو ہے؟۔ یہ علم کی خوشبو ہے، یہ تربیت کی خوشبو ہے، یہ ہدایت کی خوشبو ہے۔ بہت سی چیزیں اس سے ملتی ہیں۔

تو (۳) تین stages ہیں۔ پہلے میں بچہ سردار ہے، دوسرے میں غلام ہے اور تیسرے میں وزیر ہے۔ پہلے stage میں اسلام یہ کہتا ہے کہ اس کو مارنے کا حق نہیں ہے۔ بچہ کی شرارت پر غصہ تو یقیناً آتا ہے۔ کیوں مارنے کا حق نہیں ہے؟ اس کے لئے psychologist کہتے ہیں کہ وہ (شرارت کے ذریعے) اندر کے talent کو باہر نکالنا چاہتا ہے جیسے ہی آپ نے supress کیا تو وہ ڈرنے لگتا ہے کہ کہیں ماں یا باپ مار نہ دیں تو وہ اپنی صلاحیتوں کو دبا لیتا ہے اور نکالتا ہی نہیں ہے۔

مثال کے طور پر سامنے TV لگا ہوا ہے۔ وہ TV کے knob کو کھولتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس کو نکال دے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ چکر کیا ہے کہ آواز بھی آ رہی ہے تصویر بھی نظر آ رہی ہے۔ تو confuse ہے وہ جاننا چاہتا ہے کہ اندر کیا ہے۔ تو کتنا Curious ہے لیکن ہم لوگ کیا کرتے ہیں؟۔ اس کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ وہاں نہ جاؤ، اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ شیشہ ٹوٹ جائے گا۔ نہیں گھر کا ماحول ایسا بنایئے کہ بچہ freely seven years

تک کھیلے اور اس کی اندرونی صلاحیتیں ظاہر ہوتی رہیں۔ اس کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ وسعتِ صدر ہے۔ یعنی بہت زیادہ صبر کی ضرورت ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ شادی کرنا واجب نہیں ہے۔ شادی کے بعد بچہ پیدا کرنا واجب نہیں ہے لیکن بچہ ہونے کے بعد تربیت کرنا واجب ہے۔ شادی کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ مجھ میں بچے کی تربیت کرنے کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ یہ بچہ معصوم ہے اور یہ میری ذمہ داری ہے کہ جب میرے ہاتھ میں معصوم آیا ہے تو میں سوسائٹی کے حوالے بھی معصوم ہی کروں۔ ہم نے غیر معصوم کی حیات کو دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک افریقی اسکالر قم میں آقائے خمینیؒ کی حیات کو اسٹڈی کرنے کے لئے رکا کہ یہ کون شخص ہے جو اتنا بڑا انقلاب لایا اور آخر میں Conclude کرتا ہے کہ جب ہم اس کی حیات کو محمد مصطفیٰؐ کی حیات سے compare کرتے ہیں۔ تو دونوں کی حیات میں کہیں پر Contradiction نہیں ملتا۔

آغا نجف میں تیرہ سال رہے ہیں۔ تیرہ سال کے دوران روزانہ ایک مخصوص وقت تھا جب مولا کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ تیرہ سال مسلسل گئے ہیں۔ اگر آپ جائیے تو آٹھ دن کے بعد وہ کیفیت نہیں رہتی۔ تیرہ سال وہ شخص گیا ہے تو گویا مولا ہی سے سب کچھ لیا ہے۔

ایک مرتبہ ان کے فرزند مصطفےٰ خمینیؒ (وہ بھی مرحوم ہو چکے ہیں) کہتے ہیں کہ سردیوں کا موسم تھا ہوا تیز چل رہی تھی اور میں دیکھ رہا تھا کہ بابا زیارت پر جانے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا: بابا آپ جانا چاہتے ہیں؟

کہا: ہاں میں جانا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: یہیں سے زیارت کر لیجئے، وہاں بھی تو ضریح ہے، روضہ قریب نہیں ہے۔ تو انہوں نے کہا: یہاں محبت کا مسئلہ ہے، میں فلسفی بننا نہیں چاہتا، عامل ہی رہنے دو۔ یہ تربیت ہے۔ تو میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔ ماں باپ کے صبح اٹھنے کا ٹائم، نماز

پڑھنے کا ٹائم، کیوں اسلام کہتا ہے کہ نماز وقت پر ہو۔ روزہ رکھنے کا ٹائم کیوں اسلام وقت پر بتارہا ہے۔ باپ کے job پر جانے کا ٹائم۔ شروع سے لیکر اگر بچے کے سامنے یہ لوگ constantly کام کررہے ہیں تو یہ بچہ بھی اپنی زندگی کو principles میں ڈھالے گا۔

لیکن ہم نے دیکھا کہ اتنا contradiction ہے۔ یہ آپ کا پاکستان ہے۔ آزاد country ہے یہاں کیا پابندی!۔ دس بجے جانا ہے گیارہ بجے جائیں گے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ گزاریں گے پھر واپس آجائیں گے۔ ہماری آزادی اسی لئے ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ڈرائیونگ کررہے ہیں کبھی سائیکل سامنے آجاتی ہے۔ کبھی کچھ۔ تو میں نے بتایا کہ پاکستانی ماشاء اللہ بہت آزاد ہیں ہندوستان سے۔ ہر کوئی جو چاہے کرسکتا ہے۔ آزادی کے معنی یہی ہیں نا بھئی؟

نہ آزادی کے معنی یہ نہیں ہیں۔ اصول پر چلنے کا نام آزادی ہے۔ جس دن مسلمان اصول پر چلنے لگے اسی دن سے آزاد ہوگئے۔ اس لئے کہ دنیا میں اور بھی رہنے والے ہیں کہیں میری حرکت سے دوسروں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ تمہاری حرکتوں سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے اور جب ان باتوں کو تم سمجھنے لگو تو بات اور واضح ہوجائے گی کہ اسلام قوانین صرف آخرت پانے کے لئے نہیں دے رہا بلکہ اس لئے کہ دنیا ہی میں تم مرکز ہدایت بن جاؤ کہ دنیا والے مثال دیں کہ مسلمانوں کی طرح ہونا چاہئے کہ ان کا طریقہ یہ ہے۔

ماشاء اللہ آج کل مسلمان کیسے ہیں؟

قتل اماموں کو کیا پھر بھی مسلمان رہے — جام پر جام پیا پھر بھی مسلمان رہے
شک پیمبر پہ کیا پھر بھی مسلمان رہے — ہے یہی دین تو اس دین سے توبہ ماتھر

ہندو شاعر ہے۔

میرا نام باقری ہے، فلاں کا نام رام ہے، فلاں کا نام Marry ہے۔ چہرے دیکھئے، تربیت دیکھئے، کھانے کا سلیقہ دیکھئے۔ زندگی گزارنے کا جو اسٹائل ہے مسٹر جون کا مسٹر تھامس

کا، جیک اینڈ ہیری اور باقری کا کچھ فرق نہیں ہے۔تو یہ مسلمان کہاں سے ہوگیا۔

اسلام نام رکھ لینے کا نام نہیں ہے۔ اسلام کردار کا نام ہے۔ نام بہت سے لوگ رکھتے ہیں۔ اسلام کہتا کہ نام نہیں کردار ہو۔ کیسا کردار ہو؟ کردار ایسا ہو کہ تمہیں دیکھ کر دنیا والے زندگی گزارنے کا سلیقہ اپنائیں۔

''انا خلقنا کم من ذکرو انثیٰ و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعرفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقا کم'' (سورہ حجرات آیت ۱۳)

اے انسانوں! ہم نے تم کو مرد وعورت سے پیدا کیا، ہم نے تم کو tribes میں، nations میں، خاندانوں میں بانٹا ہے، ہماری حکمت ہے۔ یہ پٹھان ہے، یہ سید ہے، یہ خوجہ ہے، یہ غیر خوجہ ہے، یہ کالا ہے یہ گورا ہے۔ خدا کہتا ہے ہم نے بنایا ہے یہ ہماری حکمت تھی تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ لڑو نہیں۔ اگر وہابی ہوتو ہو۔ کس نے روکا ہے؟ مگر وہابیت کے معنی یہ نہیں کہ دوسرے کو کافر قرار دو۔

یہ اسلام نہیں ہے اسلام کہتا ہے کہ

لکم دینکم ولی دین۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم O قل یا ایھا الکافرونO لااعبد ماتعبدون O ولا انتم عابدون مااعبدO ولا انا عابد ما عبدتم O ولا انتم عابدون ما اعبدO لکم دینکم ولی دین''۔ کافروں کے ساتھ رسول اللہ (یہ رویہ رکھتے تھے) کافروں سے کہہ رہے ہیں کہ:

لکم دینکم ولی دین: اور یہاں مجلس حسینؑ میں، نواسہ رسولؐ کی مجلس میں تیرہ چودہ سو سال بعد بھی اتنا بہیم جانور بن جائے انسان؟

کیا ہے؟۔ تو معلوم ہوا نام رکھ لیا، زید۔ نام رکھ لیا عمرو۔ نام رکھ لیا so and so۔ نام رکھ لینے سے اسلام نہیں بنتا۔ قوانین اسلام واضح طور پر بتادیئے گئے ہیں۔ اگر کسی کو کافر سمجھتے ہو تو کافر کو بھی مارنے کا حق تمہیں خدا نے نہیں دیا ہے۔

اسلام کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے سب کی سب defensive wars ہیں کوئی

offensive war نہیں ہے۔ رسول اللہؐ پر حملہ ہوا تو رسول اللہؐ نے جواب دیا۔

تو برادران اسلامی یہ کیا ہے (جو یہاں ہو رہا ہے) lack of education۔ میں جب ان حالات کو دیکھتا ہوں تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے میری طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ اسلام جو رسول اللہؐ نے سمجھایا ہے وہ Unique ہے۔ اسلام دینِ انسانیت ہے۔ حیوانیت نہیں ہے۔ بربریت اسلام میں نہیں ہے۔ حق ہی نہیں کسی کو مارنے کا۔ حتیٰ بکرے کو بھی کاٹنے کا حق اسلام میں نہیں ہے۔

اسی لئے خدا یہ کہتا ہے کہ نام لو اللہ کا اگر تم اللہ کا نام نہیں لو گے تو حرام ہو جائیگا۔ معلوم ہوا کہ مجھے اس جانور کو بھی کاٹنے کا حق نہیں ہے مالک تو نے مجھے اجازت دی ہے تو تیرے نام سے کاٹ رہا ہوں۔ آخرِ کلام میں، میں تربیت کا ایک اصول سمجھانا چاہ رہا ہوں اور وہ یہ کہ بچہ جب بڑھ رہا ہے تو کوشش یہ کیجئے کہ اس کے پاس contradict messages نہ جائیں۔ contradiction کے معنی کیا ہیں؟۔ فرض کیجئے کہ بچہ ماں سے ایک سوال پوچھ رہا ہے، میں فلاں جگہ جاتا ہوں وہاں یہ نہیں ہوتا۔

ماں بجائے یہ کہ بچے کو سمجھائے وہ کہتی ہے: وہ لوگ ایسا کرتے ہیں ہم ایسا نہیں کرتے۔ غلط ہے یہ! تربیت کا اصول نہیں ہے۔

یہ کہیے کہ یہ چیز اچھی ہے، یہ چیز اچھی نہیں ہے۔ اگر ہم بھی وہ چیز کر رہے ہیں جو اچھی نہیں ہے تو ہم غلط ہیں۔ مثال کے طور پر بچہ بے پردہ ماں سے پوچھ رہا ہے:

امیّ وہ صاحبہ چادر پہنتی ہیں آپ چادر کیوں نہیں پہنتیں تو bluntly کہیے بچے سے کہ بیٹا ابھی خدا نے مجھے توفیق نہیں دی ہے جب توفیق دے گا تو میں پہنوں گی۔

یہ نہ کہئے کہ وہ لوگ کافی پیچھے ہیں، وہ backward ہیں۔ ہوتا یہی ہے۔

قران کہہ رہا ہے۔ ''یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ'' (سورۃ الحجرات: ۱۳)۔ ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا۔ ہم نے tribes میں،

nations میں، خاندانوں میں بانٹا ہے۔ یہ ہماری حکمت ہے۔

پٹھان ہم نے بنایا۔ سید ہم نے بنایا، شیخ ہم نے بنایا، خوجہ ہم نے بنایا، non khoja ہم نے بنایا۔ ہماری یہ حکمت ہے تاکہ لتعرفوا، ایک دوسرے کو پہچانو۔ لڑو نہیں۔ لڑنے کے لئے نہیں بنایا۔ اور خدا نے معیار کیا دیا۔ سید کوئی اہمیت نہیں رکھتا اسلام میں۔ پٹھان کوئی اہمیت نہیں رکھتا، خوجہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ خدا کہتا ہے:

''ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم'' جن کے پاس تقویٰ ہو وہ مکرم ہے۔

تقویٰ اگر بلالؓ کے پاس ہے تو موذنِ رسول ہے، تقویٰ اگر سلمانؓ کے پاس ہے تو ''منّا اھل البیت'' ہے۔ تربیت کے اصول میں ایک یہ ہے کہ بچے کے ذہن میں کہیں خاندانی چیزیں نہیں آنا چاہئیں۔ بچے کو یہ سمجھانا چاہئے کہ اللہ کے نزدیک جو مکرم ہے وہ تمہارا کیریکٹر ہے۔ خاندان سے کچھ نہیں۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا گمراہ ہوا یا نہیں؟

قران اتنی پیاری کتاب ہے کہ ہر چیز کا احاطہ کر چکی ہے۔ ہر چیز کے معنیٰ کر چکی ہے۔ اہلِ بیت کون ہیں؟ قران نے بتا دیا۔ ہم کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قران سے پوچھئے اہل بیت کون ہیں۔ قران جواب دیتا ہے۔

حضرتِ نوحؑ نے بیٹے سے کہا: کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ بیٹے نے کہا: یہ پہاڑی ہے۔ کہا: آج بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

بیٹے نے کہا: نہیں میں اس پر چڑھ جاؤں گا۔ چنانچہ چڑھ گیا۔ پانی ابھرا ڈوبنے لگا۔

نوحؑ نے کہا: ''ان ابنی اھلی'' یہ میرا بیٹا ہے اور میرے اہل سے ہے۔

آوازِ قدرت آئی۔ ''لیس من اھلک'' بیٹا ہے اہل نہیں ہے۔

اب اہل بیت کے معنیٰ واضح ہو گئے جو کشتی میں سوار ہو جائے، جو باپ کے نقشِ قدم پر چلے وہ اہل ہے۔ اگر غیر بھی اہل بیت کے قدموں پر چلے تو وہ سید ہے اس لئے کہ کردار کی بات ہے۔ اگر جون کے پاس وہ کردار ہے تو مولا حسینؑ سرہانے چلے جاتے

ہیں! Though he was a black man

تو برادرانِ اسلامی، تربیت کے لئے جو بھی اصول آپ اپنا رہے ہیں اسے سمجھئے کہ یہ غلط ہے یا صحیح ہے۔ یہ نہ کہئے کہ ہم نہیں کرتے وہ کرتے ہیں۔ غلط ہے تربیت کے اصول کے خلاف ہے۔

یہاں مجھے ایک بات کہنی ہے میری عادت ہے۔ میں blunt ہوں، open ہوں اور کہتا ہوں اس لئے کہ میرے سر پر عمامہ ہے اور روزِ قیامت مجھے جانا ہے، جواب دینا ہے۔

جو چیزیں کراچی میں ہورہی ہیں، سالِ گذشتہ میں شب عاشور سادے لباس میں جتنی بھی امام بارگاہیں ہیں سب جگہ گیا میرے رفقاء بھی ساتھ تھے۔ واپس آنے کے بعد امامِ زمانہ کو یاد کر کے رویا ہوں۔

مولا! اگر فیکٹریوں کا یہ عالم ہے تو production کا کیا گلہ؟

عجیب جملہ کہہ گیا۔ فیکٹریوں کا یہ عالم ہے؟!

کربلا کا واقعہ کب پیش آیا۔ ۶۱ھ اس کے بعد کتنے امام زندہ تھے۔

امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ، امام موسی کاظمؑ، امام علی رضاؑ، امام محمد تقیؑ، امام علی نقیؑ، امام حسن عسکریؑ، امام زمانہؑ۔ امام حسینؑ کے بعد نو (۹) امام ہوئے۔

ہم سے پوچھا جاتا ہے: مولانا یہ عزاداری صحیح ہے کہ نہیں!۔ مجھ سے مت پوچھو خود سے پوچھو۔ خدا نے تمہیں عقل دی ہے۔ امام زین العابدینؑ نے عزاداری کیسے منائی؟

امام محمد باقرؑ نے عزاداری کیسے منائی؟

امام جعفر صادقؑ نے عزاداری کیسے منائی؟

امام موسی کاظمؑ نے عزاداری کیسے منائی؟۔

آپ پوچھتے چلے جائیں۔ امام زمانہؑ نے عزاداری کیسے منائی؟

بہت غور سے سنئے اور یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے اور امید ہے کہ تربیت کے اصول کو

ہم لوگ بہت اچھی طرح سے سمجھیں گے اور اگر مثاب ہونا ہے، ثواب لینا ہے تو زبانی جمع خرچ سے نہیں بلکہ اسی راستے پر چلیں جو اہل بیت نے بنایا ہے۔ اپنا نیا راستہ نہیں بنائیں۔

۶۱ ھجری میں کربلا کا واقعہ ہوا۔ امامِ زمانہ کی ولادت ۲۵۵ ھ میں ہوئی۔ ۲۶۰ ھ میں غیبتِ صغریٰ کا زمانہ شروع ہوگیا یعنی واقعہ کربلا کے بعد two centuries تک ائمہ موجود رہے۔ دو سو سال بہت بڑا عرصہ ہے بھیا!

ایک جملہ سن لیجئے! تلاشِ جواز کچھ اور ہے سنت پر چلنا کچھ اور ہے۔ جواز کی تلاش کررہے ہیں آپ لوگ!۔ یہ جائز ہے کہ نہیں ہے، یہ جائز ہے کہ نہیں ہے؟۔ یہ نہیں دیکھئے۔ امام نے کیسے کیا اسے دیکھئے۔

اچھا امامِ زمانہؑ کے چار نائبین تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ امام زمانہؑ کی غیبتِ صغریٰ کے زمانے میں Seventy years communication برقرار رہی۔ اس طرح محرم دو سو ستر سال تک ائمہ کی موجودگی میں ہوا۔ جس طرح بھی انہوں نے منایا ہے وہی سنت ہے۔

میرے نوجوانوں! اسلام جذبات کا نام نہیں ہے۔ جو پتہ دے اس راستے پر چلنے کا نام ہے۔ سنئے عجیب وغریب حدیث سنانے جارہا ہوں۔ ایک مرتبہ چھٹے امام سے کسی نے پوچھا: یہ سلمانؓ اور ابوذرؓ میں ایک درجے کا فرق کیوں ہوگیا؟ سمجھ میں نہیں آتا peceive (درک) نہیں کرسکتے ہم لوگ۔

مولا نے کہا: بہت آسان! دیکھو جب میرے جد کے گلے میں رسی ڈالی گئی تھی تو سلمانؓ مولا کو دیکھ رہے تھے۔ ابوذرؓ کا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر تھا۔

ارے بھئی میری نگاہ میں تو ابوذرؓ کو زیادہ points ملنے چاہئیں۔ کیونکہ ابوذرؓ تلوار تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن سلمانؓ کہہ رہے ہیں۔ میں کیا ہوتا ہوں؟۔ جو مولا حکم دے گا۔ اسی پر عمل کروں گا۔

دیکھئے آپ کا رنگ، آپ کا ڈھنگ، آپ کا چلنے کا طریقہ، آپ کی زندگی

گزارنے کا طریقہ دنیا دیکھ رہی ہے تو آپ مثال بنئے دنیا کے لئے example بنئے۔
امام زین العابدینؑ نے کربلا کا ماتم کیسے کیا؟

اچھا یہ بتایئے کہ کربلا کے واقعہ کو گزرے ہوئے کتنے سال ہوگئے؟۔ چودہ سو سال کے قریب ہورہے ہیں نا بھئی! چودہ سو سال بعد جب میں مصائب (پڑھنا) شروع کرتا ہوں تو آپ لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں لیکن جو خود مصائب سے گزرا ہوگا؟ آسان مسئلہ نہیں ہے۔

امام زین العابدینؑ نے اپنی آنکھوں سے گھر کو لٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب بھی پانی آتا تھا تو میرا مولا روتا تھا۔ ۳۵ سے چالیس سال تک ہائے کربلا ہائے پیاس!

تو دوسوستر (۲۷۰) محرم معصومین کی موجودگی میں ہوئے۔ تین Centuries سے تھوڑا کم۔ کیسے ہوتی تھی مجلس! سنیئے۔ جب کبھی محرم کا چاند نظر آتا تھا۔ اہل بیت کے گھرانے میں صفِ ماتم بچھ جاتی تھی۔ تاریخ کہتی ہے کہ کسی معصوم کے چہرے سے مسکراہٹ کے آثار نمودار نہیں ہوتے تھے۔ جب تک روزِ عاشور ختم نہ ہوجائے۔

History اٹھا کر دیکھئے اور اس (سنت) پر چلنے کی کوشش کیجئے۔ یہ مولا نے ہمیں بتایا ہے کہ کس طرح عزاداری کریں۔ ایسی چیزیں نہ لائیں جن کا اسلام سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ کہ دنیا ہم سے پوچھے تو ہم جواب ہی نہ دے سکیں۔ جن کا تعلق ہی نہیں ہے، جو تربیت کے خلاف ہیں۔ اسلام نے اس چیز کو نہیں دیا ہے۔

تاریخ کہتی ہے کہ محرم میں صفِ ماتم بچھتی تھی، پانچویں امام، چھٹے امام کے پاس لوگ آتے تھے، شاعر آتے تھے مولا کہتے تھے کہ تم مرثیہ لکھنا جانتے ہو؟۔

''ہاں مولا مرثیہ لکھنا جانتا ہوں''۔

''اچھا پڑھو''۔

امام نیچے بیٹھتے تھے مرثیہ خوان مرثیہ پڑھتا تھا۔ اور مولا کہتے تھے۔ ایسے نہ پڑھو۔ اس طرح پڑھو جیسے اپنے وطن میں پڑھتے ہو، اسی اسٹائل سے پڑھو۔ پھر امام بیٹھ کر رویا

کرتے تھے۔ یہ تاریخ ہے ہماری۔

تو آیئے اس سنّتی عزاداری کو سمجھنے کے لئے اس گھرانے کے پاس جائیں جس نے سارے گھر کو لٹا دیا اور لٹانے کے بعد دنیا کو بتایا کہ اس کا مقصد اپنے خیالات کی بقا نہیں ہے، اسلام کی بقا ہے۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ چار مرد اگر کربلا میں ہوتے تو کافی تھا کسی اور کی ضرورت ہی نہیں تھی ایک محمد حنیفہؓ دوسرے حضرت جعفر طیارؓ، تیسرے حضرت عباسؑ چوتھے امام حسینؑ۔

میں کہتا ہوں یہ چار بھی نہیں۔ عباسؑ کو اگر اجازت مل جاتی تو کربلا کی تاریخ بدل جاتی۔ لیکن میرے نوجوانو! اسلام جذبات کا نام نہیں ہے، اسلام عقل کا نام ہے۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ شبِ عاشور حضرت عباسؑ تلوار کو صیقل کر رہے ہیں۔ دور سے سکینہؑ نے دیکھا۔ یہ عجیب چچا بھتیجی ہیں۔

جب بھی عباسؑ کا نام لیجئے سکینہؑ کا نام ضرور لیجئے۔ اسی لئے ہمارے علموں کے ساتھ جہاں عباس کا علم نکلتا ہے وہاں ایک مشکیزہ سکینہ کا بھی ہوتا ہے۔ ان چچا بھتیجی میں کبھی جدائی نہیں ہوئی۔

عباسِ علیؑ کرتے ہیں تلوار یہ صیقل
سہمی ہوئی ہے رات سحر کانپ رہی ہے

سکینہؑ نے دیکھا کہ حضرتِ عباسؑ کے چہرے پر جلال ہے گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ کل اجازت مل گئی تو دنیا کو بتادوں گا کہ کون ہے عباس۔

عباسؑ شانِ مظہرِ پروردگار ہے — مشکل کشا مزاج ہے حیدرؑ وقار ہے
عباسؑ جانِ فاطمہؑ پہ جانثار ہے — اس پر نثار فاطمہؑ زہرا کا پیار ہے
ہے مرگ اِس طرف تو بھتیجی ہے اُس طرف — تعجیل اس طرف تو ادھر انتظار ہے
عباسؑ کیا فرات سے پیاسے پلٹ گئے — پانی کی موج آج تلک بے قرار ہے
دیکھو کہیں سواریِ عباسؑ تو نہیں — بالیں پہ میری کیسا یہ گردوغبار ہے

سکینہؑ دوڑی دوڑی بابا کے پاس آئیں: بابا دیکھئے چچا کے چہرے پر کیسا جلال ہے۔

امام حسینؑ نے دیکھا کہ حقیقت میں جلال ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ حیدرِ کرار ہیں، علیؑ کربلا میں پہنچ چکے ہیں اور تلوار کو صیقل کر رہے ہیں۔ جلالِ حیدری کو سنبھالنے کے لئے زینبؑ کی ضرورت تھی۔ زینبؑ کو بلایا اور کہا:

عباسؑ کو غصہ آ گیا ہے ذرا اسے سنبھالو۔

ثانی فاطمہؑ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی عباسؑ کے قریب گئیں: عباس! جواب نہیں آیا۔

دوسری مرتبہ کہا: عباس۔ جواب نہیں آیا۔

تیسری مرتبہ کہا: عباس ماں فاطمہؑ زہراؑ کا واسطہ۔

عباسؑ نے دیکھا سامنے شہزادی ہیں احترام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ہاتھوں کو جوڑا: شہزادی آپ حکم دیتیں میں آجاتا۔ آپ نے زحمت کیوں فرمائی۔

فرمایا: عباس میری خواہش ہے پورا کرو گے۔

کہا: شہزادی آپ خواہش کریں اور میں پورا نہ کروں؟ بتایئے کیا خواہش ہے۔

کہا: خواہش یہ ہے کہ اس تلوار کو نیام میں رکھ لو۔

ایک مرتبہ غور سے شہزادی کو دیکھا۔ آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ تلوار کو نیام میں رکھتے ہوئے کہا: ''اناللہ و انا الیہ راجعون''۔

یہ قصہ ہمیں کیا سبق دے رہا ہے۔ سبق یہ دے رہا ہے کہ عباسؑ نے جذبات پر عمل نہیں کیا۔ حکمِ امام اور حکمِ زینبؑ پر عمل کیا ہے۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ عباسؑ عصرِ عاشور کے قریب علم کو لئے ہوئے آئے: مولا اجازت دیجئے۔

فرمایا: تیار ہو گئے عباس! جاؤ پانی لاؤ۔

عباسؑ بڑا مظلوم شہید ہے۔ ایسا شہید ہے جس کے پاس قوت تھی مگر حکم تھا کہ تلوار

نہ چلے۔ تاریخیں کہتی ہیں کہ علم کو لئے ہوئے عباسؑ آگے بڑھے۔ حسینؑ نے غور سے سر سے پاؤں تک بھائی کو دیکھا۔ علم پر لکھا ہوا تھا۔ ''نصر من اللہ و فتح قریب''۔ حسینؑ نے نیچے لکھا ''اناللہ و انا الیہ راجعون''۔

عباس جاؤ خدا حافظ!

روایتیں کہتی ہیں جب رخصت کے لئے عباسؑ آئے تھے تو زینبؑ نے اپنے بازوؤں کو دیکھنا شروع کر دیا۔

عباسؑ نے پوچھا: شہزادی یہ آپ اپنے بازوؤں کو کیوں دیکھ رہی ہیں۔

کہا: عباس میرے بابا نے کہا تھا کہ میرے بازوؤں میں رسی بندھے گی۔ مگر میں سوچا کرتی تھی کہ جس کا عباس جیسا بھائی ہو اس کے بازوؤں میں رسی؟ مگر عباس تم اب جا رہے ہو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بازوؤں میں رسی بندھے گی۔ جاؤ خدا حافظ! عباسؑ چلے۔

فاطمہ زہراؑ کو پرسہ دیجئے۔ بی بی کہتی ہیں: کہ مجھے سب سے زیادہ جن مصائب کا بیان کرنا پسند ہے وہ عباسؑ کے مصائب ہیں۔ اس لئے کہ عباسؑ میرا بیٹا ہے۔

روایتیں کہتی ہیں کہ سکینہؑ نے بچوں کو جمع کیا: میرا چچا پانی لینے گیا ہے ابھی پانی آئے گا۔ سکینہؑ بتا رہی ہے۔ علم جا رہا ہے۔ میرا چچا جا رہا ہے۔ پانی آ جائے گا تو میں پہلے نہیں پیوں گی، پہلے تمہیں پلاؤں گی۔ روایتیں کہتی ہیں ایک مرتبہ علم جھکا سکینہؑ کہتی ہیں: میرا چچا پہنچ گیا۔ فرات پر۔ پانی ابھی آیا چاہتا ہے۔

علم پلٹ کر آنے لگا۔ سکینہؑ خوشی خوشی کہہ رہی ہے: ابھی پانی آیا چاہتا ہے بچو! گھبراؤ نہیں۔ دیکھو چچا کا علم قریب آ رہا ہے۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ علم جھکا۔ سکینہؑ پریشان ہوئی۔ کبھی میمنہ کی طرف دیکھا کبھی میسرہ کی طرف دیکھا۔ کچھ نظر نہیں آیا۔ کچھ دیر بعد علم بلند ہوا۔

سکینہؑ نے کہا: نہیں میرا چچا آ رہا ہے ابھی میرا چچا زندہ ہے۔

دوسری مرتبہ علم جھکا۔ سکینہؑ نے کبھی میمنہ کو دیکھا کبھی میسرہ کو دیکھا۔

سکینہ انتظار کرتی رہی۔ ایڑیوں کو اٹھایا علم نظر نہیں آیا۔ خشک کوزہ کو زمین پر پھینکا۔ ہاتھوں کو اٹھایا: پروردگار! مجھے پانی نہیں چاہئے۔ میرے چچا کو بھیج دے میرے مالک!۔

ادھر عباسؑ نے آواز دی! مولا آخری سلام قبول کیجئے۔ روایتیں کہتی ہیں کہ حسینؑ گھوڑے کو ایڑ دینے سے پہلے کمر کو تھام لیتے ہیں: ''**الآن ان کسر ظهری**''۔

آج میری کمر ٹوٹ گئی۔

بس اسی حصے کے لئے میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔ کربلا میں ایک ذاکر تھے جن کا نام محسن تھا۔ ہمیشہ حضرت عباسؑ کے مصائب بیان کرتے تھے۔ ان کا طریقہ یہی تھا کہ جب بھی مصائب بیان کرتے کہیں نہ کہیں نکات نکال کر حضرت عباسؑ کے مصائب بیان کرتے۔ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا ایک بی بی کالی چادر اوڑھے ہوئے آئی ہے کہہ رہی ہے: محسن تم عباسؑ کے مصائب بیان نہیں کرتے!

کہا: شہزادی میں تو ان کے علاوہ اور کسی کے مصائب بیان کرتا ہی نہیں۔

فرمایا: ایک مخصوص مصیبت ہے جو اور کسی کے حصے میں نہیں آئی۔

عرض کیا: شہزادی وہ کیا؟

فرمایا: ہر شہید جب گھوڑے سے گرتا تھا تو ہاتھوں کا سہارا لیتا تھا لیکن عباسؑ۔۔۔ جب گھوڑے سے گرا ہے تو منہ کے بل زمین پر آیا ہے۔

مجلس دہم

قران کتابِ حق، کلامِ ذاتِ پروردگار ہے۔ لیکن اس کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر بندہ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ اس قابل ہیں کہ قران کی زینت بن جائیں تو انہیں نقل کرتا ہے۔ کلام لقمان کا، جملے لقمان کے مگر زینتِ قران۔ اور اس طرح سے کئی مثالیں آپ کو قران میں ملیں گی۔ فرعون کی زوجہ مگر ایمان کی اس منزل پر کہ اس کے بیان کا تذکرہ قران میں۔ تو گویا اللہ یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ کہنے والا کون ہے خدا یہ دیکھ رہا ہے کہ کہنے والا کیا کہہ رہا ہے۔

"**واذ قال لقمان لا بنه و هو يعظه**" اے رسول اس وقت کو یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں:

یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم۔

اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دو۔ سب سے بڑا ظلم یہی ہے کہ کوئی اللہ کے ساتھ شریک قرار دے۔ اس لئے کہ ہر گناہ ممکن ہے کہ معاف ہو جائے مگر مشرک کو معاف نہیں کیا جائیگا۔ خدا کا شریک قرار دینے والے کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

ہماری گفتگو تربیت اولاد کے سلسلے میں ہے ہم نے اب تک کئی Triangles

بنادیئے ہیں امید ہے کہ آپ لوگ ذہن میں ان triangles کو رکھیں گے۔ ان شاء اللہ کل کی تقریر میں خلاصہ کروں گا آج دو بہت اہم رخوں کی طرف آپ کے اذہان کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

مولا امام زین العابدینؑ اپنی دعاؤں میں جو صحیفۂ سجادیہ کی پچیسویں دعا ہے اولاد کے لئے ذاتِ پروردگار سے خواہش کرتے ہیں۔

اللهم اصح لی ابدانهم و ادیانهم و اخلاقهم،

پروردگار! میرے لئے ان کے ابدان، ان کے ادیان، ان کے اخلاق کو اچھا کر دے۔

مثلاً دعا کرتے ہیں آپ: خدایا مجھے رزق دے۔ پھر اس کے بعد گھر میں بیٹھ جایئے تو رزق ملے گا؟ محنت کیجئے پھر دعا کیجئے، سعی کیجئے پھر دعا کیجئے۔

مالک! میں نے کوشش کی ہے اس کوشش میں تو برکت عنایت فرما۔ بغیر کوشش کے دعا بیکار تو یہاں امامؑ دعا کے ذریعے سے تربیت کے اصول بتارہے ہیں۔ اور کیونکہ امام زین العابدینؑ کی Situation ایسی تھی کہ خطبات کے ذریعے سے approach نہیں کرسکتے تھے۔ جو قیدی ہو جو watchful نگاہوں سے چاروں طرف سے دیکھا جارہا ہو۔ جس کی ہر حرکت پر دشمن کی نگاہ ہو وہ خطبہ دے تو کیا دے۔ اس لئے جو ڈھنگ اختیار کیا ہے وہ انوکھا ہے۔ ہاتھوں کو اٹھا کر اللھم کہا لیکن باتیں وہی کیں جو علیؑ نے خطبہ کے ذریعے کیں۔

یہ سلیقہ ہے۔ بتایا تربیت کا طریقہ کیا ہونا چاہئے۔ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن زبان کبھی رکے نہیں اور مسلسل ذاتِ پروردگار کا ذکر ہوتا رہے۔

مولا! ہمیں بچے کی تربیت کا اصول دعا کے ذریعے سے بتارہے ہیں۔

تین چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ ابدان۔ ان کے جسموں کا۔ ادیان۔ ان کے دینوں کا۔ اور ان کے اخلاق کا۔

یہ Triangle بنائیے ، یہ مثلث بنائیے۔ ابدان کو ایک طرف رکھئے اور اخلاق کو ایک طرف رکھئے۔ Top میں ادیان کو رکھئے۔ اس لئے کہ دین کے بغیر نہ ابدان کی اہمیت ہے نہ اخلاق کی۔

دین nucleus ہے۔ ابدان کے لئے بھی اور اخلاق کے لئے بھی۔

یہاں ایک اہم چیز بیان کرنی ہے۔ Psychologist ایک زمانہ تک یہ کہتے تھے کہ بچے کی ابتدائی حیات میں اقتصادی حالات اچھے ہونے چاہئیں۔ اس کو صحیح غذا ملے، اس کو صحیح لباس ملے، اس کو صحیح مسکن ملے تو وہ بچہ ترقی کرسکتا ہے۔

لیکن آج یہ تھیوری الحمدللہ غلط ثابت ہوچکی ہے۔ ممکن ہے کہ بچہ محلوں میں رہتا ہو۔ مگر بچے میں وہ صلاحیت نہ پیدا ہو۔ بچے کو دولت نہیں چاہئے، صحیح سینہ چاہئے۔ بچے کو اچھا گھر نہیں چاہئے اچھے ہاتھ چاہئیں۔ بچے کو اچھا ٹیچر نہیں چاہئے اچھے ماں باپ چاہئیں۔

آج کے اسکالرز یہ بتارہے ہیں کہ جو بچہ اپنے ماں باپ کی محبت کے سائے میں پلے گا وہ آگے جاکر اپنی زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکتا ہے۔

یہ محبت دینے کے لئے دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ شائد اسی لئے خدا نے کہا: اہل بیت سے محبت کرو۔ غریب بھی کرسکتا ہے، امیر بھی کرسکتا ہے۔ یہاں پر شرط نہیں ہے کہ تم دو۔ بلکہ محبت کرو۔ اسی لئے ماں اپنا دودھ دو سال تک پلائے۔

پہلے یہ ہوتا تھا کہ بچے کو سٹریچر میں بٹھا کر لے جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بچے کو ہم نے بہترین گاڑی دے دی ہے۔ خوش ہورہا ہے۔ لیکن آج کے اسکالرز کہتے ہیں۔ بچے کو سینے سے لگالو اس لئے کہ دھڑکن سے دھڑکن جب ملے گی وہ بچہ قوی ہوگا۔ اب تو مجھے کہنے دیجئے کہ فاطمہ بنت اسدؑ نے کس طرح ایسے بچے کو پالا ہوگا جس نے دنیا کی دھڑکنیں بدل دیں۔

ابدان کا خیال رکھئے۔ دیکھئے کہ جو غذا بچے کو کھلائی جارہی ہے وہ اس کے لئے

مناسب ہے یا نہیں۔

Fifties میں یہ بات چلی تھی کہ ماؤں کو دودھ پلانے پر discourage کیا جائے لیکن اب ساری دنیا اس پر متفق ہے کہ ماؤں کو اپنے بچوں کو دودھ پلانا چاہیئے۔ اسلام تو شروع ہی سے ماؤں پر زور دے رہا تھا کہ کب تک بچے کو دودھ پلانا چاہیئے۔ کیونکہ دودھ کا اثر بچے پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر خدانخواستہ طلاق بھی ہوجائے تو لڑکا اتنے سال تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی اتنے سال تک۔ کیونکہ جب اس کا بدن بڑھ رہا ہے تو اس کی عقل بھی بڑھ رہی ہے اور جب عقل بڑھ رہی ہے تو اس کے Character پر بھی اثر ہوتا ہے۔ اس لئے غذا کا خیال کرنا بہت ضروری ہے۔ کہ بچے کے لئے صحیح nutritious غذا ہونی چاہیئے اور nutritious غذا کے لئے دولت کی ضرورت نہیں۔ ذرا سی آپ توجہ کیجئے تو وہی غذا جو آپ کھلا رہے ہیں nutritious بن سکتی ہے اسی لئے ہمارے Centres میں ایسے nutritions کو بلانا چاہیئے جو بچوں کی خوراک کے متعلق بتائیں تاکہ ان کے ذہن ویسے رہیں جیسے اسلام چاہتا ہے۔

تو پروردگار! میرے بچوں کے ابدان کو صحیح کردے اور میرے بچوں کے ادیان کو صحیح کردے۔ دین اگر نہیں ہی تو سب کچھ بیکار۔ میں یہاں چار سال سے آرہا ہوں مجھ سے اکثر لوگ دریافت کرتے ہیں مولانا! آپ لوگ کینیڈا میں ہیں۔ میرا بیٹا امریکہ جارہا ہے میں بہت پریشان ہوں کیا ہوگا۔ میرا بیٹا کینیڈا جارہا ہے۔ کیا ہوگا؟۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہی ہوگا جو آپ نے بیج بویا ہے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اب کچھ ہونے والا نہیں ہے کوئی تعویز کام نہیں آئے گا۔

اگر آپ نے بچپنے سے اسلام کی تربیت دے دی ہے۔ تو Country بدلنے سے اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا۔ ہم نے دیکھا بہت سے بچے امریکہ میں رہتے ہیں ایسے پاک و صاف ہیں کہ آپ کے تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ معلومات کا اتنا ذخیرہ ان کے پاس ہے کہ یہاں بھی نظر نہیں آتا۔ اور ایک جملہ بتادوں کہ مجھے بہت افسوس ہوتا ہے میں اس

محلے میں ریسرچ کررہا ہوں۔ اکثر basic اسلامی معلومات بچوں کو نہیں ہیں۔ یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے۔ پہلے دین ہے اور بعد میں دنیا سکھایئے اگر آپ نے بچے کو دین سکھا دیا تو پھر کہیں بھیجئے وہ بچہ کامل ہی ہوگا کبھی اپنے آپ کو غلطیوں میں نہیں ڈالے گا۔ کبھی برائیوں میں ملوث نہیں ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ امام زمانہؑ کے ظہور کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ سورج مغرب سے نکلے گا۔اب اس Scientific دنیا میں اس کی تاویل ہونی چاہئے، اس کا Interpretation ہونا چاہئے۔ شہید مطہری نے ایک تاویل کی ہے کہ سورج سے مراد ہے روشنی، light۔علم کی جو روشنی ہے، بجائے یہاں سے جائے وہاں سے آئے گی اب اس east اور west کے چکر نے مجھے اور مقام تک پہنچادیا۔ میری ہی تاویل ہے بڑی شرمندگی کے ساتھ عرض کررہا ہوں۔

ہندوستان کے ایک شہر میں مجلس پڑھ رہا تھا مجمع میں میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جو کیلی فورنیا کا ہے اب اندازہ لگایئے کہ مولوی کی نگاہ کہاں تک جاتی ہے بہت ہوشیار رہئے۔ یہ اتنا بڑا مجمع ہے جن جن کو میں جانتا ہوں سب کو بتا سکتا ہوں۔ ممباسہ سے کون آئے ہیں، دبئی سے کون آیا ہے۔

ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے تیرہ سال کا۔ مجلس ختم ہونے کے بعد میرے پاس آیا مجھے سلام کیا کہنے لگا پہچانا؟

میں نے کہا: ہاں تم کیلی فورنیا سے آئے ہو، کہنے لگا: ہاں۔

میں نے کہا: یہ بتاؤ وہاں اور یہاں کے بچوں میں کیا فرق محسوس کیا۔

اس کا reaction سنئے۔اس نے کہا: مولانا! یہاں کوئی بچہ نماز نہیں پڑھتا۔

امریکہ سے آنے والا teen age ہندوستان کے شہر میں کہہ رہا ہے کہ مجھے یہاں کوئی نماز پڑھنے والا بچہ نظر نہیں آتا۔

ہم کو ڈر تھا کہ امریکہ میں spoil ہوجائیں گے۔ تو میرا جملہ سن لیجئے۔ میری

تاویل سن لیجئے ایک دن وہ آنے والا ہے، کہ دین بھی ادھر سے ہی نکلے گا۔ حقیقت ہے مذہب بھی ادھر سے آئے گا۔ آج میں دیکھ رہا ہوں کہ جو حالات وہاں ہورہے ہیں وہ بہت ہی خوش آئیند ہیں، ذرا سا غور کرنے کی بات ہے، ابھی ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کا اجلاس میامی میں ہوا تھا اس کو کس نے روکا تھا۔ خود امریکنز نے۔ کیا کہہ کر روکا تھا؟۔

مزدوروں کا استحصال کیا جارہا ہے تھرڈ ورلڈ میں ان کو بھی وہی Wages ملنی چاہئیں جو امریکہ میں ملتی ہیں۔ عدالت کی بات کررہے ہیں۔ ضمیر میں عدالت ہو تو اسے انسان نکال نہیں سکتا۔ اس بات سے اندازہ لگایئے کہ

یملا الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً،

امامؑ جب تشریف لائیں گے تو دنیا میں عدالت پھیلائیں گے۔ یہ نہیں کہا کہ اسلام پھیلائیں گے۔ اس لئے کہ عدالت جب آجائے گی تو خود بخود اسلام پھیلتا چلا جائے گا۔

جس مدرسے کو میں بیس سال سے دیکھ رہا ہوں اس میں چارسو بچے ہیں۔ تقریباً ۶۵ ٹیچرز ہیں سب کے سب Volunteers ہیں۔ مشرقی طرز فکر یہ ہے کہ دو چیزوں کے ساتھ ہم لوگ مذہب سے دور ہوجاتے ہیں۔ ایک علم ایک دولت۔ جیسے ہی ڈاکٹر بنے اب مذہب کہاں؟ جیسے ہی انجینئر بنے اب مذہب کہاں؟ جیسے ہی خدا نے کچھ دیا اب مذہب کہاں۔ اور خدا سے لیکر باقر جیسے مولویوں کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔

یہ ہر ایک کی بات نہیں ہے۔ آپ لوگ نہیں ہیں اس طرح سے۔ لیکن میں بتارہا ہوں کہ عام trend جو مشرق میں ہمارے پاس ہے وہ یہ ہے کہ دولت کے ساتھ مذہب سے دوری، علم کے ساتھ مذہب سے دوری۔ آپ آیئے میرے ساتھ۔ جو مدرسہ میں پڑھانے والے ہیں وہ سب well educated لوگ ہیں اور جو کرتا دھرتا ہیں وہ ماشاء اللہ اچھے خاصے کھاتے پیتے لوگ ہیں۔

ایک زمانہ وہ تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جن کو میں Millionire بجا طور سے کہہ سکتا ہوں وہ لوگ بچوں کی کتابوں کے boxes اٹھائے ہوئے آتے تھے اور

اس مدرسے میں پڑھاتے تھے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ ہفتہ میں ایک کلاس ہوتی ہے دینیات کی اور میں چیلنج کرتا ہوں ہر ہر country میں جو بچے پڑھ رہے ہیں، روزانہ کی دینی تعلیم ایک طرف اور ہفتہ میں ایک دن کی دینی تعلیم ایک طرف۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ وہاں پر پڑھانے کے بہت سے طریقے ہمیں معلوم ہیں۔

تعلیمِ دین کے ساتھ اگر انسان کے پاس دولت بھی آجائے تو وہ کبھی بھٹکنے والا نہیں ہے۔

مجھ سے مغرب والے بھی پوچھتے ہیں کہ مولانا ہم لوگ یہاں رہیں یا یہاں سے بھاگ جائیں۔ اس لئے کہ بہت خطرناک ماحول ہے، بہت عجیب ماحول ہے، بچے ہاتھ سے نکل سکتے ہیں۔ میں نے ان کو جواب یہ دیا ہے۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیا ته و یزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمته۔ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (سورۃ جمعہ:۲) ذات پروردگار وہ ہے جس نے رسول اللہ کو کہاں بھیجا؟۔ اندھیروں میں۔

پروردگار! ان جنگلوں میں، ان اندھیروں میں تو بھیج رہا ہے پاک نبیؐ کو!۔

کہا: نبی کا کمال یہی ہے کہ ان گندگیوں کو نور سے بدلے ان اندھیروں کو نور سے بدلے۔

میں کہتا ہوں اپنے نوجوان بچوں سے: باہر سے گھبرایئے نہیں۔ آپ لوگ ambassador ہیں اسلام کے۔ یہاں پر رہیئے اپنے پاؤں کو جمالیجئے اور قائم کیجئے نماز کو۔ تو آپ سے light پھیلے گی دنیا میں۔ ہم لوگ بحیثیت ambassador کام کررہے ہیں ہم لوگ بھاگنے والے کو مانتے ہی نہیں ہیں۔

جس بات کو میں تعلیم کے سلسلے میں بہت زیادہ emphasise کرنا چاہتا ہوں وہ ہے بچے کی شخصیت یعنی personality۔ معنیٰ کیا ہیں personality کے۔ جس طرح آپ توقع رکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے بچے بھی اسی طرح

demand کرتے ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ تین تین چار چار سال کے بچے جب گھر میں مہمان آتے ہیں تو ان کیساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ اور آپ نے چائے وغیرہ serve کی تو وہ بھی چاہتے ہیں کہ اسی طرح سے ان کو بھی دی جائے۔ یہ سب عام مشاہدہ کی باتیں ہیں۔ بچے چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ دوسروں کی عزت کررہے ہیں، ہماری بھی عزت کریں۔

سب سے خطرناک مسئلہ شخصیت کوبی ہے یعنی شخصیت کو دبا دینا، شخصیت کو برباد کر دینا۔

ہم نے اپنے معاشرے میں دیکھا ہے کہ بچے کی شخصیت کو ہم نے مانا ہی نہیں ہے۔ ہمیشہ سے یہ کہتے ہیں کہ یہ بچہ ہے، یہ بچہ ہے۔ جی نہیں وہ بچہ نہیں ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: اپنے بچوں کے ساتھ تم رحم سے پیش آؤ۔ کریم بنو، اچھے رہو۔ اس لئے کہ وہ آج بچے ہیں کل تمہارا مستقبل وہی ہیں۔

بچے کی شخصیت کو بچانا چاہئے۔ کیا کرنا چاہئے۔ شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ خاص طور پر جن کے پاس چھوٹے بچے ہیں۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ تربیت کے معنیٰ کیا ہیں: انسان کے اندر چھپے ہوئے کمال کو ابھارنے کا ماحول پیدا کرنا۔ اور جیسے ہی آپ نے اس کی شخصیت کو بگاڑنے کی کوشش کی اور اس کی بے عزتی شروع کی اس کے اندر کی صلاحیتیں دب گئیں اور اب وہ باہر نہیں آئیں گی۔

(سب خاموش ہیں۔ پریشانی کا مسئلہ ہے نا!)

تو تربیت میں ''وسعۂ صدر'' چاہئے۔

رب الشرح لی صدری ویسّرلی امری یفقهو قولی واحلل عقدة من لسانی (دعا کیا کیجئے)۔

مولا زین العابدینؑ فرمارہے ہیں: اعینی ۔۔مدد طلب فرمارہے ہیں مولا خدا سے

کہ یہ معصوم ہے اس کی تربیت میں میری مدد فرما۔ بھیک مانگ رہے ہیں خدا کی بارگاہ میں۔ حقیقت میں مدد کی ضرورت ہے اس بچے کی شخصیت کو بچانے کے لئے۔

معصومؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ بچے کی respect بہت ضروری ہے۔ پانچویں امامؑ کا قصہ ہے۔ ایک مرتبہ بچے کو سینے سے لگایا ایک صحابی بیٹھا ہوا تھا اس سے فرمایا: میں کوشش کرتا ہوں کہ تمام بچوں کے ساتھ مساوی برتاؤ کروں۔ ڈرتا ہوں کہیں میرے بچوں میں حسد کی آگ بھڑکنے لگے۔ جس طرح کہ یوسفؑ کے بھائیوں کے درمیان ہوا۔

حضرت یوسفؑ سب سے چھوٹے تھے اور جو چھوٹے ہوتے ہیں ان سے محبت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ حقیقت میں محبت کرنا بھی چاہئے۔ تو ذرا سا جھکاؤ یوسفؑ کی طرف کیوں تھا؟ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان کی حقیقی ماں کا انتقال ہوگیا تھا چنانچہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ سے اور زیادہ لگاؤ رکھتے تھے۔ مگر بھائیوں کو یہ چیز نہ بھائی۔ نتیجہ کیا ہوا یہ آپ سب کو معلوم ہے، لیکن خدا نے کہا تم بگاڑنا چاہتے ہو ہم سنوارنا چاہتے ہیں۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کوئی مکتبِ اہل بیت کو ختم کرسکتا ہے؟ بنو امیہ نے، بنو عباس نے کیسی کیسی کوششیں کیں۔ شیعوں کو پکڑ پکڑ کر مارتے تھے۔ کیا شیعہ ختم ہوگئے؟۔ نہ! آج ہر گلی میں شیعہ نظر آرہے ہیں۔ اور پھر وہی آواز اٹھ رہی ہے کہ مارو۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مارنے سے ہم ختم ہونے والے نہیں کیونکہ مارنے سے چیز ختم نہیں ہوتی، ابھرتی ہے۔

ہمیں مارنا ہے تو ہماری Idealogy کو مارو اگر ہمت ہے۔ اور ہماری Idealogy کو مار نہیں سکتے اس لئے کہ اصل اسلام یہی ہے۔

سورۂ یوسف بارہواں سورہ ہے میں خواہش کرتا ہوں کہ آپ اسے detail سے پڑھیں ماشاءاللہ آپ کے پاس اردو translated تفسیر آچکی ہے تفسیر نمونہ۔

یہاں میرے دو اہداف ہیں۔ ایک شخصیت کو بچانا اور دوسرے بچے کا حق۔ اور قران ہر چیز کا جواب دیتا ہے۔ حقیقت میں قران بہت useable کتاب ہے اور میں اپنے نوجوانوں سے خواہش کرتا ہوں کہ کہیں آپ تصور نہ کریں کہ ہمارے پاس اہل بیت ہیں تو قرآن کی ضرورت ہی نہیں۔ جن کے پاس اہل بیت ہیں ان کے پاس ہی قران ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ہم ہی حاملِ قران ہیں۔ ہمارے پاس ہی صحیح translation ہوسکتا ہے۔

آپ لوگ قران زیادہ پڑھا کیجئے۔ سورہ یوسفؑ میں یہ قصہ ہے کہ بیٹوں نے حضرت یعقوبؑ سے خواہش کی کہ کل ہم باہر جارہے ہیں کھیلنے کی لئے ہمیں اجازت دیجئے کہ یوسفؑ کو بھی لے جائیں۔

یرتع ویلعب۔ کھیل کود کے لئے۔ خود کھیل کود کا لفظ بتارہا ہے قران میں کہ اس کا وجود ہے۔ یہاں پر کہہ دینا چاہئے تھا نہ نہ نہ۔ حرام ہے۔ جیسی مولوی کی عادت ہے ہر چیز حرام۔ جیسے ہمارا استاد کہتا تھا: مولوی بریک۔ بریک۔ بریک۔

وہاں حضرت یعقوبؑ نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں بھیڑیا اس کو کھالے۔

بیٹوں نے کہا: نہ! ہم لوگ بہت قوی ہیں۔ چنانچہ وہ ہوا جو ہونا تھا۔

دو جملے میرے یاد رکھیے۔ حضرتِ یعقوبؑ نے کھیلنے کی اجازت دی۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ بچے کو کھیلنے کی اجازت دینی چاہئے۔ مولا امیر المومنینؑ نے چوبیس گھنٹوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک learning کے لئے، ایک حصہ عبادتِ پروردگار کے لئے اور ایک حصہ وہ جس میں انسان کھیل کود کے ساتھ اپنی بوڈی کو فٹ رکھنے کی کوشش کرے۔

اسلام نے روکا نہیں ہے اگر کوئی بچہ sports کا عادی ہے تو اسے جانے دیجئے۔

تاریخ کہتی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ جارہے تھے۔ میدان میں چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے تھے۔ کہنے لگے: ہم دو ٹیمیں ہیں آپ ذرا دیر کے لئے ہمارے refree

بن جائیے۔ رسول اللہؐ نے کہا: اچھا۔

(یہاں کسی مولوی کو refree بنا کر کھڑا کر دیں۔ قیامت آجائے)

رسول اللہؐ نے کہا: بسم اللہ کھیلئے۔

کچھ دیر ہوگئی تو اصحاب نے کہا: یا رسول اللہؐ بہت اہم meeting میں جانا ہے۔

رسول اللہؐ نے کہا: اس سے بہتر کوئی meeting نہیں۔ اس لئے کہ یہاں بچے کی شخصیت کو بچانا ہے۔ وہاں بوڑھوں کو بچانا ہے۔

اسلام کا انقلاب یونہی نہیں آیا ہے۔ بچپنے سے کام ہوا ہے۔

''مولانا! کراچی میں یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے، قیامت ہو رہی ہے، اس کا علاج کیا ہے؟''

علاج یہ ہے کہ پانچ سال کے بچے کی تربیت شروع کیجئے۔ پندرہ سال بعد وہ بدعتیں جو ہو رہی ہیں ختم ہو جائیں گی۔ اور مسلسل کرتے جایئے اور میں خواہش کرتا ہوں آپ لوگوں سے کہ اپنے گروپ تک ہی محدود مت ہو جایئے۔

اللّٰہ ولی الذین آمنواء یخرجھم من الظلماتِ الی النور (سورۃ بقرۃ:۲۵۸)

آپ نے جیسے ہی اپنے کو اس منزل پر پالیا تو جو لوگ اندھیروں میں ہیں ان کو بھی روشنی میں لانے کی کوشش کیجئے۔

یہ تمام ہماری ذمہ داریاں ہیں۔ ایک اور واقعہ سنیئے۔ ہمارے پاس ہندوستان میں دیہاتوں میں جو پرانی تہذیب تھی، کس طرح بات کرنی چاہیئے، آداب کیا ہیں۔ ان میں ایک یہ تھا کہ بچے بڑوں کو سلام کریں۔

ارے بھئی! کتنا بدتمیز بچہ ہے جو بڑوں کو سلام نہیں کرتا۔ آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں وہی خناس ہے۔ آیئے سیرت رسول اللہؐ اٹھا کر دیکھئے۔ رسول اللہؐ کی سیرت میں ہے کہ رسول اللہؐ کے سامنے جب کبھی بچہ آتا تو سب سے پہلے رسول اللہؐ سلام کرتے۔ دیکھئے

ہماری اور رسول اللہؐ کی سیرت میں کتنا فرق ہے۔ بلکہ یہاں تک ہے کہ ہر بچہ کوشش کرتا تھا کہ وہ سلام میں پہل کرے لیکن رسول اللہؐ اس سے پہلے سلام کر لیتے تھے۔

چنانچہ ایک بچہ نے باپ سے کہا: بابا! آج ایک Trick کریں گے۔ ہم اور آپ دیوار کے پیچھے بیٹھ جائیں گے۔ رسول اللہؐ جیسے ہی ہمارے قریب پہنچیں گے ہم سلام کر دیں گے۔

رسول اللہ جب دیوار کے قریب ہونے لگے تو جبرئیلؑ نے کہا: دیکھئے وہاں ایک بچہ انتظار میں ہے۔ رسول اللہ نے جھانک کر کہا: السلام علیکم!

امید ہے کہ ماشاء اللہ ہمارے پاس کے educated scholar اس مسئلے میں کام کریں گے اور خصوصی طور پر اسلامی تعلیم کا یہ رخ کبھی نہیں بھلائیں گے۔

اس کے بعد ایک اور triangle ۔ بنیادی تربیت اصول اسلام میں ۔ یعنی تربیت کا nucleaus کیا ہونا چاہئے۔ کس بنیاد پر تربیت ہونا چاہئے؟

بے حد شرمندہ ہوں گرمی بہت زیادہ ہے لیکن اہل بیت کی محبت کی گرمی اس گرمی کے مقابلے میں بہت قوی ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

بجھنے نہ پائے آتشِ حُبِ علیؑ کبھی
اس آگ کو ہمیشہ ہوا دینا چاہئے

تو triangle کا پہلا نقطہ ہے توحید۔ اس لئے حضرت لقمان کہہ رہے ہیں:

یا بنّی لاتشرک باللّٰہ ان الشرک لظلم عظیم، شرک مت کرو۔

معنی کیا ہیں؟ شروع سے، بچپنے سے، آپ کے حرکات وسکنات میں (خدا کا تصور موجود ہو) ۔ کھانا کھاتے ہوئے بسم اللہ، کھانا ختم کر کے الحمدللہ، پریشان ہوں تو اناللہ، اور اگر خوش ہوجائیں تو الحمدللہ، کبھی بھی ذکرِ پروردگار سے آپ کی زبان بند نہیں ہونی چاہئے۔ بچہ سمجھتا رہے کہ اسباب وہ ہے۔

گھر میں اللہ نے دولت دی الحمدللہ۔ پریشان ہوگئے اناللہ۔ یعنی ہر مسئلہ میں آپ

ذات پروردگار کی طرف رجوع کریں۔ یہ تربیت کا اصول ہے توحید کے حوالے سے۔ میں اسے زیادہ elaborate نہیں کرسکتا بس اتنا سمجھ جائیے کہ حرکات وسکنات میں کبھی توحید سے ہٹنا نہیں چاہئیے۔ زبان سے مسلسل اس کا ذکر ہوتے رہنا چاہئے۔

و اذّب لسانی لذکرک۔ پروردگار! میری زبان کو آزاد کردے اپنے ذکر کے لئے۔

اب آیئے دوسرا نقطہ جو اصولِ تربیت میں ہے۔ یہ دنیا جائے ابتلاء ہے۔ قرآن نے کیا کہا: **افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون۔**

(مومنون آیت ۱۱۵)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو یوں ہی پیدا کردیا، تم ہماری طرف آنے والے نہیں ہو۔ نہیں! تمہارے پیدا کرنے کا مقصد ہے۔ اور پیدا کیوں کیا ہے؟۔ کھیل نہیں ہے۔

وما الحیاۃ الدنیا الا لعب و لھو۔ (سورہ انعام آیت ۳۲)

و ان الدار الآخرۃ لھی الحیوان (سورہ عنکبوت آیت ۶۴)

یہ دنیا کیا ہے؟ لھو ولعب ہے۔ کھیل کود ہے لیکن کھیل کود میں بھی اصول ہے۔ ذرا توجہ سے سنئے کتنی اچھی مثال ہے قران میں۔ اور ماشاء اللہ میں پاکستان میں پڑھ رہا ہوں جہاں کرکٹ کا بہت شوق ہے۔ دو ٹیمیں کھیل رہی ہیں اور ہر ایک کی کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ رن بنائیں۔ بھاگ رہے ہیں دوڑ رہے ہیں پسینہ پسینہ ہیں اب ان سے کہیں کہ بھئی آرام کرلو۔ بیڈ ڈال لو، کہیں گے۔ جی نہیں یہ آرام کرنے کی جگہ نہیں یہاں کھیلنا ہے۔ اور دنیا کو بتانا ہے کہ ہم فرسٹ ہیں۔

خدا بھی کہہ رہا ہے کہ دنیا کھیل کی جگہ ہے آرام کی جگہ نہیں ہے۔ مقام ابتلاء ہے، مقام امتحان ہے۔ ہمارے پاس ہزاروں احادیث ہیں۔ نہج البلاغہ اٹھایئے، مولا نے زہد کے بارے میں بیان کیا ہے: اس دنیا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ ختم ہونے والی ہے اور

زندگی ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے ایک رات گزر گئی یا ایک مہینہ۔ بہت تیزی سے گزر جانے والی ہے اور ہم آئے ہیں امتحان دینے کے لئے۔

تو معلوم ہوا کہ خدا اگر دنیا میں دولت دے رہا ہے تو امتحان ہے، اگر غربت دے رہا ہے تو امتحان ہے، کبھی کسی کو دیکر امتحان لیتا ہے، کبھی کسی سے چھین کر امتحان لیتا ہے۔

اس دنیا کو مقامِ امتحان قرار دیں اور بچے کو تربیت دیتے ہوئے بتائیں کہ اگر عیش وعشرت پروردگار دے رہا ہے تب بھی ہمارے امتحان کے لئے ہے۔ اگر ایسا بچہ آگے بڑھے گا تو اسے کتنی ہی مشکلیں آجائیں ان سے آسانی سے گزر جائے گا۔

تاریخ یہ کہتی ہے کہ مولا امیر المومنینؑ حضرت عباسؑ کو گود میں بٹھائے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں: واحد۔ واحد۔ جیسے بچوں کو گنتی سکھاتے ہیں۔ ایک دو تین چار۔

مولا نے کہا: بیٹا کہو واحد۔

حضرت عباسؑ نے کہا: واحد۔

مولا نے کہا: بیٹا کہو اثنین (دو)۔

حضرت عباسؑ خاموش ہیں۔

پھر مولا نے کہا: واحد۔

حضرت عباسؑ نے دہرایا۔ کہا: اثنین۔ عباسؑ پھر خاموش رہے۔

مولا نے کہا: بیٹے اثنین کہو، دو کہو۔

کہا: جس زبان سے ایک کہہ دیا اس سے دو کیسے کہوں؟ توحید کی تعلیم ایسی گھر میں دے دی گئی تھی کہ ایک کہنے کے بعد دو نہیں نکلتا تھا۔ یہی وہ تربیت تھی جس کی بناء پر ان بچوں نے کربلا میں توحید پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔

کیا یہ توحید نہیں تھی کہ اٹھارہ سال تک پالنے کے بعد کوئی ماں اپنے جوان کو میدان میں بھیج دے۔ مگر کربلا والوں نے توحید کا ایسا درس حاصل کیا تھا۔ (کہ اس کے سامنے ہر چیز ہیچ تھی)

ہم زیارت میں پڑھتے ہیں: **السلام علیکم یا اولیاء اللّٰہ۔**

سلام ہو تم پر اللہ کے ولیوں! کیا معنی ولیوں کے، ایک حسینؑ ولی ہے۔ تو حسینؑ نے ہر ایک کو اتنا بلند کر دیا تھا کہ اب علی اکبرؑ بھی ولی ہیں، علی اصغرؑ بھی ولی ہیں۔ عباسؑ بھی ولی ہیں، حبیبؓ بھی ولی ہیں۔ اصحاب ہیں مگر سب حسینؑ کے ساتھ جیسے چاند کا ہالہ بنے ہوئے ہیں۔ سب ایک درجہ پر آ چکے ہیں۔ کہ مولا کو کہنا پڑتا ہے۔

بابی و اُمّی۔ اے کربلا والو! ہماری جانیں تم پر قربان۔

آج ہم اس کے مصائب سننے کے لئے بیٹھے ہیں جس کو علی اکبرؑ کہتے ہیں۔ کون ہے علی اکبرؑ۔ حُسن کا یہ عالم تھا کہ کربلا کے واقعہ کے بعد جس نیزے پر علی اکبرؑ کا سر تھا اگر کوئی عورت دیکھتی تو کہتی: خدایا اگر اس کی ماں ہے تو اسے دنیا میں نہ رکھیو۔ اتنا خوبصورت بچہ، اتنا خوبصورت نوجوان دنیا سے چلا جائے اور ماں زندہ رہے!

غیر عورتوں کے اوپر جب علی اکبرؑ کی ایک جھلک دینے سے یہ اثرات مرتب ہوئے تھے تو جنہوں نے اٹھارہ سال تک پالا تھا ان کا غم و اندوہ کیا ہوگا۔ روایتیں کہتی ہیں جب علی اکبرؑ اجازت لینے کے لئے آئے تو ماں نے سر سے پیر تک دیکھ کر کہا:

بیٹے تم جا رہے ہو؟۔

ایک مرتبہ علی اکبرؑ کہتے ہیں: اماں سوچئے کہ حشر کا میدان ہوگا اور دادی پوچھ رہی ہوں گی کہ تمہیں اپنا بیٹا عزیز تھا۔ میرا بیٹا عزیز نہیں تھا؟

حُسنِ علی اکبرؑ اور کردار و گفتار کو دیکھنا ہو تو ان جملوں سے سمجھئے جنہیں مولا حسینؑ نے ادا کیا۔ مصائب پر رونے سے زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حمید کہتا ہے کہ جب اکبرؑ خیمے سے باہر آ رہے تھے تو عجیب عالم تھا۔ خیمے کا پردہ ستر مرتبہ اٹھا اور گرا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نوجوان کی لاش باہر نکل رہی ہے۔ امام حسینؑ نے گھوڑے پر سوار کیا۔ ہاتھوں کو اٹھایا۔

'اللھم اشھد علیٰ ھولاء القوم فقد برز الیھم غلام اشبه النأس خُلقاً و

خلقاً و منطقاً برسول اللّٰہ۔

پروردگار!

تو گواہ رہنا اب مجھ سے وہ فرزند جدا ہو رہا ہے جو صورت میں، سیرت میں، رفتار میں، کردار میں تیرے رسول کے مشابہ تھا۔ مالک جب کبھی میں تیرے رسول کی زیارت کرنا چاہتا تھا تو علی اکبر کو دیکھ لیتا تھا۔

چھٹے امام کے سامنے مجلس ہو رہی تھی۔ علی اکبرؑ کے مصائب بیان ہو رہے تھے۔ سب رو رہے تھے لیکن مولا نے کہا: اس طرح سے روؤ جس طرح جوان میت پر ماں روتی ہے۔

علی اکبرؑ میدان کی طرف چلے عجیب روایت ہے۔ گھوڑے کو ایڑ دی تھی تیزی سے جا رہے تھے۔ پیچھے سے ایک نحیف آواز آئی۔ **ولدی محلاً محلاً۔**

میرے بیٹے ذرا آہستہ آہستہ۔ پلٹ کر دیکھا۔ ضعیف باپ کمر کو جھکائے کہتا جا رہا ہے: میرے لال ذرا آہستہ چل۔

علی اکبرؑ نے اپنے آپ کو گھوڑے سے اتارا۔ باپ کے پاس آئے:

بابا! آپ نے اجازت دیدی تھی۔ یہ پیچھے کیوں تشریف لا رہے ہیں؟

مولا نے دو جملے کہے: پہلا تو یہ کہ اے کاش تم صاحبِ اولاد ہوتے۔

دوسرا جملہ تھا: علی اکبرؑ تم نہیں جا رہے ہو میرا کلیجہ جا رہا ہے۔

تاریخ کہتی ہے کہ سب شہیدوں کے آخری سلام کا طریقہ اور تھا۔ علی اکبرؑ کا آخری سلام اور تھا۔ گرتے ہوئے آواز دیتے ہیں۔ **علیکم منی السلام۔**

بابا! میرا آخری سلام۔

یہ سلام اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی جواب دینے والا موجود نہ ہو۔

میں کہوں: علی اکبرؑ یہ کیوں کہا؟

کہیں گے: میں نے بابا کی زبان دیکھ لی ہے میں نہیں چاہتا کہ اس خشک زبان

سے میرا بابا جواب دے۔

روایتیں کہتی ہیں کہ جیسے ہی علی اکبرؑ کی آواز کانوں میں پہنچی۔ حسینؑ کربلا کی ریت پر بیٹھ گئے، اٹھتے تھے، بیٹھتے تھے، پکارتے جاتے تھے۔ پدر کو پسر نظر نہیں آتا۔

مقاتل لکھتے ہیں ستر مرتبہ حسینؑ اس طرح اٹھے جیسے درد اٹھتا ہے۔ اس طرح گرے جس طرح آنسو گرتے ہیں۔

کہتے جاتے تھے: این انت یا علی۔ میرے علی اکبر تم کہاں ہو۔ میرے بیٹے۔

جو کوئی پوچھتا تھا کیا حسینؑ ڈھونڈتے ہیں

تو رو کے کہتے تھے آنکھوں کا نور ڈھونڈتے ہیں

کہتے جاتے ہیں: بیٹا آواز دو تا کہ تم تک پہنچوں۔ آخر کار حسینؑ لاشے پر پہنچے۔ خدا کسی باپ کو جوان بیٹے کی یہ حالت نہ دکھائے۔ بیٹا ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔

قریب پہنچے: بیٹا باپ آ گیا آنکھیں کھولو۔ جواب نہیں آیا۔

پھر کہا: بیٹا آنکھیں کھولو۔ پھر جواب نہیں آیا۔

تیسری مرتبہ کہا: بیٹا تمہیں دادی فاطمہؑ کا واسطہ!

روایتیں کہتی ہیں کہ حسینؑ نے سینے پر ہاتھ رکھا۔ علی اکبرؑ نے آنکھیں کھولیں کہا: بابا! سینے سے ہاتھ ہٹا لیجئے۔

پوچھا: کیا بات ہے؟۔

کہا: نیزے کی انی میرے جگر تک پہنچی ہوئی ہے۔

امام حسینؑ نے عبا کے ذریعے خون کو پونچھا اور کہا: بیٹا میں نکال دوں گا۔

یہ وہی موقع ہے کہ جب رسولؐ دیکھ رہے تھے۔ علیؑ دیکھ رہے تھے، فاطمہؑ دیکھ رہی تھیں۔ حسینؑ نیزے کی انی پر ہاتھ رکھتے ہیں۔

علیؑ نے فاطمہؑ کے چہرے پر ہاتھ رکھا فرمایا: ادھر نہ دیکھو۔

تاریخ کہتی ہے کہ حسینؑ اس جری کا نام ہے جس نے کبھی کسی کو مدد کے لئے

نہیں پکارا مگر دو موقعوں پر۔ ایک موقع پر ہاتھوں پر علی اصغرؑ کی لاش تھی اور آواز دے رہے تھے: شیعتی یا لیتکم۔ اے میرے شیعہ! کاش تم کربلا میں ہوتے۔

دوسری مرتبہ علی اکبرؑ کی لاش اٹھانا چاہ رہے ہیں۔ سینے سے اٹھاتے ہیں تو پیر خط دینے لگتے ہیں۔ جوان لاش ہے ایک مرتبہ آواز دی:

- بچو! آؤ اپنے بھائی کی لاش اٹھانے میں میرا ساتھ دو۔

مجلس یازدہم

سب سے پہلے صبحِ عاشور اور اس عظیم سانحہ کی تفصیل کے ساتھ ساتھ امامِ زمانہؑ کی خدمت میں، پھر ولی امرِ مسلمین کی خدمت میں، پھر آپ حضرات کی خدمت میں، پھر تمام مراجعِ عظام کی خدمت میں، فرزندِ جواد، عظیم شخصیتِ اسلام، سرپرستِ تنظیم المکاتب، مولف ومصنفِ کتابھا۔ کئی کتابوں کے مصنف۔ حدیث میں ہے کہ عالم کی موت سے ایسا شگاف پڑ جاتا ہے کہ کوئی اس کو بھر نہیں سکتا۔

علامہ سید ذیشان حیدر جوادی کی ذات، ہندوستان اور پاکستان کے مومنین کے لئے باعثِ فخر ہے۔ ان کے چمن علم کی بہاریں ہم تک پہنچی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے یا معلوم نہیں ہے۔ کل ابوظھبی میں روزِ عاشور تھا۔ صبح روز عاشور کی مجلس کے بعد۔ شامِ غریباں کی مجلس سے پہلے آپ کی رحلت ہوگئی۔ یہ وقت خود بتا رہا ہے کہ وہ (عالمِ) کتنا عظیم تھا۔ اس کا اثر مجھ پر بھی ہے اور آپ پر بھی ہوگا۔ خدا سے دعا ہے کہ مولاؑ امامِ زمانؑ اس جگہ کو جلد پر کریں اور ان کے درجات کو عالی فرمائیں۔

آپ سب سے گزارش ہے کہ سورہ الحمد سے ان کی روح کو شاد فرمائیں۔

برادرانِ عزیز یہی دنیا ہے۔ یہی خلاصہ ہے۔ جانے کے بعد دو ہی جملے ہیں: اچھا

تھا، چلا گیا۔ بہر حال ہماری گفتگو تربیت اولاد کے سلسلے میں ہو رہی ہے اور ہمارے پاس صرف دو تقریریں آج کی رات یعنی شب عاشور اور پھر شب بارہ محرم۔ جو آخری مجلس ہوگی۔ بارہ محرم کو آٹھ بجے سے نو بجے تک میں سوالوں کے جوابات دیتا ہوں۔ ایسے سوالات کیجئے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے (نئے حالات کے مطابق) ضروری ہوں۔As a matter of convenience بعض اوقات انسان ایسا سوال کرتا ہے کہ ایسا جواب ملے جو مجھے چاہئے اور جب تک مطلوبہ جواب نہ ملے وہ ہر مولوی سے پوچھتا پھرتا ہے۔ جب (اس کے حسبِ منشا) جواب مل جاتا ہے تو کہتا ہے یہی بہتر مولوی ہے۔

ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اسلام کو total قبول کیجئے۔

نومن ببعض و نکفرو ببعض (سورہ نساء آیت ۱۵۰) تھوڑا سا قبول کرلیا تھوڑا سا نہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ یا پورے اندر آجائیے یا باہر چلے جائیے۔ بیچ میں رہنے والوں کا نام کچھ اور ہے، ہم وہ نہیں ہیں۔

ہم نے یہاں سے بات شروع کی تھی کہ تربیت کی اہمیت کیا ہے۔اس کے بعد چھ triangles پیش کئے گئے تھے،عوامل تربیت کے کیا ہیں،عوامل تربیتِ ظاہری، عوامل تربیتِ باطنی۔عوامل یعنی factors اور اس کے بعد یہ بیان کیا گیا تھا کہ عوامل گمر ہی کیا ہیں اور ان میں بھی ظاہری تین اور باطنی تین۔

یہ چھ triangles پیش کردیئے گئے تھے۔ اس کے بعد آگے چل کر بچے کی psychological کیفیت کو بیان کرتے ہوئے تین stages کو بتایا گیا تھا اور پھر حدیثِ معصوم کے ذریعے ایک triangle بنا تھا۔ پہلے سات سال تک، پھر آٹھ سے چودہ تک، پھر پندرہ سے اکیس تک۔

کل میں نے ایک اور triangle پیش کیا تھا وہ تھا اسلامی تربیت کے بنیادی اصول۔ اسلام نے جو تربیت کا بنیادی اصول بتایا اس میں پہلا اصول توحید ہے۔ جہاں

بینی world view جس کو کہتے ہیں۔ جب آپ decide کرتے ہیں کہ اس دنیا میں رہنا ہے تو کس طرح سے رہنا ہے۔ اسے دو طرح سے decide کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا مادی ہے۔ مزے اڑاؤ اور اس دنیا سے چلے جاؤ۔ نہ سوال کرنے والا کوئی نہ جواب دینے والا کوئی ہے۔ یہ سب مولویوں کی باتیں ہیں۔ اس لئے مذہب کو اپناؤ ہی نہیں۔ اسے کہتے ہیں جہاں بینیٔ مادی۔ Matrialistic world view۔ اس کو ہم نہیں مانتے۔

ہم ماشاء اللہ اس کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ذاتِ پروردگار ہے، قران اللہ کی کتاب ہے، قران حق ہے، محمد مصطفیٰؐ برحق رسول ہیں۔ اور ان کے بعد مولائے مرتضیٰؑ سے لیکر امامِ زمانہؑ تک یک بعد دیگرے مسلسل امام آتے رہے اور ہمارے آخری امامؑ ماشاء اللہ زندہ ہیں۔ یہ پکا عقیدہ ہے ہم سب کا! جس world view کو ہم مانتے ہیں اس کا نام ہے جہاں بینی معنوی۔ Spritual world view۔ یعنی ہم لوگ مادے کی حقیقت کو انسان کی ضرورت مانتے ہیں، انسان کا مقصد نہیں مانتے۔ یعنی دنیا انسان کے لئے ہے انسان دنیا کے لئے نہیں ہے۔

اگر آپ نے گھر لیا ہے تو گھر آپ کے لئے ہے آپ گھر کے لئے نہیں ہے۔ اسی طرح سے دنیا میں آیئے تو اسے معنوی کیفیت میں مت لیجئے۔ اس کو mean سمجھئے، ضرورت سمجھئے اور اس سے attach اپنے کو مت کیجئے۔ سب سے زیادہ مصیبت انسان کے لئے یہی ہے کہ اس نے خود کو دنیا سے بہت زیادہ attach کرلیا ہے۔

اسلام کی فلاسفی کیا ہے؟ ساری پریشانیاں sense of longing کی وجہ سے ہیں Sense of longing یعنی احساس اپنائیت۔ جیسے ہی میں نے کہا ''میرا''۔ تو یہ لفظ قریب کردیتا ہے۔ محبت ہوجاتی ہے ''میرے'' سے۔ یہ گھر میرا، یہ گاڑی میری، یہ بیوی میری، یہ بچے میرے، یہ محلّہ میرا، یہ شہر میرا، یہ ملک میرا۔ جیسے ہی آپ نے ''میرا'' کہا محبت automatically ہوگئی۔

اسلام نے کہا اس کو ختم کرو۔ تمہارا کہاں سے؟ تم امین یہ سب کچھ ذات پروردگار کا ہے۔ جو کچھ تمہارا ہے وہ اس کا عطا کیا ہوا ہے۔ فرق کیا ہوگا؟ ۔ فرق یہ ہوگا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے اللہ کا ہے۔ یہ بچہ میرا نہیں ہے اللہ کا ہے۔ یہ مال میرا نہیں ہے اللہ کا ہے۔ خمس دیتے ہوئے گھبرائیں نہیں اس لئے کہ مال اللہ کا ہے۔ (زکوٰۃ دیتے ہوئے خائف نہ ہوں اس لئے کہ یہ اُسی کا دیا ہوا ہے۔)

یہ اسلام کی فلاسفی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بچپنے سے یہ بات بچوں کے ذہنوں میں ڈالیں کہ دنیا جو ہمارے ہاتھ میں ہے ہماری نہیں ہے۔ ہم اس سے تعلق نہیں رکھتے۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں جس سے بات سمجھ میں آئے گی۔ مثلاً ایک اپارٹمنٹ میں آپ رہتے ہیں، ایک گھر میں آپ کرایہ دے کر رہ رہے ہیں۔ جب تک آپ کرایہ دے رہے ہیں وہ آپ کا اپارٹمنٹ کہلاتا ہے۔ نماز بھی پڑھ سکتے ہیں جو چاہیں وہاں کر سکتے ہیں جس دن آپ نے کرایہ دینا بند کر دیا تو وہ نماز بیکار ہو جائے گی۔ علماء سے پوچھ لیجئے۔ حتیٰ وضو کا پانی بھی جو استعمال کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ کا نہیں ہے تو آپ کو اجازت لینی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ اسلام نے انسان کو یہ سبق دیا ہے کہ تمہارا پورا وجود کرایے پر اللہ کی طرف سے ہے جب تک تم کرایہ دیتے رہو گے اس کو استعمال کر سکتے ہو۔ اور جس دن تم نے کرایہ دینا بند کر دیا اس دن تمہارا وجود حرام ہو جائے گا۔ تمہاری زندگی حرام ہو جائے گی۔

احساسِ اپنائیت کو ختم کرنا ہے۔ یہی وہ Idealogy ہے۔ کربلا کا خلاصہ امام حسینؑ نے یہی پیش کیا ہے کہ یہ سب میرا نہیں اس کا ہے۔ اب علی اکبرؑ جیسے بیٹے کو بھیجتے ہوئے گھبرائے نہیں۔ علی اصغرؑ کی قربانی پیش کرتے ہوئے حسینؑ گھبرائے نہیں، گھر کو لٹاتے ہوئے حسینؑ گھبرائے نہیں اس لئے کہ حسینؑ نے کہہ دیا تھا کہ یہ میرا نہیں ہے اس کا ہے، مالک تو نے ایسے اصحاب دیئے جو کسی کو نہیں ملے نہ میرے نانا کو، نہ میری بابا کو، نہ

میرے بھائی کو۔ میرے اصحاب ہیں مگر تیرے لئے ہیں۔ میری اولاد ہے لیکن تیرے لئے ہے۔

تو بچے کو یہ سمجھنا ہے کہ دنیا میں رہو مگر دنیا کے نہ ہو جاؤ۔ اچھی زندگی بسر کرو، بہترین گھر رہے، بہترین گاڑی رہے، لیکن جس دن تمہارے ذہن میں موت کا تصور آئے تو ڈرو نہیں بلکہ یہ کہو کہ اگر آج موت آجائے تو میں تیار ہوں۔ اگر یہ تیاری ہے تو سب کچھ ہوتے ہوئے پریشانی نہیں ہے۔ اگر سب کچھ ہوتے ہوئے موت کے نام سے گھبراہٹ ہو رہی ہے تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) میں نے دنیا کو بری طرح سینے سے لگالیا ہے میرے مولا نے فارمولا دیا ہے۔ جب دنیا کا مسئلہ آئے تو ایسے عمل کرو جیسے تمہیں ہمیشہ رہنا ہے لیکن جب آخرت کا مسئلہ آئے تو ایسے کرو جیسے کل تمہیں مرنا ہے۔

تو پہلا مرحلہ education of children میں مسئلہ توحید کو راسخ کرنا ہے۔ یعنی Sense of longing کو حوالے کردینا۔ مثال دیتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا: ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العالمین'

میری نماز، میری قربانی، میری حیات، میری موت اللہ کے لئے ہے۔ میں کچھ نہیں ہوں۔

چھوٹا سا فلسفہ بیان کروں گا اس کو اچھی طرح سمجھئے۔ ایک کا تصور کیجئے۔ نمبر ون۔ اور ہماری حقیقت اس ایک کے مقابلے میں زیرو ہے۔ ادھر آنکھ بند ہوئی لوگوں نے فاتحہ پڑھی۔ خدا حافظ۔ زیرو ہیں ہم۔

اس زیرو کو اگر ہم value دینا چاہیں تو کیا کریں؟ آپ کو جانا پڑے گا ایک کے پہلو میں۔ اگر آپ نے زیرو کو left پر رکھا پھر بھی بیکار۔ اصحابِ شمال نہیں ہونا ہے اصحاب یمین ہونا ہے۔ left پر نہیں رکھنا ہے zero کو right پر رکھنا ہے۔ آپ نے جیسے ہی ایک کے right پر زیرو کو رکھا دس (۱۰) ہو گئے۔ دو زیرو رکھے سو (۱۰۰) ہو گئے تین رکھدیئے ہزار ہو گئے۔ چار رکھ دیئے دس ہزار۔ پانچ رکھ دیئے ایک لاکھ، چھ رکھدیئے

دس لاکھ۔ جتنے زیرو رکھتے جائیں گے قیمت بڑھتی چلی جائے گی۔ لیکن جس وقت ایک ہٹ گیا اتنے زیرو ہوتے ہوئے بھی حیات بیکار ہو جائے گی۔ کربلا میں بہتر (۷۲) کے پاس ایک تھا۔ مخالفوں کے پاس زیرو تھے۔

تو پہلا مرحلہ بچے کی حیات میں توحید کو لانا۔ دوسرا مرحلہ جس کے لئے میں نے وعدہ کیا تھا کہ آج پورا کروں گا وہ ہے تقویٰ۔ تقویٰ کے سلسلے میں میں چند جملے کہوں گا۔

پہلے جب گھروں میں بچے پیدا ہوتے تھے تو بڑھ جاتے تھے ماشاء اللہ صحت مند بھی ہوتے تھے۔ لیکن آج کل بچے hospitals میں پیدا ہورہے ہیں اور پیدا ہونے کے ساتھ ہی ڈاکٹر پابندیاں لگاتے ہیں۔ چھ مہینے کے بعد یہ انجکشن لگانا ہے، ایک سال کے بعد یہ انجکشن لگانا ہے، ڈیڑھ سال کے بعد یہ لگانا ہے دو سال کے بعد یہ لگانا ہے۔ اسی طرح پولیو کے ڈراپ اور کیا کیا بلائیں ہیں۔ ارے بھئی بچہ رو رہا ہے کیوں دے رہے ہو یہ انجکشن؟۔

کہا: مولانا! اس میں Immune system، دفاعی نظام پیدا کیا جارہا ہے کہ آئیندہ اس طرح کی بیماریاں اس کے اوپر حملہ نہ کرسکیں۔ تو چونکہ بیماریوں کا علم ہو چکا ہے اس لئے ممکن ہے ایک زمانہ وہ آجائے گا کہ کینسر کے بھی انجکشن آجائیں۔ AIDS کے بھی انجکشن آجائیں اور استعمال کئے جانے لگیں تاکہ آئندہ اس قسم کی بیماری نہ آئے۔

چونکہ معلوم ہے کہ معاشرے میں اس طرح کی بیماری ہے اس لئے انجکشن دے رہے ہیں۔ بچہ رو رہا ہے، چلا رہا ہے۔ کہا! رونے دو۔ تھوڑی دیر کی تکلیف ہے لیکن ہمیشہ کے لئے سکون ہے۔ تکلیف تھوڑی ہے لیکن ہمیشہ کے لئے بیماریوں سے بچ جائے گا۔

اسی طرح سے تقویٰ بھی اسی کو کہتے ہیں باہر کی بیماریوں سے بچانے کے لئے مسلسل انجکشن دینے کا نام تقویٰ ہے۔ یعنی پہلے سوسائٹی کی بیماریوں کو سمجھیں۔ سوسائٹی میں جھوٹ، ہے، دغا ہے، دھوکہ ہے، برائیاں ہیں، ان برائیوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایسی باتیں کریں کہ بچے میں Immune system پیدا ہوجائے تاکہ وہ گھر میں ہو یا

باہر دفاع کر سکے۔ اس سوسائٹی میں ہو جھوٹ نہ بولے۔ اس سوسائٹی میں ہو رشوت نہ لے اگر ایسا ہو گا تو متقی ہے۔

ایک اور مثال دیتا ہوں۔ دیکھئے میں آ رہا ہوں بہت ٹھنڈے مقام سے۔ ہمارے یہاں عموماً سردیوں میں ہم Weatherman کو دیکھتے ہیں کہ کل کیسا weather تھا۔ وہ بولتا ہے کل minus sixty, minus thirty حتی کہ ناک کا پانی بھی جو نکلتا ہے وہ جم جاتا ہے۔

تو چونکہ Weatherman نے کہہ دیا ہے کہ بہت سردی ہے تو ہم لوگ باہر نکلنے سے پہلے پینٹ کے اندر ایک گرم لباس اس کے اوپر پینٹ اس کے اوپر کوٹ اور پیر میں دو Socks، جوتا بھی بہت قوی۔ تو باہر جانے سے پہلے جو میں تیاری کر رہا ہوں وہ یہ کہ سردی میرے جسم کو نقصان نہ پہنچائے۔ میں بیمار نہ ہو جاؤں۔ کیونکہ مجھے باہر کا Weather معلوم ہو گیا ہے اس لئے میں اپنے آپ کو تیار کر رہا ہوں۔ تقویٰ بھی یہی ہے کہ میں معلوم کروں کہ باہر بیماریاں کیا ہیں اور پھر خود کو ایسے تیار کرلوں کہ سوسائٹی میں رہوں۔ ان کا نہ بنوں۔ خدا کا رہوں۔

تقویٰ زبانی جمع خرچ کا نام نہیں کہ ہاتھ میں تسبیح لئے بہت نرم چل رہے ہیں۔ اٹھے تو ایسے، کسی سے لگ نہیں رہے ہیں۔ یہ تقویٰ نہیں ہے تقویٰ skin میں body میں اس کیفیت کا پیدا کرلینا جس کے بعد ہر لمحہ اگر کسی کی پرواہ ہے تو وہ اللہ ہے کہ میرے قدم کہیں ڈگمگا نہ جائیں۔ میں جو چل رہا ہوں تو صحیح جگہ چل رہا ہوں یا نہیں، دیکھ رہا ہوں تو صحیح چیز کو دیکھ رہا ہوں یا نہیں۔ سن رہا ہوں تو صحیح چیز کو سن رہا ہوں یا نہیں۔

یعنی پوری body کو آپ اتنا Sensitive بنالیں کہ غیبت ہو رہی ہے فوراً اٹھ کر چلے گئے۔ اس لئے کہ حرام بہرحال حرام ہے کوئی بھی کرے۔ بعض لوگ غیبت کو جائز کہہ کر غیبت کرتے ہیں ارے وہ بڑا ظالم ہے اس کی غیبت جائز ہے۔ تب تو اور بھی بات خطرناک ہوگئی۔

جو لوگ Islamic values سے واقف ہیں وہ لوگ ایسی چیزوں سے بچتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کے قصے میں یہ ہے کہ جناب یوسفؑ عزیز مصر کے پاس ہیں، اس کے محل میں رہتے ہیں اور اس کی بیوی حضرت یوسفؑ کے ساتھ بُرا ارادہ رکھتی تھی۔ آپ لوگ جانتے ہیں۔ چنانچہ کمرے میں بند کردیا۔ غلقت الابواب door lock کر کے کہا ڈرو نہیں اب کوئی نہیں ہے۔

حضرت یوسفؑ بھاگتے ہیں۔ پکڑتی ہے تو دیکھتی ہے کہ حضرت یوسفؑ کانپ رہے ہیں وہاں ایک بت رکھا ہوا تھا۔ اس کی دو آنکھیں تھیں۔ زلیخا کی نظر ان آنکھوں پر پڑی۔ سمجھی شاید اس کی وجہ سے ڈر رہا ہے۔ اس نے ایک کپڑا بت پر ڈال دیا اور کہا:

یوسف اب میں نے بت کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ حضرت یوسفؑ کانپ رہے تھے۔ کہا: تیرے خدا کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے لیکن میرا خدا دیکھ رہا ہے۔ اس پر کوئی پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اس کا نام قران نے دیا ہے ''برھانِ ربّ'' یعنی وجود پروردگار کا احساس ہر وقت دل میں، یعنی حیاتِ انسانی میں مسلسل احساس رہے کہ خدا دیکھ رہا ہے۔ اس کا نام تقویٰ ہے زبانی باتوں کا نام تقویٰ نہیں ہے۔

کسی نے ابن عباسؓ سے پوچھا: تقویٰ کسے کہتے ہیں۔

کہا: کانٹوں کے راستے سے گزر جانا۔

یہی سوال مولا سے کیا گیا مولا نے کہا: کانٹوں کے راستے سے گزرو لیکن کانٹا لگنے نہ پائے۔

یہی تو فرق شاگرد اور استاد میں ہوتا ہے۔ اس پر بہت زیادہ کام کرنا ہے۔ اور اب تیسرا مرحلہ ابتلاء یعنی دنیا کی حیات کو امتحان سمجھنا۔ یہ دنیا جائے امتحان ہے۔ مثال کے طور پر ماشاء اللہ یہاں کراچی میں بہت پڑھے لکھے نوجوان ہیں میں جس سے بھی ملتا ہوں بڑی خوشی ہوتی ہے۔ آپ امتحان ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ کو کیا خیال آرہا ہے آرام کرنے کا، پانی پینے کا، سونے کا کیا خیال آرہا ہے؟ آپ کی کوشش یہ ہے کہ جلد

از جلد امتحان دیں اور اچھی پوزیشن میں کامیاب ہوجائیں۔

اس دنیا کو ہم نے اگر امتحان گاہ سمجھا تو آرام کا تصور نہیں ہوگا۔ دنیا جائے امتحان ہے۔ خدا دیتا ہے تو امتحان ہے۔ خدا لے لیتا ہے تو امتحان ہے۔ اولاد دیتا ہے تو امتحان ہے۔ اولاد نہیں دیتا ہے تو امتحان ہے۔ اس کی مرضی پر راضی رہنے کا نام ابتلاء ہے یہی سکھانا ہے بچوں کو۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو ایک وصیت کی تھی۔ "واصبر" اے میرے بیٹے صبر کرنا

علی ما اصابک (سورہ لقمان آیت ۱۷)

جتنی مصیبتیں آئیں۔ صبر کے معنیٰ ہیں resistance۔ صبر کے معنیٰ خاموش بیٹھ جانے کے نہیں ہیں۔ صبر کے معنیٰ اپنے قدموں کو strong کر کے جمالینا، اپنے point of view سے ہٹنا نہیں اور کبھی مقابل کے سامنے Surrender نہیں ہونا۔ اس کا نام صبر ہے، جوتے کھانے کا نام صبر نہیں ہے۔ مار کھالینے کا نام صبر نہیں ہے۔

امام حسینؑ صابر تھے۔ کیا معنیٰ صابر تھے۔ کیا آپ نے جنگ نہیں کی؟ کہا جا رہا تھا کہ بیعت کرو۔ حسینؑ نے کہا سر کٹ جائے (بیعت نہیں کروں گا)۔

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ دین ہست حسینؑ دیں پناہ ہست حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

خواجہ اجمیری پتہ نہیں کیا تھے۔ کون تھے۔ لیکن یہ تو پتہ چل رہا ہے کہ بڑا عارف انسان تھا۔ شاہ کہا پھر بادشاہ کہا۔ کیونکہ صوفی منش تھے۔ صوفیت میں بادشاہ اس کو کہتے ہیں جو کائنات کا بادشاہ ہو۔ شاہ اسی کو کہتے ہیں جو ایک مقام کا حکمراں ہو۔ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ شاہِ کربلا ہیں بادشاہِ کائنات ہیں۔

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ھست حسینؑ۔

دین ہست حسینؑ ۔۔ دین کیا ہے؟ اصول وفروع کا مجموعہ۔ دین کیا ہے؟۔توحید ہے، عدل ہے، نبوت ہے، امامت ہے، قیامت ہے، نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے، خمس ہے، امر بالمعروف ہے، نہی عن المنکر ہے۔ان تمام باتوں کا نام ہے دین۔

خواجہ اجمیری کیا کہہ رہے ہیں دین ھست حسینؑ۔معنی کیا ہیں۔

حسینؑ توحید ہے، حسینؑ عدل ہے،

حسینؑ نبوت ہے، حسینؑ امامت ہے،

حسینؑ قیامت ہے، حسینؑ نماز ہے۔

اب جب حسینؑ نماز ہے تو Contradict نہ کیجیے حسینؑ میں اور نماز میں،

حسینؑ نماز ہے اور نماز حسینؑ ہے۔

حسینؑ نماز ہے، حسینؑ روزہ ہے، حسینؑ حج ہے، حسینؑ زکوٰۃ ہے، حسینؑ خمس ہے، حسینؑ جہاد ہے، حسینؑ امر بالمعروف ہے۔

حسینؑ دین ہے۔اس دین کو بچانے والا بھی ہے۔

سرداد۔اپنا سر دے دیا اس لئے کہ دین اس کے پاس تھا۔

اب حسینؑ کا ہاتھ، حسینؑ کا ہاتھ نہیں ہے توحید کا ہاتھ ہے،

نبوت کا ہاتھ ہے، امامت کا ہاتھ ہے، قیامت کا ہاتھ ہے،

نمازوں کا ہاتھ ہے، روزہ کا ہاتھ، حج کا ہاتھ ہے،

زکوٰۃ کا ہاتھ ہے مکمل دین کا ہاتھ ہے، آدمؑ کا ہاتھ ہے،

نوحؑ کا ہاتھ ہے، ابراہیمؑ کا ہاتھ ہے، موسیٰؑ کا ہاتھ ہے،

عیسیٰؑ کا ہاتھ ہے، ذمہ دار کا ہاتھ ہے۔

اسی لئے: سرداد نہ داد دست در دستِ یزید۔

سر دیا لیکن ہاتھ نہیں دیا یزید کے ہاتھ میں کیونکہ حسینؑ دین تھا۔

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین۔ بناء کہتے ہیں foundation کو۔
ارے خواجہ اجمیری foundation تو آدمؑ نے ڈالی تھی۔ تکمیل تو محمد رسول اللہ نے کی تھی۔ یہ (حسینؑ کی) foundation کیوں کہہ رہے ہو؟
کہا: معلوم نہیں تمہیں جب کبھی عمارت ٹوٹ جاتی ہے دوبارہ بنائی جاتی ہے۔ آدمؑ سے لیکر خاتم تک جو عمارت بنی تھی ایسی تتر بتر ہوگئی تھی۔ حسینؑ نے پھر انہی چیزوں میں اپنا خون شامل کر کے گارا بنایا تا کہ یہ عمارت باقی رہے۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ۔
یہاں پر ایک حدیث جو تربیت سے بھی رابطہ رکھتی ہے اور بیانِ مصائب میں بھی کام آئے گی اور یہ حدیث پوری مجالس کا نچوڑ بھی ہوسکتی ہے۔ کلام الامام۔ امام الکلام۔ امام کا کلام always before اس سے بہتر کلام نہیں ہوسکتا۔
سنئے، مولا امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام:

لا تفسروا اولادکم علی اداب کم فانا هم مخلوقون لذمنِ غیر زمانکم۔

اپنے بچوں کو اپنے طور وطریق، اپنے آداب پر مجبور نہ کرو اس لئے کہ یہ بچے دوسرے زمانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں تمہارے زمانے کے لئے نہیں۔
میرا مجمع سمجھنے کی کوشش کرے۔ انجینئرنگ میں کام آئے گا۔ ڈاکٹری میں کام آئے گا۔ جس profession میں جایئے کام آئے گا۔ مجھے معلوم ہے امریکہ، کینڈا گئے ہیں بہت سے ڈاکٹر مگر انہوں نے اپنا profession change کردیا ہے۔ Computer line میں آ گئے ہیں۔ ان دس بیس سالوں کے اندر نہ جانے کتنوں نے اپنے professions کو change کیا ہے۔ مولا نے کہا ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو آج کا خیال مت کرو بیس سال بعد کا خیال رکھو کہ وہ آئیندہ نسلوں کا ہے تمہاری نسل کا نہیں۔ اگر بات سمجھ میں آگئی تو دیکھتے ہیں نگاہِ فاطمہؑ کیا کہتی ہے۔
فانا هم مخلوقون لذمن غیر زمانکم۔۔ نگاہِ فاطمہؑ جانتی تھی کہ حسینؑ آج کا

نہیں ہے کربلا کا ہے۔

اسی لئے کہا: زینب اس صندوق میں میں نے حسین کا کرتہ سی کر رکھا ہے۔ جب میرا بیٹا آخری رخصت کو آئے ......،،

نگاہِ فاطمہؑ کو دیکھیں کیوں تیاری کر رہی ہیں۔ اس لئے کہ اُن کی حیات کا خلاصہ توحید ہے۔ انسان کی پوری زندگی کا خلاصہ وحدانیتِ خدا ہے۔ فاطمہؑ زہرا سبق دے رہی ہیں۔ بیٹا! تیار ہوجاؤ ۔ زمانہ خراب ہوجائے گا۔ نمازیں ختم ہوجائیں گی۔ روزے ختم ہوجائیں گے۔ جہاد ختم ہوجائے گا، خمس وزکوٰۃ ختم ہوجائیں گے۔ توحید ختم ہوجائیگی۔ تمہیں سر دیکر ان چیزوں کو بچانا ہے۔

ایک روایت سنئے۔ اہل بیت نے عزاداریٔ حسینؑ جو برپا کی ہے تو طریقہ کیا تھا۔ چھٹے امامؑ کے پاس ابو ہارون مکفوف آتا ہے۔ ماہ محرم کی چاندرات ہے۔ امام کی آنکھ سے آنسو جاری ہیں۔

کہا: اے ابیٰ ہارون تم کچھ اشعار یاد رکھتے ہو؟

عرض کیا: جی ہاں کچھ اشعار یاد ہیں۔ فرمایا: بیان کرو۔

امام نیچے تشریف فرما ہیں۔ ابو ہارون منبر پر جاتا ہے اور اشعار پڑھنا شروع کرتا ہے:۔

’’اے گھوڑے چل ذرا حسینؑ کے گھر والوں کی لاشوں کے قریب مجھے معلوم ہے کہ تو اس طرف نہیں جائے گا لیکن سمجھ لے کہ تجھے ادھر جانا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسا مظلوم ہے جس نے انسانیت کے لئے سر دے دیا،،۔

ابو ہارون بیان کر رہے تھے اور ہر گوشہ سے رونے کی آواز بلند ہو رہی تھی ہر شخص رو رہا تھا۔ ایک مرتبہ پردہ کے پیچھے سے بیبیوں نے ایک بچے کو نکالا اور کہا:

علی اصغرؑ ہے۔ گویا شبیہ پیش کی جا رہی تھی۔

چاروں طرف سے حسینؑ حسینؑ کی آواز آئی یا علی اصغرؑ کی آواز آئی۔

یہ طریقہ تھا ائمہ معصومین کی عزاداری کا۔

عصر کا وقت قریب آیا۔ میرا حسینؑ خیمے سے باہر آیا۔

فنظر یمیناً و شمالاً۔ داہنی جانب دیکھا بائیں جانب دیکھا۔

آواز دی: یا ابطال الصفاء و فرسان الهیجا

اے حبیب ابن مظاہر، اے مسلم ابن عوسجہ، اے ہانی کہاں ہو؟ آؤ میری مدد کے لئے۔

تاریخ کہتی ہے کہ کٹے ہوئے حلقوں سے آوازیں آرہی تھیں۔ مولا موت نے مجبور کر دیا ہے۔ ہم آئیں تو کیسے آئیں۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ حسینؑ نے ایک جملہ کہا: هل من ناصر ینصرنا، ہے کوئی میری مدد کرنے والا۔

یہ آواز ختم نہیں ہوئی ہے اب بھی حسینؑ کی آواز آرہی ہے۔ کون ہے جو حسینؑ کے Cause میں مدد کرے، کون ہے جو حسینؑ کی آواز پر لبیک کہے، کون ہے جو حسینؑ کے مسلک پر چلے۔

ہے کوئی مدد کرنے والا۔ جب کوئی جواب نہیں آیا۔ خیمے سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حسینؑ خیمہ گاہ کی طرف پلٹے۔ آہستہ سے آواز دی: زینبؑ ابھی میں زندہ ہوں رو کیوں رہی ہو؟۔ زینبؑ نے کہا: آپ کی آوازِ استغاثہ کو سن کر علی اصغرؑ نے خود کو جھولے سے گرا دیا ہے۔

حسینؑ نے کہا: لاؤ اس بچے کو شائد ان بے رحموں کے دلوں میں رحم آ جائے۔ اس کو پانی پلا لاؤں۔ رباب نے بچے کا لباس تبدیل کیا۔ دھڑکتے ہوئے دل سے حسینؑ کے حوالے کیا اور ایک جملہ کہا: والی! دھوپ بہت زیادہ ہے ذرا سایہ کر لیجئے۔ حسینؑ بچے کو لئے ہوئے عبا کا سایہ کئے ہوئے بلند مقام پر پہنچتے ہیں۔

فاطمہؑ کو پرسہ دینے والو! مشہور یہی ہے کہ جب کبھی گریہ کرنے والا روتا ہے تو میری شہزادی آتی ہیں۔ نہیں معلوم کس کے پہلو میں ہیں اور کس کے آنسوؤں کو پونچھ رہی

ہیں۔ دعا دیتی ہیں: خدایا میرے بچے پہ رونے والے کی گودی کو سلامت رکھ۔

میں کہوں: شہزادی دولت کی دعا دیجیے، جاہ و حشم کی دعا دیجیے آپ بچوں کی سلامتی کی دعا کیوں دے رہی ہیں؟

جواب ملے گا: تجھے نہیں معلوم کربلا میں میری گودی خالی ہوگئی تھی۔

ایک جملہ سن لیجیے: جب جنگ ہوتی ہے تو بعض weapons ضرورت کے مطابق استعمال کیے جاتے ہیں۔ جو سب سے قوی weapon (اسلحہ) ہوتا ہے اسے آخر میں استعمال کیا جاتا ہے۔ امام حسینؑ کے پاس یقیناً چھوٹی فوج تھی لیکن تین اہم اسلحے تھے۔ ایک کا نام ہے عباسؑ، دوسرے کا نام علی اکبرؑ۔ تیسرے کا نام ہے علی اصغرؑ۔

عباسؑ کون تھے؟ ہو بہو شبیہ علیؑ۔

علی اکبرؑ کون تھے؟ ہو بہو شبیہ رسولؐ،

علی اصغرؑ کون تھے؟ عباسؑ کو بھیج کر حسینؑ نے ثابت کیا کہ یہ لوگ چوتھے خلیفہ کو نہیں جانتے ہیں۔ جس کے شانوں کو انہوں نے قلم کر دیا۔

حسینؑ نے دوسرا اسلحہ پیش کیا اس کا نام ہے علی اکبرؑ۔ علی اکبر شبیہ رسول تھے۔ اگر یہ مسلمان ہوتے تو کبھی علی اکبرؑ پر حملہ نہ کرتے۔

ہم شبیہ علم کا اتنا احترام کرتے ہیں لیکن جو رفتار و کردار و شکل وصورت میں رسول سے مشابہ تھا (اس کے ساتھ فوجِ یزید نے کیا عمل کیا)۔ حسینؑ نے ثابت کیا اور مورخ سے کہا کہ لکھو کہ فوجِ یزید میں کوئی محمدؐ کا ماننے والا نہیں تھا۔

اب حسینؑ ثابت کرنا چاہ رہے تھے کہ آیا یہ لوگ انسان بھی ہیں یا نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ ننھے سے بچے کو مقتل میں لائے۔

کل آپ ایک دوسرے کو سلام نہیں کریں گے بلکہ کہیں گے۔

''اَعْظَمَ اللّٰہُ اُجُوْرَنَا وَ اُجُوْرَکُمْ بِمَصَابِنَا الْحُسَیْنِؑ''

ہمارے اور تمہارے اجر کو حسینؑ کے غم میں اللہ زیادہ کرے۔ یعنی آپس میں پرسہ

دینا ہے:

تمہیں معلوم ہے علی اکبرؑ شہید ہو گئے! تمہیں معلوم ہے حسین مظلوم شہید ہو گئے!

جب آپس میں کسی کی میت پر رشتہ دار ملتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟۔

ہائے ہمارے بابا! اسی طرح ہمیں ملتے ہوئے کہنا چاہئے: ہائے ہمارا حسینؑ!

حکم ہے کہ مقتل بیان ہو اور ہم دنیا کو بتائیں کہ ہمارا مولا کتنا عظیم ہے۔ میرا مولا حسینؑ اس آخری اسلحہ کو لایا جس کا نام علی اصغرؑ ہے۔ ثابت کرنا چاہ رہے تھے کہ تاریخ والو لکھو کہ یہ لوگ انسان نہیں تھے۔

بچے کو لائے۔ ادھر سمجھا جا رہا تھا کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں۔ حسینؑ نے عبا کو ہٹایا اور کہا: یہ بچہ ہے اور پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے۔ اسے پانی پلا دو۔

بچہ کے نام سے کافر بھی لرز جاتا ہے۔ کفار بھی پانی دیتے ہیں۔ مگر وہاں سے کسی نے جواب نہ دیا۔ حسینؑ نے جلتی ریت پر بچے کو لٹایا: اگر تم سمجھتے ہو کہ اس کے بہانے میں پانی پی لوں گا تو تم خود آ کر اس بچے کو پانی پلاؤ۔ کوئی نہیں آیا۔ حسینؑ نے بچے کو گود میں لیا: اے میرے فرزند تم بھی اپنی حجت کو پورا کرو۔

بچہ نے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری۔ ایک مرتبہ مقتل میں تلاطم ہوا۔ یزید کی فوجیں سر کو پیٹ پیٹ کر رو رہی تھیں۔ عمرِ سعد نے دیکھا کہ ان ناریوں کو حسینؑ نے جھنجھوڑ دیا ہے۔ علی اصغرؑ نے ایسی جنگ لڑی ہے کہ ساری انسانیت لرز رہی ہے۔ دیکھا کہ انقلاب آیا چاہتا ہے۔ حسینؑ نے اپنا قوی ترین اسلحہ استعمال کیا ہے۔

آواز دی: **حرملہ اقطع کلام الحسین**۔ اے حرملہ حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔

تاریخ یہ کہتی کہ حرملہ نے کمان میں تیر لیا۔ ہاتھ کانپنے لگے دوسری مرتبہ کمان میں تیر لیا، ہاتھ کانپنے لگے۔ کسی نے پوچھا ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں؟۔

کہا: تمہیں نہیں معلوم جب بھی میں نشانہ باندھتا ہوں رسول اللہؐ اپنا گلا پیش کر دیتے ہیں۔

مقاتل لکھتے ہیں کہ سب سے قوی تیر انداز حرملہ تھا اور جب تیر چھوڑتا تھا تو وہ سات دیواروں کو چیرتا ہوا گزر جاتا تھا۔ چھوٹے بچے کے لئے اتنا قوی تیر انداز، اب سمجھئے علی اصغرؑ کتنے قوی ہیں۔

تاریخ کہتی ہے: ادھر سے تیر چلا، علی اصغر کا گلا چھدا، حسینؑ کا بازو چھدا۔ حسینؑ نے خون چلو میں لیا۔ چاہتے ہیں کہ زمین پر ڈالیں۔ آواز آئی حسینؑ اگر اسے زمین پر ڈالو گے تو قیامت تک ایک دانہ نہیں اُگے گا۔ حسینؑ چاہتے ہیں آسمان پر پھینک دیں۔ آواز آئی: حسینؑ اگر یہ خون اوپر آیا تو قیامت تک رحمت نہیں برسے گی۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

حسینؑ نے خون چہرے پر ملا۔ مدینہ کا رخ کیا۔ نانا میں اسی حالت میں آرہا ہوں۔

آج کی رات حسینؑ پر رونے کی رات ہے۔ فاطمہؑ کو پرسہ دینے کی رات ہے۔

حسینؑ کے ہاتھ میں ننھا بچہ ہے اب سوچ رہے ہیں کہ اسے ماں کے پاس لے جاؤں یا دفن کروں۔ کل آپ اعمالِ عاشورہ کریں گے تو ایک مقام پر آپ سات مرتبہ آگے بڑھتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ کیا ہے؟

جب حسینؑ ننھے بچے کی لاش لئے ہوئے آگے بڑھتے تھے کہتے جاتے تھے۔

شیعتی یا لیت کونی یوم عاشورہ۔

علی اکبرؑ کی شہادت پر شیعوں کو یاد نہیں کیا، عباسؑ کی شہادت پر شیعوں کو یاد نہیں کیا لیکن ننھے علی اصغرؑ کی شہادت پر شیعوں کو یاد کیا۔

یہاں ایک روایت یہ ہے کہ تلوار سے قبر کھودی اور ننھے علی اصغرؑ کو دفن کر دیا۔

تاریخ کہتی ہے کہ خیمہ گاہ کے قریب حسینؑ پہنچے، رباب کو نہیں پکارا۔ آہستہ سے کہا: بہن زینبؑ، کیونکہ رباب انتظار کررہی تھی۔

دوڑتی ہوئی آئی: میرے والی! میرے بچے نے پانی پی لیا؟

نگاہ حسینؑ کے چہرے پر پڑی کہا: یہ خون کاہے کا ہے؟

حسینؑ نے کچھ نہیں کہا۔ عبا کے دامن کو ہٹایا۔

ماں نے کہا: کیا تجھ جیسے بچے بھی نحر کردیئے جاتے ہیں؟

مجلس دوازدھم

تربیت اولاد کے عنوان سے آخری تقریر ہے۔ جو باتیں کہی گئی ہیں۔ ان پر آئندہ نسلوں کی رہنمائی کی لئے ہم سب کو بہت کام کرنا ہے۔ آج Conclusion، میں اختتام میں، جو باتیں آپ کے سامنے پیش کرنے جارہا ہوں وہ اسی سورہ لقمان کی آیتیں ہیں جو حضرت لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحتیں کیں۔

حضرت لقمانؑ فرمارہے ہیں: کہ اے بیٹے کبھی شرک نہ کرو۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ ہر گناہ خدا معاف کردے لیکن شرک کو خدا معاف نہیں کرتا۔ اس کے بعد جو آیتیں آرہی ہیں ان میں اللہ اپنا بیان دے رہا ہے۔ اس کے بعد پھر وصیتیں ہیں حضرت لقمان کی:

”ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علی وهن و فصاله فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیرO وان جاهداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما و صاحبهما فی الدنیا معروفا و اتبع سبیل من اناب الیّ ثم الیّ مرجعکم فانبّئکم بما کنتم تعملون“ (سورہ لقمان آیات ۱۴۔۱۵)

بہت خوبصورت ہے قران۔ میں وصیت کرتا ہوں آپ حضرات کو، روزانہ قران کی تلاوت ضرور کیا کیجئے، Translation کے ساتھ۔ معصوم کی recommendation تو fifty آیات کی ہے۔ انسان کو کم از کم کچھ آیات ضرور پڑھنی چاہئیں۔ اس لئے کہ ہر کتاب میں شک ممکن ہے مگر قران میں نہیں ۔ ہر کتاب تھیوری ہے قران تھیوری نہیں۔ ہر کتاب illusion ہے قران knowledge ہی نالج ہے۔ ''لاریب فیه هدی للمتقین''۔

جن آیتوں کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں حضرت لقمانؑ نے شرک سے رکنے کی نصیحت کی۔ اس کے بعد خدا نے اپنی طرف سے نصیحت کی۔اس کے بعد پھر قران نے حضرت لقمانؑ کی دس نصیحتیں دہرائیں۔ ان شاء اللہ آج کی مجلس میں ان آیتوں کو دہرایا جائے گا۔ اور بچہ کی تربیت کے سلسلے میں ہی۔

بہت سے نوجوان ہم سے سوال کرتے ہیں کہ مولانا topic wise قران ہوتا۔ ہم لوگ قران کو کھولتے۔ Topic پر چلے جاتے۔ یہ کیوں نہیں ہے۔

قران کی ترتیب دو طرح کی ہے۔ ایک ہے مدّی اور ایک ہے ترتیلی۔ اس کو اچھی طرح سے سمجھیں۔ میں بڑے بڑے الفاظ استعمال کر کے آپ پر دھونس جمانا نہیں چاہتا۔ صرف بتانا چاہتا ہوں کہ قران میں ترتیب کیوں نہیں ہے۔ حکمت کیا ہے۔ قران میں mixture ہے، Appendix نکال دیا، کتاب کے مروجہ اصولوں کی پاسداری نہیں کی۔ ایسا کیوں ہے؟ قران ہے کتابِ ہدایت۔ اب قران جب کبھی قصہ بیان کرتا ہے تو پلٹ کر وہ ہدایت کی طرف آتا ہے۔ About 286 stories قران کے اندر ہیں، دوسو چھیاسی تقریباً قصے موجود ہیں۔

جب کبھی قران کوئی قصہ بیان کرتا ہے تو اس کے پیچھے philosophy ہے۔ مثال کے طور پر نمازِ غفیلہ پڑھنے والے کے لئے حدیث میں ہے کہ جو کوئی نمازِ غفیلہ پڑھتا ہے اس کی زبان سے نکلے ہوئے جملے کبھی رد نہیں ہوتے۔ نمازِ غفیلہ میں پہلی

رکعت میں الحمد کے بعد جو آیت پڑھنی چاہیئے وہ ہے ''وذو النون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن نقدر عليه فنادیٰ فی الظلمات ان لااله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین'' اب یہاں پر قصہ کس کا ہے حضرت یونسؑ کا۔ اب آیئے فلاسفی۔ ''انی کنت من الظالمین'' کی فلاسفی کیا ہے؟ فنجیناہ ہم نے اسے نجات دی۔ جس نے ہمیں پکارا اسے ہم نے نجات دی۔ قصہ پرانا ہے۔ قران میں کیوں ہے؟۔ اس کے بعد ہے ''وکذالک ننجی المومنین'' اسی طرح سے ہم مومنین کو نجات دیتے ہیں۔ یہ continous ہے یہ نہیں کہ ایک بار ہوگیا اور ختم ہوگیا نہیں مسلسل ہے۔

اس بات کو آپ ذہن میں رکھئے کہ قران ماضی کی کتاب نہیں ہے یہ کتابِ استمرار ہے continuous ہے۔ اب بھی اگر ویسے ہی عمل کریں جیسے یونسؑ نے کیا تھا تو آپ کی ویسے ہی مدد ہوگی جیسے یونسؑ کی ہوئی تھی۔ چونکہ کتابِ ہدایت ہے قران اس لئے خدا قصہ بیان کرتے کرتے اس کی ہدایتی پہلو کو ابھارتا رہتا ہے۔ مثلاً اگر آپ جواہرات سے واقف ہیں اور آپ کے سامنے یاقوت، زمرد، موتی، سب mix کر کے ڈال دیئے جائیں آپ ایک کو اٹھا کر دیکھیں تو اس کی آب وتاب اور خوبصورتی سے متاثر ہوتے ہیں فوراً ہی دوسرا سامنے آجاتا ہے جو اس سے زیادہ خوش رنگ اور چمکدار ہے۔ ابھی اس کے دیکھنے سے سیری نہیں ہوتی کہ تیسرا جوہر سامنے آ گیا۔

قران میں بھی اسی طرح ہے ابھی آپ ایک آیت سے لطف اندور ہو رہے ہیں کہ نئے زاویوں کے ساتھ ایک اور آیت آپ کے سامنے آجاتی ہے۔ جو نیا سرور دیتی ہے اور نیا message دیتی ہے چنانچہ ''ووصینا الانسان بوالدیه احسانا'' (سورہ احقاف آیت ۱۵) ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے۔ بہت سے لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں ان کا شکریہ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا! آپ نے اولاد کے بارے میں تو بیان کیا لیکن ماں باپ کے بارے میں بچوں کے جو فرائض ہیں وہ نہیں بیان کیئے۔ میں نے اس کا جواب پہلے بھی دیا ہے۔ میں

جہاں کہیں جاتا ہوں یہی خواہش ہوتی ہے ماں باپ کے حقوق بیان کیجئے۔ یہ کسی بزرگ نے نہیں کہا کہ یہ بتایئے کہ ہمارے فرائض کیا ہیں۔ اس لئے میں نے یہ عشرہ بچوں کے لئے وقف کیا تھا۔ والدین کے لئے تو آپ ماشاء اللہ کئی مجلسیں سن چکے ہیں۔ مسلسل سنتے ہی رہتے ہیں۔

تو یہاں اللہ وصیت کر رہا ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ اور اللہ رے لطافت قرانی! پھر سورہ لقمان کی طرف واپس جاتے ہیں۔

''ووصینا الانسان بوالدیه' اب ماں کا تذکرہ کر رہا ہے خدا کہ ماں کون ہے۔

''حملته امه وهنا علی وهن'' جس نے تمہیں اپنے شکم میں اٹھا کر تکلیف برداشت کی۔

''وفصاله فی عامین'' اور دو سال تک اپنے خونِ جگر سے تمہیں پالا۔

''ان اشکرلی ولوادیک'' پہلے میرا شکریہ ادا کر کہ میں نہ ہوتا تو یہ نہ ہوتے پھر ان کا شکریہ ادا کر کہ یہ نہ ہوتے تو تو بھی نہ ہوتا۔

''اِلَی المصیر'' مگر فلاسفی کبھی نہ بھول، تجھے پلٹ کر آنا میری ہی طرف ہے۔ اس کے بعد اور آیات کہ limitation کیا ہیں ماں باپ کی اطاعت کی۔ تو قران بتا رہا ہے۔

''وان جاهداک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم''

(سورہ لقمان آیت ۱۵)

اگر تمہارے ماں باپ تم سے جھگڑا کر رہے ہیں، تم پر pressure ڈال رہے ہیں کہ شرک کرو جس کا علم تمہیں نہیں ہے۔

''فلا تطعهما'' تو ان کی اطاعت نہ کرو۔ تو معلوم ہوا کہ ماں باپ کی قدر اس وقت تک ہے جب تک وہ شریعت کی حدود میں ہیں جب شریعت کی حدود سے باہر گئے تو ماں باپ کوئی نہیں ہیں۔

کوئی ماں اگر کہے کہ بیٹی دیکھو تمہاری شادی نہیں ہوئی تم چادر مت پہنو، جب تک تم اپنے کو نہیں ظاہر کروگی کوئی نوجوان تمہیں پسند نہیں کرے گا۔ بیٹی کہے گی : I am very sorry mother یہاں پر میں آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس لئے کہ قران کہتا ہے ''**فلا تطعهما**''۔

نوجوان کو باپ کہہ رہا ہے۔ یہ ڈاڑھی کیا لگائی ہے تم نے clean کرو اسے صورت تو نظر آئے۔ وہاں حکم سننے کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ دعوتِ شرک ہے۔

شریعت کے خلاف جب کبھی ماں باپ آواز دیں یا مثلاً بیوی یہ کہے۔ Honey I love you مگر تمہاری ڈاڑھی بہت خراب ہے۔ آپ نے سوچا محبت میں تو بہت کچھ قربان کردیا جاتا ہے چنانچہ آپ نے ڈاڑھی قربان کردی۔ اس طرح سے کوئی عورت پردہ کرنا چاہتی ہے مگر وہ کیسا مرد ہے میں آج تک نہیں سمجھا جو اپنی موٹر سائیکل کے پیچھے بٹھا کر کہتا ہے یہ دیکھو یہ میری بیوی ہے۔ میں آج تک نہیں سمجھا کہ logic کیا ہے۔ خدانخواستہ اس مرد سے یہ کہیں: تمہاری بیوی بہت خوبصورت ہے۔ فوراً طماچہ مارے گا۔ ارے بھئی تم نے خود ہی تو پیچھے بٹھا کر دکھایا ہے؟

اگر عورت کو پردہ کی ضرورت پڑرہی ہے، واجب ہے، تو مرد اس میں بول نہیں سکتا۔ مرد اگر ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہے تو بیوی اس میں بول نہیں سکتی۔ اس طرح قران اپنی بات آگے بڑھاتا ہے۔

''**وصاحبهما فی الدنيا معروفا**'' دنیا میں ان دونوں کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ اور آگے آیئے ''**واتبع سبيل من اناب الی**''

اس کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف موڑ دے۔

جس گھر میں ماں باپ کے درمیان جھگڑے ہوتے ہیں وہاں بچے بہت miserable condition سے گزرتے ہیں۔ ان کی تربیت کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اسی لئے میری اپنے بھائیوں اور بہنوں سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اختلافی صورت ہوتو

آپ کسی ایسے کمرے میں چلے جائیں جہاں سے آواز بچوں تک نہ پہنچے وہاں جو کچھ گفتگو کرنی ہو کر لیجئے لیکن باہر مسکراتے ہوئے نکلیے۔ باہر بچوں کو معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ آپ جھگڑ رہے تھے۔

اگر آپ نے بیوی کے ساتھ جھگڑا شروع کیا تو بچہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ وہی کرے گا۔ اس لئے کہ وہ کہے گا کہ Justification ہے میرا باپ کرتا رہا اس لئے میں بھی کروں گا۔ اسی لئے آج کے اسکالرز کہتے ہیں' psychologist کہتے ہیں کہ جو بچے Violence میں پلتے ہیں وہ Violence کے ذریعے ہی اپنی بات کو منواتے ہیں۔ اسلام میں اسی لئے اس کی اجازت نہیں ہے۔

میں آپ کو اپنی فیملی کو آسمان سے اونچا لے جانے کا ایک گر دیتا ہوں۔ کبھی بھی بیوی کے ساتھ جھگڑا نہ کیجئے اس لئے کہ جتنا آپ بولیں گے اتنا وہ ذلیل ہو جائے گی۔ جتنا کم بولیں گے اتنا اثر زیادہ ہوگا۔

مثلاً آپ باہر سے آئے۔ کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے دو لقمے لئے دیکھا کہ نمک بہت زیادہ ہے۔ فوراً آپ چیخے: آخ تھو چھے! یہ کیا ہے؟۔ بیوی بھی کہے گی:

میں صبح سے بچوں کے ساتھ مر رہی ہوں۔ کھانا ہے تو کھاؤ ورنہ دفع ہو جاؤ!

ایک زمانہ تھا کہ بیویاں شوہر کی زیادتیاں برداشت کر لیتی تھیں۔ آج کل کی عورتیں تو سننے والی نہیں ہیں۔ Weman rights کی بات ہو رہی ہے۔ تو اس زمانے میں کیا کرنا چاہئے؟۔ میں اگر اس جگہ پر ہوں گا تو ایک بڑا سا گلاس پانی کا رکھ لوں گا بہت بڑا گلاس، Extra ordinary اور اس کے بعد ایک لقمہ لیجئے ایک گھونٹ لیجئے ایک لقمہ لیجئے ایک گھونٹ لیجئے۔ پریشان ہو جائے گی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

عورتیں بھی اگر مرد سے کوئی بات منوانا چاہ رہی ہیں تو اگر بولتی رہیں گی تو کام ہونے والا نہیں ہے۔ بچوں کی تربیت میں ماں باپ کے درمیان صلح صفائی بہت ضروری ہے۔ اگر باپ نے غصہ دکھایا، بچہ بھی غصہ سیکھے گا۔ اگر باپ نے logic بتائی، بیوی سے

گفتگو کر کے اپنا point of view واضح کیا تو بچے بھی یہی سیکھیں گے۔

اچھا ماں باپ بھی بچوں کے درمیان پستے ہیں۔ مثلاً ایک بچہ آپ کا پانچ سالہ ہے ایک دس سالہ ہے۔ پانچ سالہ بچہ روتا ہوا آتا ہے کہ بھائی نے مارا ہے۔ کیا کرنا چاہئے؟ عموماً جو reaction ہوتا ہے۔ فوراً آپ چیخ کر بڑے کو بلاتے ہیں اور نہ پوچھا نہ گچھا دو چار تھپڑ مار دیئے۔ اب یہ چھوٹو کیا کرتا ہے؟ اچھا جب کبھی بھائی سے بدلہ لینا ہو تو تھوڑا سا جھوٹ موٹ روؤں، کام بن جائے گا۔

اسی لئے psychologist کہتے ہیں کہ کبھی بچے کو اس وقت punish نہ کریں بلکہ چھوٹے سے کہیں: ابھی جاؤ میں بڑے سے پوچھوں گا اور بعد میں اس کا فیصلہ ہوگا۔ اس کے بعد جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے پھر دیکھیں کہ کس کی غلطی تھی۔

اگر بڑے کی غلطی ہو تو اس سے کہیں کہ چھوٹے سے sorry کرے اور کہے ''میں معافی چاہتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی۔'' تو بچے شروع سے ہی logic سیکھیں گے کہ مارنا کوئی اچھی چیز نہیں ہے بلکہ بات کرنا چاہئے۔ معافی مانگنا چاہئے۔

حدیث میں ہے ''**کل فی الفتنة کا بن البن لا ظهر فیه فیرکب لا ضرفیه فیحلب**'' جب کبھی فساد ہو تو قریب نہ جائیں۔ فرض کیجئے کہ دو بڑے لوگ لڑ رہے ہیں۔ کبھی ان کے قریب نہ جائیں۔ ٹھنڈے ہو کر آپ کے پاس آئیں تو بولیں۔ اس لئے کہ لڑتے وقت کوئی سننے والا نہیں ہے۔ تو آپ کو ایسے وقت خاموش رہنا ہے۔

بعض اوقات اس کا الٹا اثر ہوتا ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔ ہمیں بھی معلوم ہے آپ کو بھی معلوم ہے۔ آپ کے خاندان میں بھی ہے، میرے خاندان میں بھی ہے۔ سب جگہ ہے۔ بعض گھروں میں پریشانیاں ہیں یعنی فکری توازن نہیں ہے۔ بیوی کچھ اور چاہتی ہے شوہر کچھ اور چاہتا ہے۔ تو بچے پس کر رہ جاتے ہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ بچے یا تو انہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں یا اتنے Confuse ہوتے ہیں کہ ان کے چہروں سے غم و رنج کے آثار محسوس ہوتے ہیں۔

اس لئے میرا ایک جملہ سن لیجئے کہ بچے پیدا ہونے سے پہلے آپ اپنے لئے جئیں لیکن بچے پیدا ہونے کے بعد آپ بچوں کے لئے جئیں۔ معصوم بچوں کی وجہ سے سارے جھگڑے بھلا دیجئے اور آپس میں انصاف سے پیش آیئے۔

ایسے موقع پر جب باپ کچھ کہے اور ماں کچھ کہے اور جھگڑا ہو رہا ہو تو قران کیا کہتا ہے: ''واتبع سبیل من اناب الیّ'' جو میری طرف دعوت دے رہا ہے اس کی اتباع کرو۔

جب ماں باپ لڑ رہے ہوں ایک حق پر ہو اور اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہو تو خدا کہہ رہا ہے کہ اسی کی اتباع کرو۔

''ثم الیّ مرجعکم'' پھر تم میری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔

''فانبئکم بما کنتم تعملون'' (سورہ لقمان آیت ۱۵) اور خدا تنبیہ کرتا ہے کہ تم جو بھی کرتے ہو خدا اس سے اچھی طرح سے واقف ہے۔ یہ ہوگیا بیچ کا سینڈوچ۔

سامنے کی حضرت لقمان کی نصیحت۔ بیچ میں خدا کہہ رہا ہے والدین کے ساتھ نیکی۔ اب پھر حضرت لقمان شروع کرتے ہیں۔ یہاں پر بڑی مزیدار آیتیں ہیں اللہ رے! اور میں نے اشارہ کیا تھا ایک حکیم، واعظ کی گفتگو جب خدا کو پسند آتی ہے تو وہ زینت قران بن جاتی ہے۔

''یابنی انها ان تک مثقال حبّة من خردل فتکن فی صخرة اوفی السمٰوٰت او فی الارض یات بهاالله ان الله لطیف خبیر'' (سورہ لقمان نمبر ۱۶ آیت ۱۶)

اے میرے بیٹے جب عمل کرو تو بہت ہوشیار رہو۔ کیوں؟ ۔خردل عربی میں رائی کو کہتے ہیں۔ اگر اتنی بھی نیکی کبھی کی ہوگی اور وہ پتھر کے اندر چھپی ہوئی ہو خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں خدا اس کو تمہارے سامنے لائے گا۔

''فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ٥ ومن یعمل مثقال ذرة شراً یرہ''۔

(سورہ الزلزال آیات ۷۔۸)

جس نے ذرا سی نیکی کی ہوگی اس (کی بھلائی) کو دیکھے گا اور جس نے ذرا سی بدی کی ہوگی اس (کی برائی) کو دیکھے گا۔

''ان اللہ لطیف خبیر'' خدا بہت لطیف، بہت خبر رکھنے والا ہے۔ وہ تمہارے دل میں گزرنے والے خیالات سے بھی واقف ہے۔ چنانچہ دل میں برے خیالات کبھی نہیں لانا چاہئیں۔ یلو لائٹ کس لئے آتی ہے warn کرنے کے لئے کہ ریڈ لائٹ آرہی ہے۔ دل کے خیالات وارننگ دے رہے ہیں کہ گندی حرکات نہ کرو۔ تو دل میں برے خیالات لاؤ ہی نہیں۔ کوشش کرو کہ دل میں برے خیالات نہ آئیں۔

یہاں دوسری نصیحت: ''یا بنی اقم الصلوٰۃ'' بیٹے نماز کو قائم کرو۔

''وامر بالمعروف'' امر بالمعروف کرو۔

''وانہ عن المنکر''۔ نہی عن المنکر کرو۔

''واصبر علی ما اصابک'' جو تم پر مصیبت آئے اس پر صبر کرو۔

resist کرو، گھبراؤ مت، پریشان مت ہوجاؤ۔ اس لئے کہ دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

''واصبر علی ما اصابک ان ذالک من عزم الامور'' (آیت ۱۷) جو صبر کرتا ہے وہی صاحبِ ارادہ ہے اسی کی قیمت زیادہ ہے۔ اسی لئے سعدی نے کہا ہے۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ حراساں نشود

کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جو آسان نہ ہو لیکن (شرط یہ ہے کہ) مرد ڈرے نہیں، پریشان نہ ہو۔ چند دن ذرا صبر کریں خود بخود مشکلیں حل ہوتی چلی جائیں گی۔ یہ سب positive رخ ہیں۔

اب تک spritualities تھیں یعنی توحید کی باتیں۔ اب آیئے دنیا میں کس

طرح رہنا ہے۔

''ولا تصعرخدک للناس ولا تمش فی الارض مرحاً ط ان اللّٰہ لا یحب کل مختال فخور'' (آیت ۱۸)

اے بیٹے جب راستہ چلو تو سینہ اکڑا کر نہ چلو۔

'ولاتصعر خدک' ''خد'' گال کو کہتے ہیں آپ نے پھلا لئے۔اس لئے کہ ٹائی لگالی ہے، تھری پیش سوٹ پہن لیا ہے۔اچھی گاڑی چلا رہے ہیں۔

'ولاتصعر خدک' اپنے چہرے کو پھلاؤ اور سینے کو تانو نہیں۔

فخور شیخی خورے، مختال دھوکے باز اللہ کو پسند نہیں۔تو دولت جب بھی آتی ہے انسان یا تو شیخی خورہ بن جاتا ہے یا دھوکہ باز۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ دولت حاصل نہ کیجئے۔ دولت حاصل کیجئے لیکن یہ نہ کیجئے۔سر اٹھا کے نہ چلو، غرور سے نہ چلو، سینہ پھلا کے نہ چلو۔اچھا تو کیا سر جھکا کے مجبور ولا چاری کی شکل بنا کر چلیں؟ نہ بلکہ **'واقصر فی مشیک'** (آیت ۱۹)

اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کرو۔ نہ اکڑے ہوئے نہ جھکے ہوئے، سرزمین کی طرف، نظریں ملاؤ نہیں۔

''واغضض من صوتک'' اپنی آواز کو ہلکا رکھو کیونکہ۔

ان انکر الاصوات لصوت الحمیر 'سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

تو جب بھی بات کرو بہت ملائمت سے خصوصاً بیوی کے ساتھ۔بعض لوگ بات کرتے ہیں تو پورے محلے والے جاگ جاتے ہیں۔اس طرح سے نہ کرو۔

یہ دس نصیحتیں ہیں جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی ہیں اور یہ بچوں کی تربیت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔اب اسے adopt کرنا ہے اپنی زندگی میں۔ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں۔

چوتھے امام نے فرمایا کہ ہر لمحہ جو تمہارے سامنے گزر رہا ہے وہ تمہارے لئے سبق ہے۔ اگر تم سبق حاصل کرنا چاہو۔ میں نے دبئی میں دیکھا، امریکہ کے کئی شہروں میں دیکھا، افریقہ میں دیکھا۔ بچے ماشاء اللہ مرثیے، سلام پڑھتے ہیں۔ افریقہ میں دیکھا Transliteration، امریکہ میں دیکھا Transliteration، یورپ میں دیکھا Transliteration، یعنی بات اردو والی لیکن زبان انگلش، اچھا میں سمجھتا تھا کہ کم از کم کراچی میں ہمارے بچے اردو سے واقف ہوں گے۔ اس لئے کہ زبان یہاں ہے۔ امریکہ میں تو خیر اردو پڑھانے والا نہیں ہے۔

صرف اسے پانچ مزید letters، حروفِ تہجی کے یاد کرنے ہیں اگر ٹیچر صحیح ہو تو Ten classes میں اردو سکھا سکتا ہے۔ کیوں کہہ رہا ہوں؟ اس لئے کہ ہمارے پاس اسلام کی جو knowledge ہے وہ عربی میں ہے اور عربی ہم میں سے کسی کو نہیں آتی۔ Second step فارسی ہے جتنے بھی علوم ہیں وہ فارسی میں ہیں۔ وہ بھی ہمیں آتی نہیں ہے۔ تیسرے step میں اگر ہمیں کچھ معلومات کا خزانہ مل سکتا ہے تو وہ زبانِ اردو ہے۔ اگر ہم نے اس کو neglect کیا تو دوسروں کو سبق دے نہیں سکتے۔

میری خواہش ہے کہ اس سلسلے میں کام ہونا چاہئے۔ اور دوسرا step یہ کہ ان نشاء اللہ عربی بھی سیکھئے۔ میں نے یہاں پاکستان میں اور ہندوستان میں بھی دیکھا ہے کہ گھر میں اردو اخبار نہیں آتا ہے اور آتا ہے تو ۔۔۔۔۔۔ میں نے اشعار پڑھے تھے۔

تیرا وجود سراپا تجلئ افرنگ — کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر

میں جب کبھی بمبئی ایرپورٹ پر جاتا ہوں وہ دیکھتے ہیں ایک بہت دبلا پتلا آدمی ہے کچھ پڑھا لکھا معلوم بھی نہیں ہوتا صورت سے۔ وہ لوگ کہتے ہیں ہیا۔ ہیا۔ یعنی ڈانٹتے ہیں۔ جس کا سلاّ اس کا اللہ۔ بیٹھئے بیٹھئے یہاں پر تمہارا reservation نہیں ہے۔ اور جیسے ہی میں ایک انگلش کا جملہ کہتا ہوں۔ ?What did you say۔

تو فوراً کہتے ہیں O! I am sorry, dont worry about it بیٹھئے

پریشان نہ ہوئیے۔ میں کہتا ہوں کہ انگریز کو بھگانا آسان ہے انگریزیت کو بھگانا مشکل ہے۔

اسلام کہتا ہے انسان کو بھگانے کا نام اسلام نہیں ہے۔ Ideology کو بھگانے کا نام اسلام ہے۔"الم اعهد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انه لکم عدو مبینo وان اعبدونی ط هذا صراط مستقیمo "(سورہ یٰسن آیات ۶۰۔۶۱) یہ آیت ذرا الٹی ہونی چاہئے تھی۔ بے حد معافی چاہتا ہوں۔ کیسے ہونی چاہئے تھی۔"الم اعهد الیکم یا بنی اٰدم۔ وان اعبدونی ط هذا صراط مستقیمo لا تعبدوا الشیطان" ایسے ہونے چاہئے تھی نا! خدا کو پہلے اپنی عبادت کی طرف دعوت دینی تھی پھر شیطان سے بچنے کی دعوت دینی تھی۔نہیں ۔ خدا نے کہا پہلے شیطان سے بچو۔

میں افریقہ کے ایک شہر میں مجلس پڑھ رہا تھا وہاں ایک صاحب نے کہا: کہ آپ بسم اللہ سے مجلس نہیں شروع کرتے!۔ میں نے کہا خدا کا حکم ہے۔

کہنے لگے: کیا کہہ رہے ہیں آپ؟۔

میں نے کہا :ہاں خدا کہہ رہا ہے"فاذا قرائت القران فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم" (سورہ نحل آیت ۹۸) جب قران پڑھو تو پہلے شیطان کو ہٹاؤ تو رحمان آئے گا۔

تو اس سلسلے میں کام ہونا چاہئے۔ اور دوسری request۔ جو لوگ میری تقریریں Internet پر سن رہے ہیں ہر جگہ میں نے کہا ہے کہ ہمارے پاس بہت سی چیزیں traditional بن گئی ہیں اسی لئے میں نے کوشش کی ہے کہ traditional مجلس نہ ہو۔ بلکہ ایسا ہو کہ یہاں سے انسان کچھ لیکر جائے۔ دعائے کمیل کا سلسلہ خصوصاً انقلابِ اسلام کے بعد بہت تیزی سے پھیلا۔ بہت اچھا ہے لیکن معذرت کے ساتھ کہ ایک اندھے حافظ کی طرح۔

اندھے حافظ کو پڑھاتے اس لئے ہیں کہ اسے ایک روز میں پورا پارہ ختم کرنا

ہے۔ اگر وہ ادھر ادھر دیکھے گا تو پارہ کیسے ختم ہوگا۔ اسی طرح شب جمعہ میں ہم سے کہا جاتا ہے کہ مولانا! ہمارے پاس صرف اتنے منٹ ہیں دعائے کمیل کو ختم کرنے کے لئے۔ کس نے کہا ختم کرنے کے لئے؟ مولاؑ کی دعا کا ایک ٹکڑا روزانہ پڑھئے۔ روتے جائیے سمجھتے جائیے۔ سال میں پوری دعائے کمیل ختم کر لیجئے۔ سمجھ کر پڑھیں گے تو کامیابی ہوگی۔

بعض برادران نے خواہش کی ہے میرے Email کے لئے وہ ہے Baqribhu @ hom.com. Baqri @ hom.com۔

تو حضرتِ لقمان کی پوری ہدایتوں اور پوری تربیت کا خلاصہ توحید ہے۔ ذاتِ پروردگار کو محور بنانا ہے اپنی زندگی میں۔

اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں مسبب الاسباب، causes of all cause خدا کو سمجھے۔ اس کو سمجھئے۔

''مولانا! میں آرہا تھا گاڑی میں۔ اگر میں بریک نہ لگاتا تو ٹکر ہوگئی تھی''۔

''بائیک پر آرہا تھا اگر میں نے ذرا سا ٹرن نہ کیا ہوتا تو میرا ایکسیڈنٹ ہوجاتا''۔

''میں چل رہا تھا اگر میں نے چھلانگ نہ ماری ہوتی تو آج میں آپ کے سامنے نہ ہوتا''۔

زندگی میں ہم لوگ یہی کہتے ہیں نا! ۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اگر میں نے ایسے نہ روکا ہوتا۔ اگر میں نے break نہ مارا ہوتا۔

مولا نے کیا کہا: ''کم من قبیح سترته. کم من فادح من البلآء اقلته، کم من عثار وقیته کم من مکروه دفعته، کم من ثنآء جمیل لست اهلاله نشرته''۔

پروردگارا! کتنی مصیبتوں کو تو نے ٹالا۔ توحید ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ میں آج زندگی بسر رہا ہوں تو میں جی رہا ہوں۔ نہیں آج کی زندگی بھی اسی کی عطا ہے۔

''کم من مکروہ دفعتہ'' بہت سی پریشانیوں کو تو نے دفع کر دیا۔ اس کے بعد عجیب وغریب توحید ہے میرے مولا کی۔ ''کم من ثنآء جمیل لست اھلالہ نشرتہ'' میری تعریف جو دنیا والوں کی زبانوں پر جاری ہے یہ بھی تو نے جاری کروائی ہے۔

اسلام کی یہ توحید اگر سمجھ میں آجائے تو منبر پر جانے والا، شاعر ہو، مرثیہ خواں، کوئی مغرور ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ وہ نہیں بول رہا ہے اس کا خدا بلوا رہا ہے۔

یہ ہوا تربیت کا ایک رخ۔ اب آخری لمحات میں تربیت کے fundamentals بتلانا چاہ رہا ہوں۔ یہ کیا ہیں۔ reward اور punishment۔ جزا اور سزا۔

animals کو جو train کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا شارک کو train کرتے ہیں، dolphin کو ٹرین کرتے ہیں۔ ابھی تک یہ خیال تھا کہ یہ trainer اس وقت reward دیتے ہیں جب وہ مچھلی یا جانور ان کے کہنے پر act کرتا ہے۔ reward لینے کے بعد اسے یاد ہو جاتا ہے کہ اگر میں یہ کروں گا یا کروں گی تو مجھے یہ ملنے والا ہے۔ اب تک یہی فلاسفی تھی۔ اور punishment کب ہوتی ہے؟۔ اگر جو کہا جا رہا تھا وہ نہیں کیا تو جو دینا تھا وہ انعام نہیں دیں گے۔ مثال کے طور پر ڈولفن سے کہا گیا کہ تم اس طرح سے چھلانگ مارو اگر اس نے چھلانگ نہیں ماری تو اسے جو چیز ملنے والی ہے وہ نہیں ملے گی لیکن جیسے ہی چھلانگ ماری اسے وہ چیز ملے گی۔

اب تک کی فلاسفی اور تھیوری یہ تھی کہ جانور جو act کر رہا ہے وہ reward لینے کے لئے عمل کر رہا ہے لیکن آج کی تھیوری یہ ہے کہ نہیں اس وقت جو جانور عمل کر رہا ہے وہ اس reward کی وجہ سے ہے جو اسے مل چکا ہے۔

اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ آپ کے بیٹے نے کوئی اچھا عمل کیا آپ نے تحفہ دیدیا۔ یہ کمال نہیں ہے کام کرنے سے پہلے تحفہ دیجئے تا کہ کام اچھا کرے۔

سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ recent scholors یہ کہہ رہے ہیں کہ کام کے ختم

ہو جانے کے بعد جزا نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ کام سے پہلے جزا ہونی چاہیے۔

اللہ رے رحیم پروردگار! "واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لاتعلمون شیا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون" (سورہ النحل آیت ۷۸)۔

جب تم ماؤں کے شکموں سے باہر آئے، تمہیں کچھ نہیں معلوم تھا۔ خدا نے تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں، دل دیئے، تاکہ شکر ادا کرو۔ پہلے دیا۔ توجہ کریں۔ یہ نہ سمجھیں کہ جنت ملے گی تو شکر ادا کروں گا جی نہیں۔

"ان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا" (سورہ ابراہیمؑ آیت ۳۴)

اگر نعمتوں کو گننا شروع کرو تو کوئی گن نہیں سکتا۔ شکر جنت کے لئے مت کیجئے جو دیدیا ہے اس کے لئے کیجئے۔

یہ دو fundamentals ہیں۔ reward اور punishment۔

کیا کرنا چاہیے؟ آج میری ایک بہن کہہ رہی تھیں: مولانا! میری ایک بچی کی سات سال سے (شوہر سے قانونی) جنگ ہورہی ہے۔ کیا کرنا چاہئے کیسے divorce کرنا چاہیے۔

ہر گھر میں ایک چارٹ بنانا چاہیے۔ کہ کس وقت بچہ اٹھے گا اور کس وقت کیا کام کرے گا۔ اگر چھ بجے اٹھتا ہے تو چھ سے سات تک کیا کرے گا۔ سات سے آٹھ تک کیا کرے گا۔ آٹھ سے نو تک کیا کرے گا۔ اسکول کب جائے گا۔ اسکول سے واپس آکر کتنا کھیل کا ٹائم۔ کتنا قران کا ٹائم کتنا حدیث کا ٹائم پورے چوبیس گھنٹوں کا چارٹ بنانا چاہیے۔ اور اس کے بعد جتنا اہم کوئی کام ہو اس پر points مقرر کیجئے۔

مثلا نماز کے لئے 20۔ اسکول کے لئے 15۔ اس طرح سے points دینا چاہئیں۔ اور ہر روز بچے سے کہنا چاہیے کہ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے پائنٹ Sum up کرو۔ جو تم نے کیا ہے اس کے پائنٹس اپنے ہاتھ ہی سے لکھنا ہیں۔ اگر تم نے ایک

مہینے میں اتنے Points accumulate کر لئے تو تمہارے لئے یہ benifits ہیں۔ اگر تم نے یہ نہیں کیا تو you lose the benifit

تو اس طرح زبان یا طمانچوں سے آپ بچے کو نہیں سمجھا رہے بلکہ منطق سے بتا رہے ہیں۔ یہ طریقہ ہے انسان کو انسان بنانے کا۔ یہ بہت ضروری ہے خصوصاً سات سال کے جو بچے ہو چکے ہیں اور fourteen years کے بعد بہت ہی delicate situation ہے اس لئے کہ بچہ ماں اور باپ کے برابر ہو چکا ہے اس بچے کو جہاں وزارت کا عہدہ دیا جا رہا ہے وہیں یہ بات بھی کہنی چاہیئے کہ بیٹے! ہمارے گھر کا قانون یہ ہے کہ شام کو دس بجے کے بعد کوئی باہر نہیں رہتا۔ اگر کسی نے اسے violate کیا بغیر کسی وجہ کے یا بغیر بتائے ہوئے تو اس کی سزا یہ ہے۔

یہ گفتگو general ہونی چاہئے اور سارے بچوں کو ایک level سے دیکھنا چاہئے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ نہیں کرنا چاہئے۔ یہ تربیت اولاد کے لئے بہترین طریقہ ہے۔ امید ہے کہ خدا ہمیں اتنی قوت دے کہ ہم ان معصوم بچوں کو معصوم ہی رکھ سکیں۔

میرے لئے دعا کیجئے کہ خدا نے میری گفتگو میں جو اثر دیا ہے وہ میرے کردار کی وجہ سے زائل نہ ہونے پائے۔

'واصبر علی مااصابک'۔ جب اچھے حالات ہوتے ہیں تو بچے کو تربیت دینا بہت آسان ہے لیکن مصیبت میں تربیت دینا بہت مشکل ہے۔ آپ دیکھیں کہ امام حسینؑ نے ان بچوں کی تربیت کس طرح سے کی تھی۔

ہم سب کو جانا ہے مثلاً خدا نے Call کر لیا۔ آیئے تشریف لایئے اور ہم کو معلوم ہو گیا۔ خدا آپ سب کو سلامت رکھے ان شاء اللہ۔ مگر ہم سب کو جانا ہے۔ یہ دنیا رہنے کے لئے نہیں ہے۔ بعض مہلک بیماریاں آ جاتی ہیں۔ ڈاکٹر بتا دیتا ہے کہ اتنے وقت تک جینا ہے۔ اب اس کو relate کیسے کرنا ہے۔ تربیت کے اصولوں میں سے یہ ہے کہ بچے سے اسے relate کیا جائے اور یقین کر لیجئے کہ بچہ بڑوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے بچے

کا resistance زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ war سے جب بچوں کو لے کر آئے ہیں ان حالات کو بڑے دیکھ لیتے تو ممکن ہے کہ دیوانے ہوجاتے۔ لیکن بچے resist کررہے تھے۔ کیونکہ ان کے پاس resisting power زیادہ ہوتی ہے۔

بڑا مشکل مرحلہ بچے کو تربیت کرنا ہے کہ دیکھو فلاں مصیبت آئے گی تو تمہیں کس طرح سے react کرنا ہے۔

اب آیئے پھر ''هم فاطمة و ابوها و بعلها و بنوها'' یہی گھر ہے کہ جس نے نیکیوں کی بھی تربیت کی اور مصیبتوں کی بھی تربیت کی۔ ماں نے یہ بتایا یا نہیں کہ بیٹا تو اس طرح سے شہید ہوجائیگا۔

کسی کا بچہ خدانخواستہ بہت مہلک بیماری میں گرفتار ہوگیا ہے۔ کیسے بیان کریں گے آپ؟ اس کے پاس بیٹھیں گے۔ قصے بیان کریں گے۔ بتائیں گے کہ اس دنیا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اگر آج کسی کو جانا ہے تو کل ہم آرہے ہیں۔ اور وہی آرام کی جگہ ہے۔ یہ دنیا تو پریشانیوں کی جگہ ہے۔ اور وہاں کس کے ساتھ تم رہنے جارہے ہو۔ اس کی ہمت افزائی ہونی چاہئے اور بتانا چاہئے کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے یہ تمہارے لئے آسانیوں کا باعث ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ فاطمہؑ نے کس طرح سے تربیت دی لیکن وہ دونوں بچے بلکہ فاطمہؑ کی پوری اولاد شہادت کے لئے تیار ہورہی ہے۔

آیئے کربلا میں۔ امام حسینؑ نے بچوں کو کیسے تربیت دی ہے کہ calamities جب آئیں، پریشانیاں جب آئیں تو تم کو کیا کرنا ہے۔

بعض مقاتل میں لکھا ہے کہ جب آخری رخصت کے بعد حسینؑ جارہے تھے تو سکینہ کو سینے پر لٹا کر امام حسینؑ نے کہا تھا کہ بیٹی میں جارہا ہوں۔ طمانچے لگیں گے مگر صبر کرنا۔ بیٹی اتنی مصیبت گزرنے کے بعد کبھی نانا کی امت کو بددعا نہ دینا۔

کیا معنی ہیں؟ معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے مقصد کو نہ بھلانا۔ یقیناً یہ مصیبتیں آئیں گی۔

آگ لگے گی، تمہیں طماچے لگیں گے، تمہارے گوشوارے چھینے جائیں گے۔

یہ آسان مرحلہ نہ تھا کہ باپ بیٹی کو اس طرح سمجھائے؟۔ یہ حسینؑ تھے، یہ تربیت کا سلیقہ تھا۔ گھر کے بچوں کو حسینؑ نے ایسا سنوار دیا تھا کہ کربلا کے اس عظیم سانحے کے بعد جہاں دنیا لرز رہی تھی ان بچوں میں استقامت تھی۔ ان بچوں نے دنیا کو بتلایا کہ ہمیں کسی کی فکر نہیں ہے سوائے ذات پروردگار کے مشن کے۔ چنانچہ وہ وقت بھی آیا۔ خدا آپ کے بچوں کو سلامت رکھے۔ خیموں میں آگ لگی۔

ایک بچی کے دامن میں بھی آگ لگی۔ حدیث کہتی ہے۔ وہ بچی آگے بڑھ رہی تھی حمید کہتا ہے کہ میں نے بچانا چاہا مگر وہاں سے تربیت مل چکی تھی۔ آواز دی: اے شخص قریب نہ آنا ہم جل کر مرجائیں گے لیکن کوئی نامحرم ہاتھ نہ لگانے پائے۔

برادران عزیز! کربلا میں کیا ہوا۔ وہ ہوا جو آپ اور ہم کبھی برداشت نہیں کرسکتے۔ چھٹے امام کہتے ہیں کہ اگر ہمارے جد کے صحیح مصائب ہمارے چاہنے والوں کو معلوم ہوجائیں تو ایک لمحہ جینے کو ان کی طبیعت نہیں چاہے گی۔ حقیقت میں کربلا کی مصیبت بہت عظیم ہے۔

خدا آپ کے بزرگوں کو سلامت رکھے۔ جب کوئی بزرگ مرتا ہے تو روتے سب ہیں لیکن سب کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ دفن ہوجائے۔ غسل و کفن ہو۔ جب تک دفن نہ ہو، سارے چاہنے والے، قریبی دوست سب پریشان رہتے ہیں، دفن ہوجانے کے بعد پرسہ دیتے ہیں۔ سب کو سکون ہوجاتا ہے۔

اللہ رے مظلومئی حسینؑ۔ تاریخ یہ کہتی ہے کہ کوئی وہاں پر دفن کرنے والا نہیں تھا۔ نہیں حضور دفن کرنے والا تھا لیکن وہ کیا کرے جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں۔ روایتیں کہتی ہیں کہ قافلہ جب کربلا سے کوفے کی طرف چلا تو سواریوں کے اونٹوں کو شہیدوں کی لاشوں کے قریب سے گزارا گیا۔

مقاتل یہ کہتے ہیں کہ زینبؑ کی سواری جب بھائی کے پہلو میں آئی تو زینبؑ نے دیکھا کہ سید سجادؑ باپ کے لاشے کو بڑی عجیب کیفیت سے دیکھ رہے ہیں۔

زینبؑ کہتی ہیں : کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تھوڑی دیر میں میرے بیٹے کی روح پرواز کر جائے گی۔ میں نے اپنے آپ کو اونٹ سے گرادیا اور کہا: بیٹا کیا کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہے یہاں پر روضے بنیں گے، نانا نے خوش خبری دی ہے۔

سید سجاد نے کہا: پھوپھی اماں اس بیٹے کی یہ کیفیت کیوں نہ ہو جو باپ کو اس طرح دیکھ کر کچھ نہ کر سکے۔ اور باپ کو بے گوروکفن چھوڑ کر جا رہا ہو۔

آسان مسئلہ نہیں ہے۔ فوج اشقیاء نے اپنے کشتوں کو دفن کر دیا ہے مگر محمدؐ مصطفٰے کی آل کربلا کی خاک پر بکھری ہوئی ہے، کوئی دفن کرنے والا نہیں ہے۔

روایتیں یہ ہیں کہ ۲۸ رجب کو جب مدینے سے قافلہ چلا تھا تو ایک ایک بی بی کو سوار کرنے کے لئے ایک ایک جوان آگے بڑھتا تھا۔ جب ام لیلیٰ آگے بڑھی تھیں تو علیؑ اکبر آگے بڑھے تھے۔ جب امِ کلثومؑ آگے بڑھی تھیں تو عباسؑ آگے بڑھے تھے۔ حسینؑ اس وقت آگے بڑھے تھے جب زینبؑ کے سوار ہونے کا موقع آیا تھا۔ عباسؑ نے زانو پیش کیا تھا۔ حسینؑ نے بازو کو تھاما تھا۔

یہی قافلہ اب لٹ کے کربلا سے جا رہا ہے۔ کوئی سوار کرنے والا نہیں ہے، زینبؑ نے اپنے ہاتھوں سے سب کو سوار کرایا لیکن اپنے سوار ہونے کی باری آئی تو مقتل کا رخ کیا۔ علی اکبرؑ بیٹا میں جا رہی ہوں۔ عباسؑ میں جا رہی ہوں۔ بھائی حسینؑ خدا حافظ۔

سب کو ایک مرتبہ پکارا لیکن جب عباسؑ کا نام آیا۔

دو مرتبہ کہا: عباس! عباس! تیری شہزادی جا رہی ہے۔

کوئی سوار کرنے والا نہیں تھا۔ ایک مرتبہ ہتھکڑیوں، بیڑیوں کی آواز آئی۔

زینبؑ نے پلٹ کر دیکھا۔

سید سجادؑ کہہ رہے تھے: پھوپھی اماں میں زندہ ہوں میں سوار کراؤں گا۔

علامہ طالب جوہری مدظلہ کی تقاریر کے مجموعے

انسان، معاصر اور قرآن

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۷ء

تہذیبِ نفس اور تہذیبِ حاضر

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۸ء

عالمی معاشرہ اور قرآنِ حکیم

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۹ء

حیات و کائنات کا الوہی تصوّر

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰ء

انسانیت کا الوہی منشور

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۰۰۱ء

میراثِ عقل اور وحیِ الٰہی

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۳ء

دور جدید میں دین کا مقام

مجموعۂ تقاریر عشرہ محرّم ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء

(محفل مرتضیٰ، پی ای سی ایچ سوسائٹی)

مولانا سیّد محمد زکی باقری مدظلہ العالی

شرح دعائے صباح

زیر طبع

مولانا سیّد محمد زکی باقری مدظلہ العالی

ناشر

محفوظ بک ایجنسی — مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

تربیتِ اولاد اور فرائضِ والدین

علامہ سید محمد زکی باقری

کا ایک فکری عنصرہ

مولانا زکی باقری صاحب کا شمار اُردو کے ان معدودے چند خطباء میں ہوتا ہے جو بامقصد خطابت کی وجہ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تقاریر میں سامعین کے لیے ایک پیغام اور ایک نصیحت و مواعظہ ہوتا ہے جو منبر کا حق ہے۔ فاضل دانشور کا مقصد اولاد کے وجود سے متعلق تمام پہلوؤں کی تعلیمات اہلبیتؑ کے مطابق پرورش ہے۔

مولانا موصوف کی دانش نگاہی اور ادراک کی صلاحیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا انہوں نے مغربی معاشرہ میں عریانیت فحاشیت، دھوکہ دہی، جھوٹ، فریب، مکاری، بے حیائی کو بڑے قریب سے دیکھا ہے اور ان خرابیوں کی دلدل میں دھنسے ہوئے معاشرہ کی پیروی کرنے والے مسلمانوں اور خصوصاً عامتہ المومنین کی توجہ اولاد کی تربیت کی جانب مبذول کرائی ہے۔

مولانا زکی باقری صاحب نے انتہائی غیر محسوس طریقے سے تربیتی عوامل پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ انسان کی تربیت سے مراد انہی عوامل کو اس فرد کے مفاد کی طرف متوجہ کرنا ہے یا پھر بسا اوقات تربیت کا مقصد ان عوامل کے غلط اثرات میں کمی پیدا کرنا بھی ہوسکتا ہے ان تربیتی عوامل میں سرفہرست والدین پھر گھر اور خاندان ہے۔

یہ مولانا زکی باقری کی خطابت کا کمال ہے کہ وہ خشک سے خشک موضوع کو سموم و صبا بنا دیتے ہیں جو سامعین کے حسن سماعت میں اضافہ کرتے ہیں مجھے اُمید ہے کہ مولانا موصوف کی یہ کتاب حلقہ اہل نظر میں پذیرائی حاصل کرے گی۔

حجتہ الاسلام مولانا سیّد حسن ظفر نقوی